رسولِ اکرم ﷺ

اُمِّ فاروق

297.99
449 ر
1457

Marfat.com

رسولِ اکرم ﷺ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک ایسی کتاب جو رسولِ اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ کو خواتین کی نظر سے دیکھتی اور ان کے لیے خصوصی رہنمائی اور ہدایت فراہم کرتی ہے

— از —

اُمِّ فاروق

اِدارہ ترجمانُ القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ
اردو بازار ؛ لاہور

DATA ENTERED

Marfat.com

ترتیب و تدوین زیرِ اہتمام ـــــ اسلامی اکادمی، منصورہ، ملتان روڈ ـــــ لاہور

2017-99
1457۳۰

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام تالیف ـــــ رسولِ اکرمؐ
مؤلف ـــــ اُمِّ فاروق
پریس ـــــ مرزا محمد صادق اینڈ سنز، لاہور
ضخامت ـــــ ۲۴۰ صفحات
سائز ـــــ ۲۳x۳۶/۱۶
کتابت ـــــ محمد طیب رضا

ڈیلکس ـــــ ۳۵/- روپے
پیپربیک ـــــ ۲۵/- ״

رسول اکرمؐ کی سیرت اسلام کی سب سے زیادہ مؤثر تبلیغ ہے۔

Marfat.com

۱۵-مئی ۱۹۹۱ء

انتساب

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضؓ کے نام

Marfat.com

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(القرآن)

مسلماں آں فقیرے کج کلاہے
رمید از سینۂ اُو سوزِ آہے

دلش نالد! چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسولؐ اللہ نگاہے

(اقبال)

Marfat.com

فہرست عنوانات

※ انتساب	۳
※ حرفِ اوّل	۷
۱۔ رسولِ اکرمؐ کا شجرۂ نسب	۹
۲۔ رسولِ اکرمؐ کے مختصر حالات	۱۱
۳۔ رسولِ اکرمؐ کی دلآویز شخصیت	۲۵
۴۔ رسولِ اکرمؐ کی دعوت	۳۵
۵۔ رسولِ اکرمؐ کی خطابت	۳۹
۶۔ رسولِ اکرمؐ کا دستورِ ریاست	۵۳
۷۔ رسولِ اکرمؐ کے معاہدات	۶۰
۸۔ رسولِ اکرمؐ کے مکاتیب	۷۲
۹۔ رسولِ اکرمؐ کی دشمنوں سے شفقت	۸۲
۱۰۔ رسولِ اکرمؐ کی عدالت	۹۳
۱۱۔ رسولِ اکرمؐ کی ازواجِ مطہّرات	۱۱۰
۱۲۔ رسولِ اکرمؐ اور نسائیات	۱۲۱
۱۳۔ رسولِ اکرمؐ کے دَور میں سماجیات	۱۳۳
۱۴۔ رسولِ اکرمؐ کے دَور میں خواتین کی تعلیمات	۱۴۷
۱۵۔ رسولِ اکرمؐ کی معاشرت	۱۵۶

Marfat.com

۱۶۔ رسولِ اکرمؐ کی شگفتہ مزاجی	۱۷۴
۱۷۔ رسولِ اکرمؐ کے روزانہ معمولات	۱۸۲
۱۸۔ رسولِ اکرمؐ کے پسندیدہ ماکولات ومشروبات	۱۸۶
۱۹۔ رسولِ اکرمؐ کی احادیث وارشادات	۱۹۶
۲۰۔ رسولِ اکرمؐ کی دعائیں	۲۰۲
۲۱۔ رسولِ اکرمؐ کے انسانیت کے نام پیغامات	۲۱۲
۲۲۔ رسولِ اکرمؐ کے تاریخی واقعات	۲۲۳
۲۳۔ رسولِ اکرمؐ کی اوّلیات	۲۳۴
۲۴۔ کتابیات	۲۳۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا کہ رسولِ اعظمؐ، حبیبِ خدا، رہبرِ انسانیت، سرتاجِ رسالتؐ، رحمۃ اللعالمین، ہادیٔ کامل، پیغمبرِ عالم، محسنِ اعظم رسول اکرمؐ کی سیرت کے بارے میں کتاب ترتیب دوں گی۔ اس خیال سے ہی جسم پر لرزہ طاری ہوتا تھا۔ آفتاب پر کمند ڈالنے اور چاند کا جغرافیہ بیان کرنے کی کس میں تاب ہو سکتی ہے۔

؎ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

پھر میں نے دیکھا کہ محبوبِ عالمؐ کے بارے میں مسلمانوں نے، غیر مسلموں نے، اپنوں نے، بیگانوں نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ اس کا وزن ہمالہ سے زیادہ ہے اور دُنیا کی کوئی زبان نہیں جس میں حضور اکرمؐ کی سیرت پر تصانیف و تالیفات موجود نہیں۔ اس سے مجھے حوصلہ ہوا۔

پھر مجھے خیال آیا کہ یہ ایک سعادت ہے۔ اگر بازارِ مصر میں یوسفؑ کی خریداری کے لیے ایک بڑھیا اپنی حقیر متاع لے کر پہنچ سکتی ہے اور اس کے خریداروں میں نام لکھوا کر زندۂ جاوید ہو سکتی ہے، تو میرے لیے یہ کیا کم ہے کہ میں اپنی زندگی کا حاصل یہی سمجھ لوں کہ رسول اکرمؐ کی سیرت کے بارے میں کچھ ترتیب دے کر آپؐ کے سیرت نگاروں میں شامل ہو جاؤں۔ بہت پیچھے، بہت ہی پیچھے کی صف میں سہی، لیکن جب وہ صف شمار ہو گی تو میں بھی اس صف میں شمار کر لی جاؤں گی۔

Marfat.com

اس خیال سے میرا دل بھر آیا۔ جب کبھی حضورِ اکرمؐ کا خیال آیا ہمیشہ دل بھر آیا۔ آنکھوں میں آنسو جھلملا گئے۔ اپنے اُمّتی ہونے کے ناطے سے احساسِ ندامت اور گناہ گاری کے تصوّر سے حلق میں گولہ سا پھنس گیا۔ مَیں کیا اور میری بساط کیا، لیکن پھر بھی رسولِ اکرمؐ سے نسبت کے تصوّر نے ہمیشہ حوصلہ دیا۔ آپؐ کی رحمت نے میری دستگیری کی۔ آپؐ کی محبّت و شفقت نے میری ہمّت بندھائی۔ آپؐ کی رحمدلی، فیاضی اور عجز نوازی نے قوت پیدا کی۔ بالآخر عمر کے اس حصّے میں پہنچ کر جب آدمی خوابوں میں بھی انہیں کا تصوّر کرتا ہے جن کی شفاعت کے سہارے ہم اسلامی قوانین سے خالی، بنجر اور ویران یہ زندگی گزار لے گئے ہیں۔ مَیں نے سوچا کہ رحمتِ عالمؐ کے حضور ایک گلدستہ پیش کروں۔

مَیں نے کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا۔ محبّت و عقیدت کے پھول چُنے اور کمالِ عجز سے اس کام پر لگ گئی۔ مَیں نے اپنی زندگی کی سب سے مقدس آرزو پوری کر لی۔ مَیں اس پر اپنے مہربان ربّ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے یہ توفیق دی کہ مَیں رسولِ اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں اپنے عرقِ انفعال کے چند قطرے، اپنی عقیدت کے چند پھول، اپنی شفاعت کے لیے حضورِ اکرمؐ کی نگاہِ کرم کی خاطر اپنے چند منفعل جذبے اس کتاب کی صورت میں پیش کرتی ہوں۔ قبولیّت کی گہری آرزو کے ساتھ!

عاجز
اُمِّ فاروق

منصورہ، لاہور

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کا شجرۂ نسب

رسولِ اکرمؐ کے تذکرۂ مبارک کا آغاز ہم آپؐ کے شجرۂ نسب کے بیان سے کرتے ہیں، اس لیے کہ انسانیت کی شریف ترین لڑی سے آپؐ کا تعلّق ہے۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت اسماعیلؑ کی شاخ سے آپؐ کی خاندانی نسبت ہے اور حجاز کے اشرافِ قریش جو مکہ مکرمہ کے باشندے اور کعبۃ اللہ کے متولّی تھے۔ ان سے آپؐ کے قبیلے بنو ہاشم کا تعلّق ہے۔

آپ کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے:

محمدؐ بن عبداللہ

ابنِ عبدالمطلب (عبدالمطلب کا نام شیبہ بھی ہے)

ابنِ ہاشم (ہاشم کا اصل نام عمرو ہے)

ابنِ عبدمناف (عبدمناف کا اصل نام مغیرہ ہے)

ابنِ قصی (قصی کا اصل نام زید ہے)

ابنِ کلاب	ابنِ فہر
ابنِ مرّہ	ابنِ مالک
ابنِ کعب	ابنِ نضر
ابنِ لویٔ	ابنِ کنانہ
ابنِ غالب	ابنِ خزیمہ

Marfat.com

ابنِ مدرکہ (ان کا اصل نام عامر ہے)
ابنِ الیاس
ابنِ مضر
ابنِ نزار
ابنِ معد
ابنِ عدنان
ابنِ ادد
ابنِ مقوّم
ابنِ ناحور
ابنِ تیرح
ابنِ یعرب
ابنِ یشجب
ابنِ نابت
ابنِ اسمٰعیل
ابنِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام
ابنِ تارح (جن کو آزر کہتے ہیں)
ابنِ ناحور
ابنِ ساروح

ابنِ راعو
ابنِ فالخ
ابنِ عیبر
ابنِ شالخ
ابنِ ارفخشد
ابنِ سام
ابنِ نوح
ابنِ لامک
ابنِ متوشلخ
ابنِ اخنوخ (یہی ادریس پیغمبر ہیں اور انہی کو پہلے نبوّت ملی اور انہی نے قلم سے لکھنا ایجاد کیا)
ابنِ برد
ابنِ مہلیل
ابنِ قینن
ابنِ یانش
ابنِ شیث
ابنِ آدم علیہ السّلام

Marfat.com

یہ ہجر کی شب جو شدت سے دراز ہوئے مجھ کو ترے

کیا بتاؤں تمہیں کیسے کیسے یہ رات ابھی ہم گزاریں گے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔

رسُولِ اکرمؐ کے مختصر حالات

رسولِ اکرمؐ کے حالات ایمان افروز کیفیت اپنے اندر رکھتے ہیں اور لوگ آپ کے بارے میں مسلسل لکھتے چلے آرہے ہیں، لیکن آپؐ کی سیرت کا باب ایسا ایمان افروز اور کیف آور ہے کہ قیامت تک اس کے مکمّل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزرا، عرب کے ریگ زاروں سے ایک شخص اُٹھا تھا جس نے وہاں کے جاہل اور وحشی قبائل کو جن میں ہر قسم کی بُرائیاں اور خرابیاں پائی جاتی تھیں، ایک متحد اور متمدّن قوم میں تبدیل کر دیا۔ اس نے ایک ایسے معاشرہ کو جنم دیا جس کی بنیاد انصاف، مساوات اور اخوّت پر رکھی گئی۔ وہی عرب قوم جو قعرِ مذلت میں ڈوبی ہوئی تھی اور دُنیا کی انتہائی پسماندہ قوم شمار کی جاتی تھی۔ تیس سال کے قلیل عرصہ میں اپنے زمانہ کی متمدّن اور عظیم ترین قوم بن گئی۔ اس نے بڑے بڑے صاحبِ کردار اور اولوالعزم افراد کو جنم دیا۔ اس نے بڑے بڑے صاحبِ سیف و قلم پیدا کیے جن کا مثل چشمِ فلک نے شاذ و نادر ہی دیکھا ہوگا اور جن کے عظیم کارناموں سے تاریخِ عالم بھری پڑی ہے۔

مکّہ کی مقدس سرزمین پر ۵۷۱ء میں وہ آفتابِ رسالت طلوع ہوا جو فخرِ کائنات رحمت اللعالمین اور افضل الانبیاء تسلیم کیا گیا اور جس نے اقوامِ عالم کو اخوّت اور انسانیت سچائی اور عدل گستری کا سبق پڑھایا۔ اس مقدس سرزمین سے وہ خیر البشر اُٹھا جس

Marfat.com

نے عرب کے جاہل اور وحشی قبائل کو ایک نیا پیغام سنایا جس نے ان کی زندگیوں کو یکسر بدل دیا۔ پیغمبرِ اسلام کی بے مثل تعلیم اور تربیت نے ایک ایسے معاشرہ کو جنم دیا جو تاریخِ عالم میں سب سے زیادہ حیرت انگیز اور اثر پذیر انقلاب کا باعث ہوا، جس نے خلافتِ راشدہ کے تیس سالہ دور میں دنیا کو ایسی حقیقی جمہوریت سے روشناس کیا، جس کی نظیر تاریخِ عالم آج تک پیش نہ کر سکی جس کا خلیفہ ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کرتا تھا اور جس سے ادنیٰ سے ادنیٰ شہری بھی برسرِ محفل جواب طلب کر سکتا تھا۔ اس مبارک دور نے دنیائے اسلام کو ایسی روحانی اور مادی آسودگی فراہم کی جس کی مثال اقوامِ عالم دوبارہ فراہم نہ کر سکیں۔ آنحضرت کی بے مثل تعلیم اور تربیت نے ایسے افراد کو دنیا سے روشناس کرایا جس کے جسم خدمتِ خلق کے لیے وقف اور جن کے قلوب عشقِ رسولؐ سے سرشار اور خوفِ خدا سے لرزاں رہتے تھے۔

اسلام کے برگزیدہ پیغمبر کی ولادت ۱۲ ربیع الاوّل عام الفیل کے سال مکہ معظمہ پر ابرہہ کی چڑھائی کے پچپن دن بعد ہوئی۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کو خدا کے حکم سے ابابیلوں کی کنکریوں نے تباہ کر دیا۔ روایت ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت کی رات کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگورے گر پڑے۔ فارس کا مقدس آتش کدہ جس میں سینکڑوں سال سے آگ روشن تھی دفعتہً بجھ گیا۔

انقلابِ ربّانی کا یہ عظیم ترین علمبردار قریش کے سب سے اعلیٰ خاندان بنو ہاشم میں پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش سے قبل ہی والد (عبداللہ) کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہ پیدائشی یتیم تھا۔ پرورش دادا عبدالمطلب نے کی، لیکن پھر ان کا سایہ بھی جلد ہی اٹھ گیا۔ بعد ازاں وہ چچا ابوطالب کے زیرِ تربیت رہا۔ ماں کو بھی اپنے عظیم بیٹے کی پرورش کا زیادہ موقع نہیں ملا اور بیٹے کی پیدائش کے چھ سال بعد وہ بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔

Marfat.com

بنو ہاشم کا یہ یتیم اور یسیر فرزند جس کی قسمت میں عظیم ترین انسان ہونا لکھا تھا، عام بچّوں سے مختلف تھا۔ کھیل کود سے اُسے رغبت نہ تھی اور لہو ولعب سے اسے کوئی سروکار نہ تھا۔ مثل مشہور ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ اس کے اعلیٰ کردار اور متانت کی وجہ سے مکّہ والوں نے اسے امین کا خطاب دیا تھا۔ سبھی لوگ اس کی بڑی عزّت کرتے تھے۔ سنِ بلوغ کو پہنچے تو تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور پچّیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے شادی کی جو عُمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ یہ مبارک رشتہ آئندہ پچّیس سال تک قائم رہا اور حضرت خدیجہ کے انتقال پر منقطع ہوا۔

چالیس سال کی عمر تک آپؐ غارِ حرا میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ جب عمر چالیس سال کی ہوئی تو غارِ حرا میں جہاں آپؐ اکثر مراقبہ کرنے جایا کرتے تھے، وحی نازل ہوئی۔ جبرئیلِ امین نے آپؐ کو خدا کا پیغام سُنایا اور پیغمبرِ آخرالزماں ہونے کی بشارت دی۔ آپؐ نے کہا کہ خدا نے آپ کو دُنیا میں اپنا آخری رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو خدا کا ابدی پیغام سُنائیں اور انہیں نیکی کی تعلیم دیں۔ بدی سے روکیں اور خدا کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم کی جانب ان کی رہبری کریں۔ جبرئیل نے آنحضرتؐ سے کہا: "(اے رسول) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے ساری کائنات پیدا کی ہے، جس نے انسان کو خون کی ایک جمی ہوئی بوند سے بنایا۔ پڑھو، تمہارا پروردگار بڑا صاحبِ کرامت ہے۔ اس نے اپنے قلم کے ذریعہ (انسان کو) علم سکھایا اور وہ سب کچھ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔" (اقرا،)

یہ تھی پہلی وحی جو پیغمبرِ اسلام پر نازل ہوئی، جس نے سب سے پہلے انسان کو علم حاصل کرنے، زبان اور قلم کے ذریعہ تسخیرِ عالم کی ہدایت کی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے برگزیدہ پیغمبر نے تحصیلِ علم پر بڑا زور دیا۔ فرمایا: "علم حاصل کرو خواہ چین ہی میں کیوں نہ دستیاب ہو۔" آنحضرتؐ نے اپنے پیروؤں پر حصولِ علم کی اہمیت کو واضح

Marfat.com

کرتے ہوئے فرمایا : "ایک عالم کے قلم کی روشنائی ایک شہید کے لہو سے زیادہ متبرک ہے۔" اور مزید فرمایا : "جو شخص حصولِ علم کے لیے اپنا گھر بار چھوڑتا ہے وہ خدا کے راستے پر چلتا ہے۔"

خدا کے برگزیدہ پیغمبر کی نئی ذمہ داریاں ان کے لیے بڑی آزمائش کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ چالیس سال کی بے داغ زندگی میں اپنی قوم میں جو انہوں نے مقبولیت حاصل کی تھی اب اس کے امتحان کا وقت آگیا تھا۔ اب انہیں اپنی قوم کو اس کی گمراہیوں پر تنبیہہ کرنی تھی۔ لیکن گمراہیوں اور غلط روایات کی جڑیں انسانی معاشرہ میں بہت گہری ہوتی ہیں۔ اب آنحضرتؐ کو اپنی مقبولیت کی قربانی دے کر قوم کے افراد کی گمراہیوں کی بیخ کنی کرنی تھی۔ اس عظیم مردِ مجاہد کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ اب اس کے سامنے کس قسم کا خارزار ہے، لیکن اُن کے قدم نہیں ڈگمگائے اور تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے مستقبل کی تمام مصیبتوں، آفتوں اور آزمائشوں کا انتہائی خندہ پیشانی اور مستقل مزاجی سے مقابلہ کیا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ تمام پیغمبروں کے مقابلے میں مجھے سب سے زیادہ آزمائشوں سے گزرنا پڑا اور دُنیاوی مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

اہلِ قریش میں شراب نوشی، قمار بازی، بے حیائی، عیاشی، باہمی جنگ و جدال اور اس قسم کی دوسری بُرائیاں عام تھیں۔ وہ اپنی نوزائیدہ بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ خانۂ کعبہ جسے حضرت ابراہیمؑ نے خدا کا گھر بنایا تھا، اب تین سو ساٹھ بتوں کا مسکن تھا۔ ہر قبیلے کے علیحدہ علیحدہ بُت تھے جن کی وہ پرستش کیا کرتے تھے۔

پیغمبرِ اسلام کو ایک ایسے گمراہیوں میں ڈوبے ہوئے معاشرہ کو درست کرنا اور اسے بُرائیوں سے پاک کرنا درحقیقت صدیوں سے گمراہ معاشرہ کی پوری طاقت کے خلاف ایک تنہا اور نہتے مجاہد کا جہاد تھا۔ جس شخص کے دل میں عشق کی آگ روشن ہو، اسے دُنیا کا کوئی خوف اور مصلحت کبھی بجھا نہیں سکتی اور وہ بھی خدا کے عشق کی

Marfat.com

آگ - انہوں نے بڑی نرمی مگر مستقل مزاجی سے اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔

ابتدا میں اہلِ قریش نے پیغمبرِ اسلام کی سخت مخالفت کی - آپؐ اور آپؐ کے رفقاء کے خلاف ہر قسم کے تشدد کو روا رکھا - آپؐ کا مذاق اُڑایا اور ہر طرح کی ایذائیں پہنچائیں، لیکن ایسی تحریک کو بھلا کون سی طاقت کچل سکتی ہے جس کی پشت پر خلوص اور ایمان کی ایسی بے پناہ قوت ہو۔

لیکن آپؐ کی زبان میں ایسا جادو تھا اور آپؐ کی سیرت اور کردار میں ایسی کشش تھی کہ اغیار آپؐ کی جانب کھنچتے چلے آتے تھے اور جو شخص بھی آپؐ کے زیرِ اثر آجاتا وہ پھر ساری دُنیا سے بے بہرہ ہو کر آپ ہی کا دیوانہ ہو جاتا - دُنیا کی کشش یا خوف، کسی قسم کی لالچ اور ایذا رسانی اسے صراطِ مستقیم سے ہٹا نہیں سکتی تھی۔

پیغمبرِ اسلام کے سامنے جب خوف اور لالچ کے سارے ذرائع رکھ دیے گئے - اس وقت جو آپؐ نے جواب دیا وہ انسانی فضیلت کی تاریخ میں بلند ترین مقام رکھتا ہے - آپ نے فرمایا:

"اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تب بھی میں اپنے کام سے باز نہیں آؤں گا، خواہ اس کوشش میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

اہلِ مکّہ نے پیغمبرِ اسلام اور ان کے صحابہ کو ہر طرح کی ایذائیں پہنچائیں - آپؐ پر کیچڑ پھینکا گیا - پتّھر مارے گئے - راستے میں کانٹے بچھائے گئے - کھانا پینا بند کیا گیا - طعن و تشنیع کی گئی، یہاں تک کہ دیوانہ اور جادوگر مشہور کر دیا گیا، لیکن آپؐ نے اپنے دشمنوں کو کبھی کوئی سخت بات نہیں کہی جب کہا یہی فرمایا:

"یا اللہ! ان لوگوں کو معاف کر دے - یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔"

Marfat.com

جنگِ اُحد میں جب آپؐ کے جسم پر بڑے سخت زخم لگے۔ آپؐ کے اصحاب نے کہا کہ آپؐ ان لوگوں کے لیے بد دُعا کیوں نہیں کرتے؟ آپؐ نے فرمایا: "میں دُنیا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، لعنت کرنے کے لیے نہیں۔ اے خدا! تو میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ جاہل اور بے خبر ہے۔"

پیغمبرِ اسلام کی شخصیت سراپا محبت، عجز اور انکساری کا نمونہ تھی جو لوگوں کے دلوں میں محبت اور یگانگت کا جذبہ پیدا کرتی تھی۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: "مجھ سے ڈرو نہیں۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ قریش کی ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

اسلام کے برگزیدہ پیغمبر نہایت سادہ اور مثالی زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر قسم کا کام خود کرتے تھے۔ گھر کی صفائی کرتے، مویشیوں کو چارہ ڈالتے، کپڑا خود سیتے تھے، جوتا خود گانٹھتے، نوکروں کے ساتھ بیٹھ کر موٹا جھوٹا کھانا کھاتے اور یہ بھی میسّر نہ آتا تو بھوکے سو جاتے۔ اکثر کئی کئی دن کچھ کھانے کو نہ ملتا تو پیٹ پر پتّھر باندھ لیتے۔ بیت المال میں جو آتا وہ غریبوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرتے خود کچھ نہ لیتے تھے۔

آنحضرتؐ جب ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو ان افراد نے جنہوں نے آپ کو ایذائیں پہنچائی تھیں، انہیں اندیشہ تھا کہ انہیں ان کی بداعمالیوں کی سزا ملے گی، لیکن ان کو دیکھ کر حیرت ہوئی کہ آپؐ کی زبان پر قرآن کی یہ آیت تھی:

"آج کے دن تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ تمھارے قصور معاف کرے۔
وہ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔"

پیغمبرِ اسلام کی انھیں صفاتِ حمیدہ اور خلقِ عظیم نے رفتہ رفتہ لوگوں کو آپؐ کا گرویدہ بنا دیا۔ انہوں نے آپؐ کی محبت میں دُنیا کی بڑی سے بڑی آزمائشوں کو بخوشی قبول کر لیا۔ بلال جو حبشی غلام تھے، مسلمان ہو گئے اور اس کی وجہ سے ان پر کیا کیا مظالم

Marfat.com

نہیں ڈھائے گئے، لیکن ان کا ایمان متزلزل نہیں ہوا۔ جنگِ اُحد کے دوران ایک مسلمان عورت کو خبر ملتی ہے کہ اس کا بھائی شہید ہو گیا۔ اُس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ راہِ خدا میں کام آیا۔ پھر باپ کی شہادت کی خبر ملی۔ دوبارہ خدا کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد شوہر کی شہادت کی خبر سنائی دی۔ اس نے کمالِ صبر سے انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون کہا اور اشتیاق سے پوچھا کہ خدا کے رسولؐ تو زندہ ہیں۔ جب ان کی خیریت معلوم ہوئی تو کہا: "الحمدللّٰہ! اب ہر مصیبت برداشت کی جا سکتی ہے۔"

آپؐ نے جنگ کے زمانے میں جس کردار کا مظاہرہ کیا وہ آج کی "مہذب" اور "ترقی یافتہ" دُنیا کے لیے ایک نادر مثال ہے۔ اس ترقی یافتہ دُنیا میں جنگ کے دوران جس بربریت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ فتح مکہ کے بعد پیغمبر اسلام نے اعلان کیا:

"جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے، جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے، زخمی اور اسیر کو قتل نہ کیا جائے، بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے، جنگ میں گرفتار ہونے والوں کو آزاد کر دیا جائے۔"

تبوک میں آپؐ نے جو خطبہ دیا وہ اخلاقیات کی اعلیٰ ترین تعلیم کا حامل ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "سب باتوں سے بڑھ کر بھروسہ کی بات تقویٰ ہے۔ سب عبادتوں میں اللہ کے ذکر کو شرف حاصل ہے۔ تمام اعمال میں افضل وہ آدمی ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ دل کا اندھا حقیقی اندھا ہے۔ سب سے بڑی دولت دل کی دولت ہے، زر و مال کی کثرت نہیں۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔ بلند ہاتھ (دینے والا ہاتھ) پست ہاتھ (لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔ دانائی کا سرچشمہ دل میں خوفِ خدا کا ہونا ہے۔ جو دوسروں کے عیب چھپاتا ہے خدا اس کے عیب ڈھانپتا ہے۔ جو

Marfat.com

چغلی کرتا ہے خدا اس کی رسوائی عام کرتا ہے۔ قابلِ رشک ہے وہ مالدار جو دولت کا صحیح مصرف کرے۔ قابلِ رشک ہے وہ شخص جسے خدا نے حکمت دی ہو، اس پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی ترغیب دے۔ پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لادنا بھیک مانگنے سے بہتر ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے بھائی (دوسرے مسلمانوں) کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ پہنچائے۔ اپنے مہمان کی عزت کرے، بات کہے تو اچھی کہے ورنہ خاموش رہے۔ قوت کا ثبوت دوسروں کو زیر کرنا نہیں بلکہ غصّہ میں اپنے نفس پر قابو رکھنا ہے۔"

حجۃ الوداع (آخری حج) کے موقع پر پیغمبرؐ اسلام نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "تمہارا پروردگار بھی ایک ہے اور تمہارا باپ (آدم) بھی ایک ہے۔ پس تمام بنی آدم ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اپنے بھائیوں سے نرمی، محبّت اور لطف سے پیش آؤ۔ عرب کے کسی شخص کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سُرخ رنگ والے کو کسی حبشی پر، کسی حبشی کو کسی سُرخ رنگ والے پر کسی قسم کی فوقیت یا برتری حاصل نہیں ہے۔ خدا کے نزدیک سب برابر ہیں۔ تم میں فضیلت اسی کو حاصل ہے جو تقویٰ میں افضل ہو۔ اسلام کے رشتہ نے مختلف رنگ و نسل کے انسانوں کو بھائی بنا دیا ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ غلاموں کے ساتھ برابر کا سلوک کرنا چاہیے۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔"

ہمارے برگزیدہ پیغمبر جو محسنِ انسانیت، فخرِ موجودات اور رحمت اللعالمین تھے، ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے، لیکن انہوں نے اپنے پیچھے ایک ایسی صالح اور مقدس جماعت چھوڑی جس نے ان کے ابدی

Marfat.com

مشن کو پروان چڑھایا اور ایک ایسی خلافتِ ربّانی قائم کی جس کی نظیر چشمِ فلک نے آج تک نہیں دیکھی اور جس نے حقیقی جمہوریت اور انسانیت سے دُنیا کو روشناس کرایا۔

اس خلافتِ ربّانی میں معاشرہ اتنا پاکیزہ ہو گیا تھا کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں ایک مسلمان اپنے زخمی بھائی کی تلاش میں پانی لے کر نکلا کہ شاید پانی کی ضرورت ہو۔ زخمیوں میں انہیں اپنے بھائی نظر آئے جو زخموں سے نڈھال اور پیاس سے بے قرار تھے۔ انہوں نے پانی کا پیالہ پیش کیا تو زخمی بھائی نے دوسرے زخمی کی جانب اشارہ کیا کہ پہلے اسے پلاؤ۔ جب اس زخمی کو پانی پیش کیا گیا تو اس نے تیسرے زخمی کی جانب اشارہ کیا۔ اسی طرح ہر زخمی دوسرے زخمی کو اپنے اوپر ترجیح دیتا رہا، یہاں تک کہ پانی کا پیالہ چکّر کاٹ کر پہلے زخمی کے پاس جو اس مسلمان کے بھائی تھے، پہنچا تو وہ دم توڑ چکے تھے۔ دوسرے کے پاس پہنچے تو وہ بھی دُنیا سے رُخصت ہو چکا تھا۔ ایثار اور قربانی کی اس سے زیادہ عظیم مثال دوسری جگہ شاید ہی دستیاب ہو سکے۔

ایک بار آنحضرتؐ کے پاس کچھ مہمان آئے۔ آپؐ کے یہاں کچھ کھانے کو نہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا "ان کو کون اپنے گھر لے جائے گا"۔ ایک صحابی حضرت ابو طلحہؓ انصاری نے اپنے آپ کو پیش کیا اور مہمانوں کو گھر لے گئے۔ گھر میں کھانا کم تھا۔ مشورہ ہوا کہ بچوں کو سلایا جائے اور کھانا مہمانوں کے سامنے رکھ کر چراغ بجھا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور ابو طلحہ اندھیرے میں خالی ہاتھ چلاتے رہے اور بھوکے اُٹھ گئے۔ مہمانوں کو پتہ نہیں چلا کہ میزبان نے کچھ نہیں کھایا۔

مکہ اور مدینہ کے باشندوں میں پشتینی رقابت تھی اور ان میں بڑا معاشرتی اختلاف تھا، لیکن کفارِ قریش کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے خداوند تعالےٰ کے حکم کے تحت جب ہمارے برگزیدہ پیغمبر اور ان کے پاک باز اصحاب نے مکہ سے مدینہ کو

Marfat.com

ہجرت کی تو انہیں اپنا سارا اثاثہ چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ آنا پڑا ۔ مدینہ والوں نے اپنے ان نئے بھائیوں کو اپنے سینے سے لگایا اور جس سے کوئی خونی رشتہ نہ تھا ، اُن کے سامنے اپنے گھر کی آدھی دولت لاکر رکھ دی ۔ ایک انصاری نے جن کی دو بیویاں تھیں ، ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے حوالے کرنے کی پیش کش کی ، لیکن ان میں بیشتر مہاجروں نے ان کو دُعا دی اور شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ ہمیں تھوڑا سا قرض دیں ، کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ، صرف ہمیں بازار کا رستہ دکھائیں ۔ ہم تجارت پیشہ لوگ ہیں ، تجارت کر کے اپنی گزر اوقات کرلیں گے ۔ پیغمبرِ اسلام نے مدینہ والوں میں ایثار ، ہمدردی اور قربانی کا جذبہ بیدار کیا اور مکّہ والوں میں خوداعتمادی اور خودداری پیدا کی ۔ انصار مدینہ نے گھر کی دولت مہاجرینِ مکّہ کے قدموں میں ڈال دی اور مہاجرینِ مکّہ نے اس سے فائدہ اُٹھانے کے بجائے اپنے قوّتِ بازو سے روزی کمانے کو ترجیح دی ۔

آپؐ نے خلقِ عظیم کی جو نادر مثالیں قائم کیں وہ عدیم المثال ہیں ۔ آپؐ نے ہمیشہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا ۔ ایک بار ایک بد باطن یہودی آپؐ کا مہمان ہوا ۔ آپؐ نے اس کی انتہائی خاطر مدارات کی اپنا بستر اس کے استعمال کے لیے دیا ۔ وہ کور باطن جب جانے لگا تو آپؐ کے بستر پر غلاظت کر گیا ۔ آپ مہمان کی مزاج پُرسی کو آئے تو وہ جاچکا تھا اور بستر پر غلاظت کر گیا تھا ۔ آپؐ نے بستر اپنے دستِ مبارک سے دھونا شروع کیا ۔ اتنے میں وہ بد باطن یہودی جو اپنی تلوار وہاں بھول گیا تھا ، اسے لینے کے لیے واپس آیا ۔ دیکھا تو رسُولِ خدا خود اس کی غلاظت صاف کر رہے تھے ۔ آپؐ نے ایک لفظ بھی شکایتاً اس سے نہیں کہا ۔ فرمانے لگے : " بھائی تم اپنی تلوار بھول گئے ہو اسے لیتے جاؤ ۔ " آپؐ کے اس غیر معمولی اخلاق کا اس یہودی کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے فی الفور اسلام

Marfat.com

قبول کرلیا۔

اسلام کے برگزیدہ پیغمبر کی بے مثل تعلیم نے ایک ایسے پاک صاف معاشرہ کو جنم دیا جس کی بُنیاد اخوّت، انصاف اور مساوات پر رکھی گئی تھی جس نے چھوٹے بڑے، غلام آقا اور رنگ ونسل کی تفریق کو یکسر مٹا دیا۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس میں متعدّد غلام خاندانوں نے بڑی بڑی مملکتوں پر حکمرانی کی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مسلمان خاندانوں نے ان کی حکمرانی کو بسر وچشم قبول کیا ہے۔ اس طرح آپؐ انسانیت کے عظیم ترین محسن تسلیم کیے جاتے ہیں۔

انصاف پروری اور صلۂ رحمی کے معاملہ میں اسلام کے عظیم پیغمبر نے انتہائی غیر جانبداری سے کام لیا۔ آپؐ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ زہرہؓ خود اپنے ہاتھ سے سارا گھر کا کام کرتی تھیں، چکّی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے۔ ایک بار آپ اپنے والد پیغمبرِ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کسی نوکر کی درخواست کی۔ آنحضرتؐ نے اپنی پیاری بیٹی سے فرمایا: "فاطمہ، میں کسی آدمی کو اصحابِ صُفّہ کی خدمت سے علیحدہ کرکے تمھیں نہیں دے سکتا۔ تم اس دُنیا کے مصائب کو برداشت کرو، خدا تمھیں اس کا بدلہ دوسری دُنیا میں دے گا۔" حضرت فاطمہ اس جواب سے مطمئن ہوکر واپس آگئیں اور پھر کبھی کسی ملازم کی فرمائش نہیں کی۔

ایک بار ایک مالدار عورت نے چوری کی۔ ایک صحابی نے اس کی سفارش کی۔ آپؐ نے جو یہ بات سُنی تو غصّے سے آپؐ کانپنے لگے، حالانکہ آپؐ کو غصّہ بہت کم آتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "تم سے پہلے جو قومیں تباہ ہوئیں وہ غریبوں کو ان کے جرائم کی سزا دیتی تھیں اور بااثر افراد کو چھوڑ دیا کرتی تھیں۔ خدا کی قسم! اگر محمدؐ کی چہیتی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا۔"

Marfat.com

آپؐ انتہائی رحم دل واقع ہوئے تھے۔ طلوعِ اسلام سے قبل اہلِ قریش ہر قسم کی برائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس میں ایک انتہائی ظلم پرور رسم لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے سے متعلق تھی۔ اہلِ قریش اپنی لڑکیوں کو جان سے مار دیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اس قبیح رسم کو سختی سے روکا۔ ایک دن مکہؔ کے قریش خاندان کے ایک فرد جو حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے، آپؐ کی خدمت میں آئے اور اقبالِ جرم کے طور پر رسولِ خدا سے فرمایا: "یا رسولؐ اللہ! میں نے جہالت کے ایام میں ایک بڑا جرم کیا ہے۔ میں نے اپنی بیٹی کو جان سے مارنے کے لیے جب گڑھے میں اُتارا اور اس پر پتھر پھینکنا شروع کیا تو اس نے روتے ہوئے کہا: "پیارے ابوّا! مجھے کیوں مارتے ہو؟" یہ کہتے کہتے اس کی آواز ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔" رسولؐ اللہ نے جب یہ قصہ سُنا تو آپؐ اس قدر روئے کہ آپؐ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔

رسولؐ خدا نے اپنے پیروؤں کو ہدایت کی کہ اپنی حیثیت کے مطابق وہ اپنے ضرورت مند رشتہ داروں، ہمسایوں اور غرباء کی امداد کریں۔ امیر علی کے قول کے مطابق "اسلام سے قبل دُنیا کے کسی مذہب نے بیواؤں، یتیموں اور غرباء کی مالی امداد کو فرائض میں شامل نہیں کیا تھا۔" اسلام نے زکوٰۃ کو فرض کر کے غرباء کی مالی امداد کا ایک عدیم المثال نظام قائم کیا۔

اسلام کے عظیم پیغمبر نے صلۂ رحمی اور رحمدلی پر انتہائی زور دیتے ہوئے فرمایا: "جو کوئی پھل دار درخت لگاتا ہے، ثواب کماتا ہے جب لوگ اور پرندے اس کے پھل سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ایک شخص کو جنّت میں داخل کیا گیا کیونکہ اس نے ایک پیاسے کُتّے کی پیاس بجھائی، اسے موت سے بچایا تھا۔ ایک دوسرا شخص محض اس لیے عذاب میں مبتلا کیا گیا، کیونکہ اس نے ایک بلّی کو رسّی سے

١٢٥٧٣٧

Marfat.com

جکڑ کر اسے بھوکا مار دیا۔"[1]

اسلام کے برگزیدہ پیغمبر نے قرآنِ پاک کے مطابق انسانی حقوق کی تشریح کی اور اس کی سختی سے پابندی کی۔ آپؐ نے فرمایا: "یہ تمہارا عقیدہ ہونا چاہیے کہ تم اپنے بھائی کے لیے وہی بات پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔" آپؐ نے والدین کے حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ "تمہاری ماں تمہاری خدمت کی سب سے زیادہ حقدار ہے اور جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔"[2] آپؐ نے فرمایا: "ایسا شخص جو اپنے سے چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور اپنے سے بڑوں کے ساتھ ادب اور احترام سے پیش نہیں آتا ہے ہم میں سے نہیں ہے۔" مسلمانوں کے متعلق آپؐ نے فرمایا: "مسلمان ایک مستحکم دیوار کی طرح ہیں جس کی اینٹیں ایک دوسرے کو سہارا دیتی ہیں۔"[3]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ابتدائی زندگی میں اپنی راست بازی اور دیانت کے لیے قبیلۂ قریش میں اتنے نیک نام تھے کہ انہیں امین کا خطاب دیا گیا تھا۔ ایک بار آپؐ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر اہلِ قریش سے فرمایا کہ: "اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب میں غنیم کی بھاری فوج حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑی ہے، تو کیا آپ یقین کریں گے۔" سب نے یک زبان ہو کر کہا: "یقیناً، کیونکہ آپؐ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔"

سخاوت اور رحم دلی آپؐ کے گھرانے کا بڑا وصف تھا۔ آپؐ کی چہیتی بیٹی فاطمہؓ اور ان کے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ جود و سخا کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ رسول کے گھرانے کی زندگی بڑی عسرت میں بسر ہوتی تھی۔ حضرت علیؓ مزدوری کرتے تھے، جو کچھ ملتا شام کو اسی سے دو وقت

۱، ۲، ۳ صحیح بخاری

Marfat.com

کی روٹی نصیب ہوتی۔ اکثر ایسا ہوا کہ حضرت علیؓ روٹی کھانے بیٹھے کہ سائل نے آواز دی۔ روٹی سائل کے حوالے کر دی اور خود بھوکے سو گئے۔ رسولؐ کی بیٹی کے مقدّس گھرانے میں اکثر کئی کئی دن کا فاقہ ہو جاتا، لیکن کوئی سائل خالی ہاتھ لوٹایا نہیں جاتا تھا۔ یہ خصوصیت اہلِ بیت کے گھرانے سے ہمیشہ وابستہ رہی۔

پیغمبرِ اسلام کی زندگی کے آخری دَور میں مسلمانوں کے یہاں مال اور دولت کی فراوانی ہو گئی تھی، لیکن خود آنحضرتؐ بڑی عُسرت اور تنگی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اکثر کئی کئی دن آپؐ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی اور متعدّد فاقے ہو جاتے تھے۔ ایک دن آپؐ ایک کھُردری چٹائی پر آرام فرما رہے تھے۔ حضرت عُمرؓ وہاں آئے تو آپؐ کی پُشت مبارک پر چٹائی کے نشان دیکھ کر اشکبار ہو گئے۔ فرمایا، ”حضورؐ، دین و دُنیا کے مالک اور سرورِ کائنات ہیں، آپؐ کسی نرم بستر پر کیوں نہیں آرام فرماتے ۔“ آنحضرتؐ نے جواب دیا، ”عُمرؓ، مَیں اِس دُنیا کے بجائے اُس دُنیا (آخرت) کے آرام کو ترجیح دوں گا۔“

رسولِؐ خدا نے ہمیشہ انتقام اور طاقت کے استعمال سے پرہیز کیا۔ وہ خلقِ عظیم کا نمونہ تھے جنہوں نے بُرائی کا بدلہ ہمیشہ بھلائی سے دیا۔ کمزوروں کی انہوں نے ہمیشہ مدد کی اور شکست خوردہ افراد پر ہمیشہ رحم کیا۔ غرور اور تکبّر سے انہیں دُور کا واسطہ نہ تھا، اور انصاف پروری ان کا خاندانی وصف تھا انہوں نے چھوٹے سے چھوٹا کام اپنے دستِ مبارک سے سرانجام دیا اور ایک عام غریب آدمی کی سی زندگی بسر کی۔

رسولِؐ اکرم کی ایک بڑی مثالی اور جامع زندگی تھی۔ دُنیا میں حکومتِ ربّانی قائم کرنے کے لیے انہیں بڑی آزمائشوں اور مصائب سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے اپنے رشتہ داروں، دوستوں، ہمسایوں، غریبوں اور ضرورت مندوں، یہاں تک کہ دشمنوں اور تمام بنی نوعِ انسانوں سے حُسنِ سلوک روا رکھا۔ ان کی مثالی زندگی کی تفصیل جو احادیث میں درج ہے۔ چودہ سو سال سے خدا کے بندوں کو شمعِ ہدایت دکھاتی رہی ہے۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی دلآویز شخصیّت

آپؐ[1] میانہ قد اور موزوں اندام تھے، رنگ سُرخ و سفید تھا، پیشانی چوڑی اور ابرو پیوستہ تھے، بینی مبارک درازی مائل تھی، چہرہ ہلکا اور زیادہ پُرگوشت نہ تھا، دہانہ کشادہ تھا، دندان مبارک بہت پیوستہ نہ تھے، گردن اُونچی، سر بڑا اور سینہ کشادہ اور فراخ تھا، سر کے بال نہ بہت پیچیدہ تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے، ریش مبارک گھنی تھی، چہرہ کھڑا کھڑا تھا، آنکھیں سیاہ و سُرمگیں اور پلکیں بڑی بڑی تھیں، شانے پُرگوشت اور مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں، سینہ مبارک میں ناف تک بالوں کی ہلکی تحریر تھی، شانوں اور کلائیوں پر بال تھے، ہتھیلیاں پُرگوشت اور چوڑی، کلائیاں لمبی اور پاؤں کی ایڑیاں نازک اور ہلکی تھیں، پاؤں کے تلوے بیچ سے ذرا خالی تھے، نیچے سے پانی نکل جاتا تھا۔

صحابہ پر آپؐ کے حسن و خوبروئی کا بہت اثر پڑتا تھا، حضرت عبداللہؓ بن سلام جو پہلے یہودی تھے، پہلے پہل جب چہرۂ اقدس پر ان کی نظر پڑی تو بولے "خدا کی قسم! یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں۔" جابرؓ بن سمرہ ایک صحابی ہیں، ان سے کسی نے پوچھا، آپؐ کا چہرہ تلوار سا چمکتا تھا؟ بولے، "نہیں، ماہ و خورشید کی طرح۔"

---

[1] اس مضمون کی ترتیب میں سیرت النبیؐ سید سلیمان ندوی سے استفادہ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

یہی صحابی روایت کرتے ہیں کہ ایک شب کو جب مطلق اَبر نہ تھا اور چاند نکلا تھا. مَیں کبھی آپؐ کو دیکھتا تھا، کبھی چاند کو دیکھتا تھا، تو آپؐ مجھے چاند سے زیادہ خوبرو معلوم ہوتے تھے۔ حضرت براءؓ صحابی کہتے ہیں کہ مَیں نے کسی جوڑے والے کو سُرخ لباس میں آپؐ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔

آپؐ کے پسینہ میں ایک قسم کی خوشبو تھی۔ چہرۂ مبارک پر پسینہ کے قطرے موتی کی طرح ڈھلکتے تھے۔ جسم مبارک کی جلد نہایت نرم تھی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کا رنگ نہایت کھلتا تھا۔ آپؐ کا پسینہ موتی معلوم ہوتا تھا۔ مَیں نے دیبا اور حریر بھی آپؐ کی جلد سے زیادہ نرم نہیں دیکھے اور مشک و عنبر میں بھی آپؐ کے بدن سے زیادہ خوشبو نہ تھی۔

عام طور سے مشہور ہے کہ آپؐ کے سایہ نہ تھا لیکن اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

آپؐ کے شانوں کے بیچ میں کبوتر کے انڈے کے برابر خاتم نبوت تھی۔ یہ بظاہر سُرخ اُبھرا ہوا گوشت سا تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان ایک ذرا اُبھرا ہوا گوشت کا حصّہ تھا جس پر تِل تھے اور اس پر بال اُگے ہوئے تھے۔

سر کے بال اکثر شانے تک لٹکے رہتے تھے۔ فتح مکہ میں لوگوں نے دیکھا تو شانوں پر چار گیسو پڑے تھے۔

مشرکین عرب بالوں میں مانگ نکالتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم چونکہ کفّار کے مقابلہ میں اہلِ کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے۔ ابتدا میں آپؐ بھی اہلِ کتاب کی طرح بال چھوٹے رکھتے تھے، پھر مانگ نکالنے لگے۔

آپؐ بالوں میں اکثر تیل ڈالتے تھے اور ایک دن بیچ کنگھی کرتے تھے، ریش

Marfat.com

مبارک میں گنتی کے چند بال سفید بھی تھے۔
رفتار بہت تیز تھی، چلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان زمین پر اتر رہے ہیں۔

گفتگو نہایت شیریں اور دلآویز تھی۔ بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔ ایک ایک فقرہ الگ ہوتا کہ سننے والوں کو یاد رہ جاتا۔ معمول تھا کہ ایک ایک بات کو تین تین دفعہ فرماتے۔ جس بات پر زور دینا ہوتا، بار بار اس کا اعادہ فرماتے۔ حالتِ گفتگو میں اکثر نگاہ آسمان کی طرف ہوتی تھی، آواز بلند تھی۔

حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام ہند تھا اور وہ نہایت خوش تقریر تھے۔ جس چیز کا بیان کرتے اس کی تصویر کھینچ دیتے۔ حضرت امام حسنؓ نے اُن سے پوچھا: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کیونکر تقریر فرماتے تھے؟" انہوں نے کہا: "آپؐ ہمیشہ متفکّر رہتے تھے۔ اکثر چپ رہتے اور بے ضرورت کبھی نہ فرماتے۔ ایک ایک فقرہ الگ اور صاف اور واضح ہوتا تھا۔ ہاتھ سے اشارہ کرتے تو پورا ہاتھ اُٹھاتے۔ کسی بات پر تعجّب کرتے تو ہتھیلی کا رُخ پلٹ دیتے۔ تقریر میں کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے۔ بات کرتے کرتے جب کبھی مسرّت کی کیفیّت طاری ہوتی تو آنکھیں نیچی ہو جاتیں۔ ہنستے بہت کم تھے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے، اور یہی آپؐ کی ہنسی تھی۔ جریرؓ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ کو دیکھا ہو اور مسکرا نہ دیا ہو۔
روایتوں میں آیا ہے کہ کبھی کبھی جب آپؐ کو زیادہ ہنسی آتی تو ڈاڑھ کے دانت بھی نظر آنے لگتے۔ فی الحقیقت یہ طرزِ ادا کا مبالغہ ہے ورنہ کبھی آپؐ اس زور سے

Marfat.com

نہیں ہنسے کہ داڑھیں نظر آئیں۔

لباس کے متعلق کسی قسم کا التزام نہ تھا۔ عام لباس چادر، قمیص اور تہمد تھی۔ پاجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا، لیکن امام احمد اور اصحابِ سُنن اربعہ نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے منا کے بازار میں پاجامہ خریدا تھا۔

موزوں کی عادت نہ تھی لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے، آپؐ نے استعمال فرمائے۔ عمامہ کا شملہ کبھی دوشِ مبارک پر کبھی دونوں شانوں کے بیچ میں پڑا رہتا تھا۔ کبھی گلے میں گلوبند کے طور پر لپیٹ لیتے تھے۔ عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا۔ عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی۔ اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔ (عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا، فرماتے تھے کہ ہم میں اور مشرکین میں یہی امتیاز ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔)

لباس میں سب سے زیادہ یمن کی دھاری دار چادریں پسند تھیں۔ بعض اوقات شامی عبا بھی استعمال کی ہے جس کی آستین اس قدر تنگ تھی کہ وضو کرنا چاہا تو چڑھ نہ سکی اور ہاتھ کو آستین سے نکالنا پڑا، نوشیروانی قبا بھی جس کی جیب اور آستینوں پر دیبا کی سنجاف تھی، استعمال کی ہے۔

جب انتقال ہوا تو حضرت عائشہؓ نے کمبل جس میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور گاڑھے کی ایک تہمد نکال کر دکھائی کہ انہی کپڑوں میں آپؐ نے وفات پائی۔

یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے سیاہ، سُرخ، سبز، زعفرانی ہر رنگ کے کپڑے پہنے ہیں، لیکن سفید رنگ آپ کو بہت مرغوب تھا۔ (بعض اوقات

Marfat.com

اس قسم کی چادر بھی استعمال فرمائی ہے جس پر کجاوے کی شکل بنی ہوئی تھی۔ آپؐ چپل پہنتے تھے۔ یہ صرف ایک تلا ہوتا تھا جس میں تسمے لگے ہوتے تھے۔ بچھونا چمڑے کا گدّا ہوتا تھا جس میں رُوئی کے بجائے کھجور کے پتّے ہوتے تھے۔ چارپائی بان کی بنی ہوتی تھی جس سے اکثر جسم پر نشان بن جاتے تھے۔

جب آپؐ نے نجاشی اور قیصرِ روم کو خط لکھنا چاہا تو لوگوں نے عرض کی کہ سلاطین مُہر کے بغیر کوئی تحریر قبول نہیں کرتے۔ اس بنا پر چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں اُوپر تلے تین سطروں میں محمدؐ، رسول، اللہ لکھا ہوا تھا۔ بعض صحابہ سے روایت ہے کہ آپؐ صرف مُہر لگانے کے وقت اس کا استعمال فرماتے تھے اور دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے۔

لڑائیوں میں زرّہ اور مغفر بھی پہنتے تھے۔ غزوۂ اُحد میں جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں۔ تلوار کا قبضہ کبھی چاندی کا بھی ہوتا تھا۔

گو تکلّف اور جاہ پسندی سے آپؐ کو نفرت تھی، لیکن کبھی کبھی آپؐ نہایت قیمتی اور خوشنما لباس بھی زیبِ تن فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب حروریہ کے پاس سفیر ہو کر گئے تو وہ یمن کے نہایت قیمتی کپڑے پہن کر گئے۔ حروریہ نے کہا، کیوں ابنِ عباس! یہ کیا لباس ہے؟ بولے کہ تم اس پر معترض ہو، میں نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں بھی دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نہایت زاہد و عابد تھے۔ ایک دفعہ بازار سے ایک شامی حلہ مول لیا۔ گھر پر آ کر دیکھا تو اس میں سُرخ دھاریاں تھیں۔ جا کر واپس کر آئے۔ کسی نے یہ واقعہ حضرت اسماءؓ (حضرت عائشہ کی بہن) سے کہا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ منگوا کر لوگوں کو دکھایا جس کی جیبوں اور

Marfat.com

آستینوں اور دامن پر دیبا کی سنجاف تھی۔

رنگوں میں زرد رنگ بہت پسند تھا۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ کبھی کبھی آپؐ تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ بھی اسی رنگ کا رنگوا کر پہنتے تھے۔ سفید رنگ بھی بہت پسند تھا۔ فرماتے تھے کہ یہ رنگ سب رنگوں میں اچھا ہے۔

سُرخ لباس ناپسند فرماتے تھے۔ ایک دفعہ عبداللہ بن عمروؓ سُرخ کپڑے پہن کر آئے، تو فرمایا: "یہ کیا لباس ہے؟" عبداللہؓ نے جا کر آگ میں ڈال دیا۔ آپؐ نے سُنا تو فرمایا کہ جلانے کی ضرورت نہ تھی کسی عورت کو دے دیا ہوتا۔

سُرخ رنگ آپؐ کو نہایت ناپسند تھا۔ ایک دفعہ حضرت زینبؓ اس سے کپڑے رنگ رہی تھیں۔ آپؐ گھر میں آئے اور دیکھا تو واپس چلے گئے۔ حضرت زینبؓ سمجھ گئیں اور کپڑے دھو ڈالے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم دوبارہ تشریف لائے اور جب دیکھ لیا کہ اس رنگ کی کوئی چیز نہیں، تب گھر میں قدم رکھا۔

ایک دن ایک شخص سُرخ پوشاک پہن کر آیا تو آپؐ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ ایک دفعہ صحابہ نے سواری کے اُونٹوں پر سُرخ رنگ کی چادریں ڈال دی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: "میں یہ دیکھنا نہیں چاہتا کہ یہ رنگ تم پر چھا جائے۔ فوراً صحابہ تیزی سے دوڑے اور چادریں اُتار کر پھینک دیں۔

خوشبو آپؐ کو بہت پسند تھی۔ کوئی شخص خوشبو کی چیز ہدیۃً بھیجتا تو کبھی ردّ نہ فرماتے۔ اکثر فرمایا کرتے کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ خوشبو پھیلے اور رنگ نظر نہ آئے اور عورتوں کی ایسی کہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔

مزاج میں صفائی پسندی تھی۔ ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اس سے

Marfat.com

اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے۔

ایک دفعہ ایک شخص خراب کپڑے پہنے ہوئے خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے پوچھا تم کو کچھ مقدور ہے؟ بولا، ہاں۔ ارشاد ہوا کہ خدا نے نعمت دی ہے تو صورت سے بھی اس کا اظہار ہونا چاہیے۔

عرب تہذیب و تمدن سے کم آشنا تھے، مسجد میں آتے تو عین نماز میں دیواروں پر یا سامنے زمین پر تھوک دیتے۔ آپؐ اس کو ناپسند فرماتے۔ دیواروں پر تھوک کے دھبوں کو خود چھڑی کی نوک سے کھرچ کر مٹاتے۔ ایک دفعہ تھوک کا دھبّہ دیوار پر دیکھا تو اس قدر غصّہ آیا کہ چہرۂ مبارک سُرخ ہو گیا۔ ایک انصاری عورت نے دھبّہ کو مٹایا اور اُس جگہ خوشبو لا کر ملی۔ آپؐ نہایت خوش ہوئے اور اس کی تحسین کی۔

کبھی کبھی مجلسِ عالی میں خوشبو کی انگیٹھیاں جلائی جائیں جن میں اگر اور کبھی کبھی کافور ہوتا۔

ایک دفعہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ خضاب لگانا کیسا ہے؟ بولیں، کچھ مضائقہ نہیں، لیکن میں اس لیے ناپسند کرتی ہوں کہ میرے حبیب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم) کو حنا کی بُو ناگوار تھی۔

اکثر مشک اور عنبر کا استعمال فرماتے۔

ایک شخص کے بال پریشان دیکھے تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ بالوں کو درست کر لے۔ ایک دفعہ اُون کی چادر اوڑھی، پسینہ آیا تو اُتار کر رکھ دی۔

ایک دفعہ لوگ مسجدِ نبویؐ میں آئے۔ چونکہ مسجد تنگ تھی اور کاروباری لوگ میلے کپڑوں میں چلے آئے تھے۔ پسینہ آیا تو تمام مسجد میں بُو پھیل گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ نہا کر آتے تو اچھا ہوتا۔ اسی دن سے غسلِ جمعہ

Marfat.com

ایک حکمِ شرعی بن گیا۔

مسجد نبوی میں جھاڑو دینے کا التزام تھا۔ اُمّ محجن نامی ایک عورت جھاڑو دیا کرتی تھی۔ آپؐ نے حکم دیا تھا کہ مساجد میں بچّے اور مجنون نہ جانے پائیں اور خرید و فروخت نہ ہونے پائے۔ یہ بھی حکم دیا کہ مساجد میں جمعہ کے دن خوشبو کی انگیٹھیاں جلائی جائیں۔

عرب کی عادت تھی اور آج بھی بدویوں میں عموماً پائی جاتی ہے کہ راستہ میں بول و براز کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اس کو نہایت ناپسند فرماتے اور اس سے منع کرتے تھے۔ احادیث میں کثرت سے روایتیں موجود ہیں کہ آپؐ نے اُن لوگوں پر لعنت کی ہے جو راستہ میں یا درختوں کے سایہ میں بول و براز کرتے ہیں۔ اُمراء کا دستور ہے کہ کاہلی کی وجہ سے کسی برتن میں پیشاب کر لیا کرتے ہیں، اس سے بھی منع فرماتے تھے۔

عرب میں پیشاب کے بعد استنجا کرنے یا پیشاب سے کپڑوں کے بچانے کا مُطلق دستور نہ تھا۔ آپؐ ایک دفعہ راہ میں جا رہے تھے کہ دو قبریں نظر آئیں۔ فرمایا کہ ان میں سے ایک پر اس لیے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ اپنے کپڑوں کو پیشاب سے محفوظ نہیں رکھتا تھا۔

ایک دفعہ مسجد میں تشریف لائے، دیواروں پر جا بجا تھوک کے دھبّے تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی تھی، اس سے کھُرچ کھُرچ کر تمام دھبّے مٹائے، پھر لوگوں کی طرف خطاب کر کے غصّہ کے لہجہ میں فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ کوئی شخص تمہارے سامنے آ کر تمہارے منہ پر تھوک دے۔ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے

Marfat.com

توخدا اس کے سامنے اور فرشتے اس کے داہنی جانب ہوتے ہیں، اس لیے انسان کو سامنے یا دائیں جانب تھوکنا نہیں چاہیے۔

ایک صحابی نے عین نماز میں (جبکہ وہ امامِ نماز تھے) تھوک دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ فرمایا کہ یہ شخص اب نماز نہ پڑھائے۔ نماز کے بعد یہ صاحب خدمتِ اقدس میں آئے اور پوچھا کہ کیا آپؐ نے یہ حکم دیا ہے۔ فرمایا کہ ہاں تم نے خدا اور پیغمبر کو اذیت دی۔

بُودار چیزوں مثلاً پیاز، لہسن اور مولی سے نفرت تھی۔ حکم تھا کہ یہ چیزیں کھا کر لوگ مسجد میں نہ آئیں۔ بخاری میں حدیث ہے کہ جو شخص پیاز، لہسن کھائے وہ ہمارے پاس نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔ زمانۂ خلافت میں حضرت عمرؓ نے خطبہ میں کہا کہ تم لوگ پیاز لہسن کھا کر مسجد میں آتے ہو، حالانکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا تھا کہ کوئی شخص یہ چیزیں کھا کر مسجد میں آتا تو آپؐ حکم دے دیتے کہ اسے مسجد سے نکال دیا جائے۔

گھوڑے کی سواری آپؐ کو نہایت مرغوب تھی۔ آپؐ فرمایا کرتے الخیل معقود فی نواصیھا الخیر۔ گھوڑوں کے علاوہ گدھے، خچر، اُونٹ پر آپؐ نے سواری فرمائی ہے۔ آپؐ کے خاص سواری کے گھوڑے کا نام کیُف تھا، گدھے کا نام عفیر، خچر کا نام دلدل اور تبہ اور اُونٹنیوں کا نام قصوا، اور عضبا تھا۔

مدینہ سے باہر ایک میدان تھا جس کی سرحد حصباء سے ثنیۃ الوداع تک ۶ میل تھی۔ یہاں گھوڑ دوڑ کی مشق کرائی جاتی تھی۔

گھوڑے جو مشق کے لیے تیار کرائے جاتے تھے، ان کی تیاری کا یہ طریقہ تھا کہ

Marfat.com

پہلے اُن کو خوب دانہ گھاس کھلاتے تھے۔ جب وہ موٹے تازے ہو جاتے تو اُن کی غذا کم کرنی شروع کرتے اور گھر میں باندھ کر چار جامہ کستے، پسینہ آتا اور خشک ہوتا۔ روزانہ یہ عمل جاری رہتا۔ رفتہ رفتہ جس قدر گوشت چڑھ گیا تھا خشک ہو کر ہلکا پھلکا، چھریرا بدن نکل آتا۔ یہ مشق چالیس دن میں ختم ہوتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام سنجہ تھا۔ ایک دفعہ اس کو آپؐ نے بازی میں دوڑایا۔ اس نے بازی جیتی تو آپؐ کو خاص مسرت ہوئی۔

گھوڑ دوڑ کا اہتمام حضرت علیؓ کے سپرد تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے سراقہ بن مالک کو یہ خدمت سپُرد کی اور اس کے چند قاعدے مقرر کیے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- گھوڑوں کی صفیں قائم کی جائیں اور تین دفعہ پکار دیا جائے کہ جس کو لگام درست کرنی یا بچّہ کو ساتھ رکھنا یا زین الگ کر دینی ہو، الگ کر لے۔
- جب کوئی آواز نہ آئے تو تین دفعہ تکبیریں کہی جائیں۔ تیسری تکبیر پر گھوڑے میدان میں ڈال دیے جائیں۔
- گھوڑے کے کان آگے نکل جائیں تو سمجھ لیا جائے گا کہ وہ آگے نکل گیا۔

حضرت علیؓ خود میدان کے انتہائی سرے پر بیٹھ جاتے اور ایک خط کھینچ کر دو آدمیوں کو دونوں کناروں پر کھڑا کر دیتے۔ گھوڑے انہی دونوں کے درمیان سے ہو کر نکلتے۔

رنگوں میں صندلی، مُشکی اور کمیت بہت پسند تھا۔ گھوڑوں کی دُم کاٹنے سے منع فرمایا کہ مکھی ہانکنے کا مورچھل ہے۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی دعوت

رسول اکرمؐ کی اسلامی دعوت اور تبلیغ ۲۳ سال کی مدّت میں جس رفتار سے وسعت پکڑتی گئی اسے ہم یہاں اعداد و شمار کی زبان سے بیان کرتے ہیں:

- حضورؐ کی دعوت کا اوّلین حلقۂ رفاقت[1]:
(۱) حضرت خدیجہؓ (۲) حضرت ابوبکرؓ (۳) حضرت علیؓ (۴) حضرت زیدؓ بن حارثہؓ
- حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کوشش سے اسلام قبول کرنے والے پانچ احباب دعوت: (۱) حضرت زبیرؓ بن العوام (۲) حضرت عثمان بن عفان، (۳) حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف (۴) حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ (۵) حضرت سعدؓ بن وقاص۔
- دعوت کے ابتدائی تین سالوں میں صحابۂ کرام کے حلقہ میں داخل ہونے والے ۴۶ افراد تھے۔
- پہلی ہجرتِ حبشہ کے لیے مکہّ سے جانے والے افراد کی تعداد: ۱۲ مرد اور ۴ خواتین، کُل ۱۶ نفوس۔
- دوسری ہجرتِ حبشہ کے وقت کُل تعدادِ مہاجرین: ۸۳ نفوس۔
- مدینہ میں دعوت قبول کرنے والوں کا اوّلین حلقہ: یہ ۸ افراد تھے جنہوں نے

---

[1] استفادہ از محسنِ انسانیت از نعیم صدیقی۔

Marfat.com

پہلے پہل حضورؐ سے بیعت کی، (۱) براءؓ بن معرور (۲) کعبؓ بن مالک ،
(۳) ابوالہیثمؓ مالک بن تیہان (۴) اسعدؓ بن زرارہ (۵) رافعؓ بن مالک
بن عجلان (۶) قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ (۷) عقبہؓ بن عامر بن زید ،
(۸) جابرؓ بن عبداللہ۔

- دوسری بیعتِ عقبہ کے شرکاء : کلُ ۱۲ افراد اس مبارک موقع پر فیضیاب ہوئے۔
- تیسری بیعتِ عقبہ کے شرکاء : اس موقع پر ۷۳ مرد و زن حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلامی تحریک کے علمبردار بنے۔
- مکہ کے آخری دور (بہ زمانہ بیعتِ عقبہ ثالثہ) میں علمبردارانِ حق کی کلُ تعداد (تقریباً) : ۳۰۰ افراد
- ہجرت کے فوراً بعد مدینہ کی اسلامی آبادی کی تعداد (اندازاً) : جب اوّلین جمعہ پڑھا گیا تو یک صد مسلمان اس میں شریک ہوئے تھے۔ اگر شریک ہو سکنے والوں (خصوصاً عورتوں اور مریضوں) کی تعداد کا تصوّر بھی ذہن میں رکھیں تو کم سے کم تین صد مسلمان مدینہ کی آبادیوں میں موجود ہو چکے تھے۔
- بدر کے وقت مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد کا تخمینہ : مہاجرین اور انصار، مرد اور عورتیں ملا کر ۷۰۰۔ ۸۰۰ صد افراد کا تخمینہ لگایا جا سکتا ہے۔
- غزوۂ بدر کے دَور میں کرۂ ارضی پر مسلمانوں کی مجموعی تعداد (تخمیناً) : مدینہ کے سات آٹھ سو نفوس کے علاوہ حبشہ کے مقیم مہاجرین اور نجران، یمن، قبیلۂ غفار، بحرین اور دوسرے قبائل کے نومسلموں کی تعداد کو سامنے رکھیں تو جملۂ عددی قوت ایک ہزار یا اس سے کچھ زائد کا تخمینہ لگایا جا سکتا ہے۔
- مختلف معرکوں اور مہمات میں علمبردارانِ اسلام کی عددی قوت :

Marfat.com

غزوۂ اُحد :	۶۵۰ تا ۷۰۰	تخمیناً
غزوۂ دومۃ الجندل (تصادم کے بغیر)	۱۰۰۰	"
غزوۂ احزاب	۳۰۰۰	"
سفرِ حدیبیہ	۱۴۰۰	"
غزوۂ خیبر	۱۴۲۰ (۲۰ خواتین شریک تھیں)	تخمیناً
سریۂ مُوتہ	۳۰۰۰	تخمیناً
غزوۂ فتح مکّہ	۱۰۰۰۰	"
غزوۂ حنین و محاصرۂ طائف	۱۲۰۰۰	"
غزوۂ تبوک	۳۰۰۰۰	"
شرکائے حجۃ الوداع	۱۲۴۰۰۰ یا ۱۴۴۰۰۰	"

حضور اکرمؐ کی اسلامی دعوت کے عددی نشوونما کا جائزہ لیتے ہوئے یہ پہلو بہت اہم ہے کہ حضورؐ کی انقلابی جدّوجہد میں خواتین شروع سے برابر حصہ دار رہی ہیں اور انہوں نے تاریخ کا رُخ موڑنے کے لیے ہر مرحلے میں اپنا فرض سرانجام دیا ہے۔ مکہّ کے سنگین ابتلا میں وہ شریک تھیں۔ ہجرتوں میں وہ مردوں کے ہمسفر رہیں، معرکہ ہائے جہاد میں انہوں نے اپنا سا حصّہ ادا کیا، بلکہ خواتین کے لیے یہ بات بہت بڑا سرمایۂ فخر ہے کہ حضورؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے، حضورؐ کی ڈھارس بندھانے اور حضورؐ کو پورا تعاون پیش کرنے والی ہستی بھی ایک خاتون ہی کی تھی، یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ!

حقیقت یہ ہے کہ حضورؐ جس ہمہ گیر بُنیادی تبدیلی کو برپا کرنے کے لیے اُٹھے تھے وہ بغیر خواتین کے تعاون کے پوری شان سے بمشکل ہی پیدا ہوسکتی تھی۔ گھروں کا محاذ اگر کسی جدّوجہد سے بے تعلّق ہو تو کام کی رفتار بے حد گر جاتی ہے۔ حضورؐ کی اسلامی دعوت نے مردوں کی طرح عورتوں سے جذبات، اموال، محنتوں اور قربانیوں کا

Marfat.com

بھرپور خراج وصول کیا۔ چنانچہ ۳ سال کے اولین اہلِ ایمان جو تعداد میں ۵۶ تھے، اُن میں ۱۲ خواتین تھیں۔ پہلی ہجرتِ حبشہ کے مہاجرین ——— میں بھی خواتین شامل تھیں۔ حضورؐ سے قبل مدینہ کو ہجرت کرنے والے مہاجرین میں بھی کم از کم ۱۰ خواتین شامل تھیں۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی خطابت

رسولِ اکرمؐ عرب میں فصیح ترین تھے۔ آپؐ کی تقریر سُننے والے مسحور ہو جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ خطابت اور تقریر نبوّت کا نہایت ضروری عنصر ہے۔ اسی بنا پر جب خُدا نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا تو اُن کو یہ دُعا مانگنا پڑی:

وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِيۡ يَفۡقَهُوۡا قَوۡلِيۡ

"خداوندا! میری زبان کی گرہ کھول کہ لوگ میری بات سمجھیں۔"

لیکن رسول اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صفت کامل عطا کی گئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا:

انا افصح العرب "مَیں فصیح ترین عرب ہوں۔"

بعثت بجوامع الکلم "مَیں کلماتِ جامع لے کر مبعوث ہوا ہوں۔"

عرب میں اگرچہ ہر قبیلہ فصاحت و بلاغت کا مدعی تھا، لیکن دو قبیلے اس صفت میں نمایاں ترین امتیاز رکھتے تھے، قریش اور بنو ہوازن، قریش خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ تھا، اور بنو ہوازن کے قبیلے میں آپؐ نے پرورش پائی تھی۔

انداز بیان:

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نہایت سادہ طریقہ پر خطبہ دیتے تھے۔ آپؐ جب اپنے حجرے سے خطبہ دینے کے لیے نکلتے تو سلاطین کی طرح نہ آپ کے ساتھ محافظ

Marfat.com

ہوتے تھے نہ آپؐ خطباء کا لباس پہنتے تھے، بس ہاتھ میں صرف ایک عصا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی کمان پر ٹیک لگا کر بھی خطبہ دیتے تھے۔

جمعہ اور عید کا خطبہ تو متعیّن تھا، لیکن اس کے علاوہ خطبہ کا کوئی وقت اور موضوع مقرّر نہ تھا۔ جب ضرورت پیش آتی، آپؐ فوراً خطبہ کے لیے تیّار ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے زمین پر، منبر پر، اُونٹ پر، جس جگہ بھی جیسا موقع پیش آیا، خطبہ دیا۔ ضرورت کے لحاظ سے اگرچہ آپؐ کو کبھی کبھی طویل خطبہ بھی دینا پڑتا تھا، لیکن عموماً آپؐ کے خطبے مختصر ہوا کرتے تھے۔

عام پند و نصیحت اور تعلیم و تربیّت کی باتیں عام زبان میں بیان ہوتیں، لیکن جب کلام کو خاص طور پر مؤثر بنانا مقصود ہوتا تو خطبہ کو عموماً سوال کی صورت میں شروع فرماتے تھے۔ غزوۂ حنین میں آپؐ نے انصار کے سامنے جو خطبہ دیا وہ اوّل سے آخر تک سوال و جواب کے انداز میں تھا۔ آپؐ کی خطابت کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ گاہے گاہے جوشِ بیان سے آنکھیں سُرخ اور آواز نہایت بلند ہو جاتی، جوش و جذبہ بڑھ جاتا، انگلیاں اور ہاتھ بھی اُٹھتے، گویا یہ معلوم ہوتا کہ آپؐ کسی فوج کو جنگ کے لیے اُبھار رہے ہیں۔ جوشِ بیان میں جسدِ مبارک کبھی کبھی جھُوم جاتا تھا۔ ہاتھوں کو حرکت دینے سے کبھی کبھی پٹھوں کے چٹخنے کی آواز بھی آتی تھی۔ کبھی مُٹھی بند کر لیتے اور کبھی کھول دیتے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اس قسم کی پُرجوش خطابت کی نہایت عُمدہ تصویر اِن الفاظ میں کھینچی ہے:

"میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو منبر پر خُطبہ دیتے ہوئے سُنا، آپؐ نے فرمایا کہ "خداوند صاحبِ جبروت آسمان و زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا"۔ یہ بات فرماتے ہوئے آپؐ کبھی اپنی مُٹھی بند کر لیتے تھے اور پھر کبھی کھول دیتے تھے۔ آپؐ کا جسمِ مبارک کبھی دائیں اور کبھی

Marfat.com

بائیں جُھک جاتا تھا، یہاں تک کہ میں نے منبر کو دیکھا تو اس کا سب سے نچلا حصہ بھی مسلسل ہل رہا تھا۔ وہ اتنا ہل رہا تھا کہ میں نے خیال کیا شاید وہ آپؐ کو لے کر گر تو نہیں پڑے گا۔"

رسولِ اکرمؐ کے خطبات کے موضوعات:

رسولِ اکرمؐ کے خطبات اور ان کے جستہ جستہ فقرے بغیر کسی خاص ترتیب کے احادیث میں جمع کر دیے گئے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف حیثیتیں تھیں اور اس کا اثر آپؐ کے طرزِ بیان پر پڑتا تھا۔ آپؐ داعئ دینِ اسلام اور فاتح تھے، واعظ تھے، قاضی تھے، پیغمبر تھے۔ آپؐ کی حیثیتوں کے اس اختلاف کے سبب آپؐ کی خطابت میں مختلف موضوعات ہوتے تھے، پھر بلاغت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ آپؐ بحیثیت داعئ مذہب جب خطبہ دیتے تھے تو آپؐ کے خطاب میں نہایت زور اور جوش پیدا ہو جاتا تھا اور اس وقت آپؐ کی حیثیت بالکل ایک امیر الجیش کی محسوس ہوتی تھی۔

۱۔ کوہِ صفا پر خطاب:

جب آپؐ کو حکم ہوا کہ اپنے اقربا کو خدا سے ڈرائیں تو آپؐ نے قریش کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا، اگرچہ ابولہب کی شقاوت نے اس خطبہ کو پورا نہیں ہونے دیا۔ اس وقت آپؐ کی زبان سے جو چند جملے نکلے، ان سے آپؐ کے زورِ بیان کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ آپؐ نے صفا پر چڑھ کر پہلے پکارا "یا صباحاہ" یہ وہ لفظ ہے جو انتہائی خطرے اور خوف کے لیے بولا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"بتاؤ اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک فوج نکلا چاہتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔"

سب نے جواب دیا، اب تک آپ کی نسبت ہم کو کسی قسم کی دروغگوئی کا

Marfat.com

تجربہ نہیں ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

"میں تمھیں ایک ایسے عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمھارے سامنے ہے۔"

۲۔ انصارِ مدینہ سے خطاب:

غزوۂ حنین میں آپؐ نے تمام اموالِ غنیمت مؤلفۃ القلوب کو دے دیے اور انصار بالکل محروم رہ گئے۔ اس پر انصار کے بعض نوجوانوں کو بہت ناگوار ہوا، اور انہوں نے کہا "خدا پیغمبر کی مغفرت کرے، قریش کو دیتا ہے اور ہم کو چھوڑ دیتا ہے حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک ان کا خون ٹپک رہا ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس کی خبر ہوئی تو تمام انصار کو ایک خیمہ میں جمع کر کے اصل حقیقت دریافت فرمائی، سن رسیدہ لوگوں نے کہا، "چند نوجوانوں نے یہ کہا ہے، لیکن ہم میں سے صاحب الرائے لوگوں نے اس بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔" اس موقع پر آپؐ نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

"اے گروہِ انصار! کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا، پس خدا نے میری وجہ سے تمھیں ہدایت دی، تم متفرق تھے، خدا نے میری وجہ سے تم کو مجتمع کر دیا، تم محتاج تھے، خدا نے میری وجہ سے تم کو غنی کر دیا۔"

انصار ہر بات پر کہتے جاتے تھے "خدا اور اس کا رسولؐ بہت امین ہے۔" آپؐ نے فرمایا "یہ کیوں نہیں کہتے کہ اے محمدؐ! تم اس حالت میں آئے تھے کہ لوگ تمھاری تکذیب کرتے تھے، ہم نے تمھاری تصدیق کی، تمھارا کوئی مددگار نہ تھا، ہم نے تمھاری مدد کی، تم گھر سے نکالے ہوئے تھے، ہم نے تم کو گھر دیا، تم محتاج تھے، ہم نے تمھاری غمخواری کی۔" اس کے بعد آپؐ نے اصل اعتراض کا جواب دیا:

"کیا تم یہ نہیں پسند کرتے کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کے جائیں اور تم اپنے گھروں میں خود پیغمبر کو لے کر جاؤ، خدا کی قسم، تم لوگ جو لے کر

Marfat.com

واپس جاتے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس کو تمام لوگ لے کر جاتے ہیں۔"

۳۔ فتح مکہ پر آپؐ کا خطاب:

فاتحانہ حیثیت سے آپؐ نے صرف فتح مکہ کے موقع پر ایک تقریر کی تھی جس کے جستہ جستہ فقرے کتابوں میں مذکور ہیں، مکہ عرب کے نزدیک نہایت مقدس شہر تھا، حرم ایک دارالامان تھا جس میں کبھی خونریزی نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے اس کے احترام کی بحالی ضروری تھی۔ آپؐ نے اپنے خطاب میں اس کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ سب سے پہلے آپؐ نے صحابہؓ کی طرف مخاطب ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"خدا نے جس دن آسمان اور زمین کو پیدا کیا، اسی دن مکہ کو حرام کر دیا۔ پس وہ بحرمت خدا حرام ہے، وہ مجھ سے پہلے نہ کسی پر حلال ہوا اور نہ میرے بعد کبھی حلال ہو گا اور میرے لیے بھی بجز چند ساعتوں کے ہرگز حلال نہیں ہوا، نہ اس کے شکاروں کو بدکایا جا سکتا ہے اور نہ اس کا کانٹا کاٹا جا سکتا ہے اور نہ اس کی گھاس کاٹی جا سکتی ہے اور نہ اس کی گمشدہ چیز حلال ہو سکتی ہے بجز اس شخص کے جو اُس کو ڈھونڈ رہا ہے۔"

۴۔ حجۃ الوداع کا خطاب:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا سب سے مہتم بالشان خطاب وہ ہے جو آپؐ نے حجۃ الوداع میں کیا تھا۔ یہ خطبہ صرف احکام کا ایک سادہ سا مجموعہ ہے جس کو قدرۃً خشک اور روکھا پھیکا ہونا چاہیے تاہم سلاست، روانی اور شستگیٔ الفاظ کے لحاظ سے یہ خطبہ بھی اور خطبوں سے کم نہیں ہے۔ آپؐ نے اس خطبہ کی اہمیت اس طرح ظاہر کی۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"لوگو! سنو! کیونکہ شاید اس سال کے بعد اس جگہ اس مہینہ میں، اس شہر میں مَیں تم سے نہ مل سکوں۔"

Marfat.com

سادہ سا جملہ یہ تھا کہ "غالباً یہ میری عمر کا آخری سال ہے۔" لیکن اس تفصیل اور اس پیرایۂ بیان نے اس مفہوم کو اور بھی زور دار بنا دیا۔ آپؐ نے مزید فرمایا: "مسلمانوں کی عزّت، آبرو، جان، مال سب مسلمانوں پر حرام ہے۔" اس مطلب کو اس بلیغ طریقہ سے ادا کیا:

"کیا جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے"؟ لوگوں نے کہا "خدا اور رسولؐ کو اس کا علم ہے"۔ آپؐ نے فرمایا: "یہ یوم الحرام ہے، کیا جانتے ہو کہ یہ کونسا شہر ہے؟" لوگوں نے کہا: "خدا اور رسولؐ کو اس کا علم ہے"۔ آپؐ نے فرمایا: "بلد الحرام ہے۔ کیا جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟" لوگوں نے کہا: "خدا اور رسولؐ کو اس کا علم ہے"۔ آپؐ نے فرمایا: یہ شہر حرام ہے۔"

اس طرح جب لوگوں کے دل میں اس دن، اس مہینہ اور اس شہر کی حرمت کا خیال تازہ ہو گیا تو آپؐ نے اصل مقصود کو بیان فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا:

"خدا نے تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری آبرو تم پر اس مہینہ میں، اس شہر میں، اس دن کی حرمت کی طرح حرام کیا، میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم میں ہر ایک دوسرے کی گردن مارے۔"

پھر آپؐ نے مساوات کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"تمہارا خدا ایک، تمہارا باپ ایک، تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے، خدا کے نزدیک تم میں شریف تر وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔"

آپؐ نے مزید فرمایا:

"زمانہ پھر پھر کے پھر اسی مرکز پر آ گیا ہے جیسا کہ اس دن تھا جب خدا

Marfat.com

نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا۔"

۵۔ مدینہ منوّرہ میں خطاب:

آپؐ کی ایک حیثیّت ایک معلّم اور واعظ کی بھی تھی۔ آپؐ نے اس حیثیّت سے جو خطبے دیے ہیں وہ اگرچہ نہایت سادہ ہیں تاہم ان میں بلاغت کا اسلوب موجود ہے، اگرچہ اخلاقی تعلیمات کے لیے سادہ الفاظ، واضح جملے اور مختصر ترکیبوں سے مطالب کو ذہن نشین کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اس حیثیّت سے جو خطبے دیے ہیں، اُن میں سے ایک یہ تھا۔ فرمایا:

"لوگو! اسلام پھیلاؤ، کھانا کھلایا کرو، نماز پڑھا کرو، جب اور لوگ سوتے ہوں، جنّت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔"

مدینہ میں جو سب سے پہلا جمعہ آپؐ نے پڑھا، اُس میں آپؐ نے فرمایا:

"حمد و ثنا کے بعد اے لوگو! اپنے لیے پہلے سے سامان کر لو، تم کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کی قسم تم میں سے ایک جب اپنے ہوش و حواس کھو چکے گا اور اپنی بکریوں (مال و دولت) کو چھوڑ جائے گا جن کا کوئی نگہبان نہ ہوگا، پھر خدا اس کے لیے بیچ میں نہ کوئی ترجمان ہے نہ دربان ہے جو روکے گا، اس سے کہے گا کہ کیا تیرے پاس میرا فرستادہ نہیں آیا اور میرا پیغام نہیں پہنچایا، اور میں نے تم کو دولت دی اور حاجت سے زیادہ نہیں عطا کیا، تو تُو نے اپنے لیے پہلے سے کیا سامان کیا۔ اس وقت وہ بندہ دائیں بائیں دیکھے گا تو اس کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنّم کے سوا اس کو کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ پس جس کو قدرت ہو وہ اپنے کو اس آگ سے بچائے گو چھوہارے کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو۔ کسی کے پاس یہ بھی نہ ہو تو ایک اچھی اور خوش اخلاقی کی بات ہی سے

Marfat.com

کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا بلکہ سات سو گنا دیا جائے گا۔ تم پر خدا کی سلامتی اور اس کی رحمت و برکت نازل ہو۔"

مدینے میں ہی ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے فرمایا:

"خدا کی حمد ہو، میں خدا کی حمد کرتا ہوں اور ہم اس کے دامن میں اپنے نفس کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے پناہ چاہتے ہیں جس کو خدا ہدایت دے، اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ ہدایت نہ دے اس کی کوئی رہنمائی کرنے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ وہی تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ بہترین کلام خدا کی کتاب ہے۔ کامیاب ہوا وہ جس کے دل کو خدا نے اس سے آراستہ کیا اور اس کو کفر کے بعد اسلام میں داخل کیا، انسانوں کی باتوں کو چھوڑ کر خدا کے کلام کو پسند کیا، کیونکہ خدا کا کلام سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ پُر اثر ہے۔ جس کو خدا دوست رکھتا ہے تم بھی دوست رکھو اور خدا کو دل سے پیار کرو اور اس کے کلام اور ذکر سے کبھی نہ تھکو اور تمہارے دل اس کی طرف سے سخت نہ ہوں۔ پس خدا ہی کو پوجو اور کسی کو اس کا ساجھی نہ بناؤ، اور اس سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور خدا سے سچی بات کہو اور آپس میں ایک دوسرے کو ذاتِ الٰہی کے واسطہ سے پیار کرو۔ خدا اس سے ناراض ہوتا ہے کہ کوئی اپنے عہد کو پورا نہ کرے، تم پر خدا کی سلامتی اور رحمت اور برکت نازل ہو۔"

ایک دوسرے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں یہ باتیں بیان فرمائیں:

Marfat.com

"خدا سوتا نہیں اور نہ سونا اس کی ذات کے شایان شان ہے۔ وہی قسمت کو پست و بلند کرتا ہے۔ رات کے اعمال اس کو دن سے پہلے پہنچ جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات سے پہلے۔ خدا کا پردہ نور ہے۔"

آپؐ جمعہ کے خطبہ میں عموماً زہد، خوفِ الٰہی، تعلق باللہ، حسنِ اخلاق، خوفِ قیامت، عذابِ قبر اور صفاتِ الٰہی کے مضامین بیان فرمایا کرتے۔ ہفتہ میں کوئی مہتم بالشان واقعہ پیش آتا تھا تو اُس کے متعلق خطاب جمعہ میں ہدایت فرماتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ کسی نئے خطاب کے بجائے قرآن مجید کی کوئی آیات اور ان کے مضامین بیان فرما دیا کرتے۔ عید کے خطبہ میں آپؐ بالعموم صدقہ پر خاص طور پر زور دیتے تھے۔ اتفاقی خطبے ضرورت کے موقع پر دیا کرتے تھے اور ان میں بھی حالات کی مناسبت سے مطالب بیان فرماتے تھے۔

۶۔ ردِّ بدعات کے لیے خطاب:

ایک دفعہ آفتاب میں گہن لگا۔ اتفاق سے اسی دن آپؐ کے کمسن فرزند حضرت ابراہیم نے وفات پائی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ گہن اسی لیے لگا ہے۔ آپؐ نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"حمد و ثنا کے بعد لوگو! آفتاب و ماہتاب خدا کی دو نشانیاں ہیں، وہ کسی کے مرنے سے تاریک نہیں ہوتے۔"

جس چیز کو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا، اس کو یہیں دیکھ لیا، یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو بھی، اور ہاں مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے جس طرح دجال سے آزمائے جاؤ گے۔ تم میں سے ہر ایک شخص کے پاس ایک آنے والا آئے گا اور پوچھے گا کہ اس شخص (یعنی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت کیا جانتے ہو؟ یقین والے کہیں گے کہ یہ

Marfat.com

محمدؐ ہیں، یہ خدا کے رسولؐ ہیں جو نشانیاں اور ہدائیتیں لے کر آئے، تو ہم نے ان کو قبول کیا اور ان کی پیروی کی، اور منشکک کہیں گے، میں نہیں جانتا لوگوں کو، جو کہتے سُنا وہ کہہ دیا۔

میرے سامنے وہ تمام مقدمات پیش ہوئے اور وہ جنّت جس میں تم داخل ہو گے، اگر میں چاہتا تو اس کا پھل توڑ لیتا، لیکن میرے ہاتھ روک دیے گئے۔ دوزخ میرے سامنے لائی گئی، میں نے اس میں ایک عورت کو دیکھا جس کو صرف اس لیے سزا دی جا رہی تھی کہ اس نے ایک بلّی کو باندھ رکھا تھا۔ نہ اس کو خود کچھ کھانے کو دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کی گری پڑی کوئی چیز کھائے۔ میں نے دوزخ میں ابو ثمامہ عمرو ابن مالک کو دیکھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو کہتے تھے کہ آفتاب و ماہتاب میں کسی بڑے آدمی کی موت سے گہن لگتا ہے، حالانکہ وہ تو خدا کی دو نشانیاں ہیں، جب تم گہن دیکھو تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ، تا آنکہ وہ صاف ہو جائے۔"

۷۔ مذمّتِ بدعات کا خطاب :

حمد و ثنا کے بعد فرمایا :

"صرف دو باتیں ہیں، قول اور عملی طریقہ، تو عمدہ کلام خدا کا کلام ہے اور عمدہ طریقہ محمدؐ کا طریقہ ہے۔ خبردار! (مذہب میں) نئی باتوں سے بچو۔ نئی باتیں بدترین چیزیں ہیں۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ تم کو درازیٔ عمر کا خیال نہ پیدا ہو کہ تمہارے دل سخت ہو جائیں اور جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے، دُور وہ چیز ہے جو آنے والی نہیں ہے۔ بدبخت اپنی ماں کے پیٹ میں بدبخت ہوتا ہے۔

Marfat.com

خوش نصیب وہ ہے جو غیر سے موعظت حاصل کرے۔ خبردار! مسلمان سے لڑنا کفر، اور اس سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے۔ مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے رنجیدہ رہے۔ ہاں خبردار! جھوٹ سے پرہیز کرنا۔"

حضورؐ کے خطبات کی اثرانگیزی:

رسول اکرمؐ کے خطبات تاثیر اور رقت انگیزی میں معجزۂ الٰہی تھے۔ پتھر سے پتھر دل بھی اُن کو سُن کر چند لمحوں میں موم ہو جاتا تھا۔ مکہ میں ایک دفعہ آپؐ نے سورۂ والنجم کی آیتیں تلاوت کر کے سنائیں تو یہ اثر ہوا کہ آپؐ کے ساتھ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے کفار بھی سجدہ میں گر پڑے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ جاہلیت کے ایک دوست جو جھاڑ پھونک کرنا جانتے تھے، یہ سُن کر کہ (نعوذ باللہ) آپؐ کو جنون ہے، بغرضِ علاج آئے۔ آپؐ نے ان کے سامنے مختصر سی تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ محمدؐ! ذرا اس کو پھر دُہرائیے۔ غرض آپؐ نے کئی بار تقریر دُہرائی، تو اخیر میں انہوں نے کہا: "میں نے شاعروں کے قصیدے اور کاہنوں کے کلام سُنے ہیں، لیکن یہ تو چیز ہی اور ہے۔"

ایک دفعہ ایک نومسلم قبیلہ ہجرت کر کے مدینہ آیا۔ آپؐ نے ان کی امداد کی ضرورت سمجھی۔ مسجدِ نبویؐ میں تمام مسلمان جمع ہوئے تو آپؐ نے ایک خطبہ دیا جس میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی کہ تمام انسان ایک ہی نسل سے ہیں۔ فرمایا:

"اے لوگو! اُس خدا سے ڈرو جس نے ایک ذات سے تم سب کو پیدا کیا۔"

اس کے بعد فرمایا:

"درہم، کپڑا، غلّہ، بلکہ چھوہارہ کا ایک ٹکڑا، جو ہو، راہِ خدا میں دو۔"

Marfat.com

مدینہ کے مسلمانوں کی مالی حالت جیسی تھی، وہ ہر شخص کو معلوم ہے، لیکن اس کے باوجود آپؐ کی رقّت انگیز اور مؤثر تقریر سے یہ عالم پیدا ہوگیا کہ ہر صحابی کے پاس جو کچھ تھا، اس نے لاکر سامنے رکھ دیا۔ بعض نے اپنے کپڑے تک اُتار کر دے دیے، کسی نے گھر کا غلّہ لاکر دے دیا۔ ایک انصاری گئے اور گھر سے اشرفیوں کا ایک توڑا اُٹھا لائے جو اس قدر بھاری تھا کہ بمشکل اُن سے اُٹھ سکتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کے سامنے غلّہ اور کپڑے کے دو بڑے بڑے ڈھیر لگ گئے۔ خوشی سے آپؐ کا چہرہ مبارک کُندن کی طرح دمکنے لگا۔

سخت سے سخت اشتعال انگیز اوقات میں آپؐ کے چند فقرے معاملہ کو رفع دفع کرکے جوشِ محبّت کا دریا بہا دیتے تھے۔ اوس و خزرج کی سالہا سال کی عداوتیں اسی اعجاز کی بدولت باہمی محبت سے بدل گئیں۔ غزوۂ بدر سے پہلے ایک دفعہ آپؐ سوار ہوکر نکلے۔ مسلمان اور منافقین یکجا بیٹھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے تو ادب سے سلام کیا، لیکن منافقین نے ایک گستاخانہ فقرہ استعمال کیا۔ یہ چنگاری تھی جس نے خرمن میں آگ لگادی۔ قریب تھا کہ جنگ وجدال شروع ہوجائے، لیکن آپؐ کے چند فقروں نے آگ پر پانی ڈال دیا۔

غزوۂ مصطلق سے واپسی میں ایک واقعہ پر بعض منافقین نے اشتعال پیدا کیا اور بہت ممکن تھا کہ مہاجرین و انصار باہم دست و گریباں ہوجائیں کہ عین وقت پر آنحضرتؐ کو خبر ہوئی۔ آپؐ تشریف لائے تو اس طرح کی تقریر فرمائی کہ چند لمحوں میں ہی مہاجرین و انصار شیر و شکر ہوگئے۔ واقعۂ افک میں اوس و خزرج میں اس قدر اختلاف پیدا ہوا کہ خاص مسجدِ نبویؐ میں شاید تلواریں نیام سے نکل پڑتیں۔ آپؐ منبر پر تشریف فرما تھے، آپؐ نے سلسلۂ تقریر جاری رکھا اور اثر یہ تھا کہ برادرانہ محبت کی لہریں پھر جاری ہوگئیں۔

Marfat.com

غزوۂ حنین میں مالِ غنیمت کی تقسیم پر جب انصار میں آزردگی پیدا ہو گئی، تو اس وقت آپؐ نے جس بلیغانہ انداز میں تقریر فرمائی، وہ سب کے علم میں ہے۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ وہی انصار جو چند لمحے پہلے کبیدہ خاطر ہو رہے تھے، اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور دل کا سارا اغبار آبِ کوثر کے اُن قطروں سے دفعتہً دُھل گیا۔

ایک صحابیؓ رسولِ اکرمؐ کے خطاب کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

"صبح کی نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایسا مؤثر وعظ کیا کہ ہماری آنکھیں اشک ریز ہو گئیں اور دل کانپ اُٹھا۔"

ایک اور مجلسِ وعظ کے تاثیر کی کیفیت حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے اور اس میں فتنۂ قبر کو بیان کیا جس میں انسان کی آزمائش کی جائے گی۔ جب حضورؐ نے یہ بیان کیا تو مسلمان چیخ اُٹھے۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آپؐ تقریر فرما رہے تھے کہ آپؐ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے: وَالَّذِی نفسی بیدہٖ (قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے)۔ یہ الفاظ آپؐ نے تین دفعہ فرمائے اور پھر آپؐ جھک گئے۔ لوگوں پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ جو جہاں تھا، وہیں سر جھکا کر رونے لگا اور ہمیں ہوش بھی نہ رہا کہ آپؐ قسم کس بات پر کھا رہے ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن آپؐ نے خطاب فرمایا۔ یہ خطبہ اس قدر مؤثر تھا کہ میں نے ایسا خطبہ نہیں سُنا۔ اثنائے تقریر میں آپؐ نے فرمایا:

Marfat.com

"اے لوگو! جو میں جانتا ہوں، اگر تم وہ جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔"

اس فقرہ کا ادا ہونا تھا کہ لوگوں کی یہ حالت ہوگئی کہ منہ پر کپڑے ڈال کر سب بے اختیار رونے لگے۔

یہ تھا حضورؐ کی خطابت کا رنگ اور یہ تھے اس کے اثرات جس سے دلوں کی دُنیا تہ و بالا ہو جاتی تھی۔[1]

---

[1] استفادہ از سیرت النبیؐ از سید سلیمان ندویؒ۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کا دستورِ ریاست

جب رسولِ اکرمؐ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورّہ میں منتقل ہوئے تو آپؐ نے یہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے مسلمانوں، ہمدردوں اور اتحّادیوں کو منظّم کیا اور ایک ریاست کی بنیاد ڈالی جس کے لیے ایک دستور بنایا گیا۔ یہ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ "دُنیا کا پہلا تحریری دستور" ہے۔ اس سے پہلے کا کوئی تحریری دستور دُنیا میں موجود نہیں تھا۔ ابنِ ہشام نے اس دستور کا پُورا متن محفوظ کر دیا ہے جس کا ترجمہ دیا جا رہا ہے۔

دستورِ مدینہ:

اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

- یہ دستور محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے (جاری ہوا) یہ قریش اور یثرب کے مومنوں اور مسلمانوں کے درمیان ہے اور جو ان کی اتباع کریں ان کے ساتھ الحاق کریں اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔
- یہ تمام (گروہ) دوسرے لوگوں سے الگ اُمّتِ واحدہ ہیں۔
- قریش کے مہاجرین اپنے موجودہ رواج کے مطابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کریں گے۔
- بنو عوف اپنے موجُودہ رواج کے مطابق حسبِ سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا

Marfat.com

کرے گی۔

○ بنو ساعدہ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسبِ سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

○ بنو الحارث اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسبِ سابق باہم خوُن بہا ادا کریں گے اور ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

○ بنو جُشم اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسبِ سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

○ بنو النجّار اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسبِ سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

○ بنو عمرو بن عوف اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسبِ سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

○ بنو النبیت اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسبِ سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

○ بنو الاوس اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسبِ سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے

Marfat.com

مطابق ادا کرے گی۔

- مومن اپنے کسی زیر بار قرضدار کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے بلکہ عرف کے مطابق فدیہ اور دیت میں اس کی مدد کریں گے۔
- کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے آزاد کردہ غلام کو اس کے خلاف اپنا حلیف نہیں بنائے گا۔
- مومنین، متقین اپنے میں سے ہر اس شخص کے خلاف ہوں گے جو بغاوت کرے گا یا جو مومنین کے درمیان ظلم یا غداری یا عدوان یا فساد کا ارتکاب کرے گا ایسے شخص کے خلاف مومنین کے ہاتھ ایک ساتھ اُٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔
- کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔
- اللہ کا ذمّہ ایک ہے۔ ادنیٰ ترین مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے مومنین دوسروں کے مقابلہ میں ایک دوسرے کے مددگار ہوں گے۔
- یہودیوں میں سے جو بھی ہماری اتّباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل رہے گی جب تک اس سے مُسلمانوں کو ضرر نہ پہنچے، نہ ہی وہ ان کے خلاف دوسروں کی مدد کرے گا۔
- مومنوں کی صلح ایک ہو گی اللہ کی راہ میں جنگ کے دوران کوئی مومن دوسرے مومن سے جداگانہ صلح نہیں کرے گا صلح صرف باہم مساوات اور عدل کے مطابق ہو گی۔
- جو دستہ ہمارے ساتھ شریک جنگ ہو گا ایک دوسرے کا پُشت پناہ ہو گا۔
- (ن) مومنین ایک دوسرے کا بدلہ لیں گے جو اللہ کی راہ میں خون بہانے پڑا نہیں

Marfat.com

پہنچے گا۔

(iii) مومنین متقین احسن اور اقوم ہدایت پر ہیں۔

○ کوئی مشرک قریش کو جان اور مال کی پناہ نہیں دے گا اور نہ کسی مومن کے خلاف ایسے کسی معاملہ میں دخل دے گا۔

○ جو شخص کسی مومن کو ناحق قتل کرے گا شہادت موجود ہوگی تو اس سے قصاص لیا جائے گا سوائے اس کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہو جائے۔ مومنین کی پوری قوت قاتل کے خلاف ہوگی۔ ان کے لیے بجز قیام حد کے کچھ جائز نہ ہوگا۔

○ کسی مومن کے لیے جو اس دستور کے مندرجات کا اقرار کر چکا ہو اور اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہو، جائز نہیں کہ وہ کسی فتنہ گر کی مدد کرے، یا اسے پناہ دے۔ جو اس کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا تو وہ روزِ قیامت اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستوجب ٹھہرے گا اور اس سے کوئی فدیہ یا بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

○ جب کبھی تمہارے درمیان کسی معاملہ میں کوئی اختلاف پیدا ہو تو اس کا حوالہ اللہ عزّوجل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف کرنا ہوگا۔

○ یہود مومنین کے ساتھ مل کر اخراجاتِ جنگ اٹھائیں گے، جب تک وہ دونوں (دشمن کے خلاف) حالتِ جنگ میں رہیں گے۔

○ بنو عوف کے یہود مومنین کے ساتھ ایک اُمّت ہوں گے۔ یہود کے لیے اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کے لیے اپنا دین ہوگا۔ اس میں ان کے موالی اور وہ خود (شامل ہوں گے) البتہ جو ظلم اور غداری کا ارتکاب کرے گا وہ اپنے آپ اور اپنے خاندان کے سوا کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالے گا۔

○ بنو النجّار کے یہود کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو بنو عوف کے یہود کے لیے ہیں۔

Marfat.com

- بنو الحارث کے یہود کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو بنو عوف کے یہود کے لیے ہیں۔
- بنو ساعدہ کے یہود کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو بنو عوف کے یہود کے لیے ہیں
- بنو جُشم کے یہود کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو بنو عوف کے یہود کے لیے ہیں۔
- بنو الاوس کے یہود کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو بنو عوف کے یہود کے لیے ہیں۔
- بنو ثعلبہ کے یہود کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو بنو عوف کے یہود کے لیے ہیں البتہ جو ظلم اور غدّاری کا ارتکاب کرے گا وہ اپنے آپ اور اپنے خاندان کے سوا کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالے گا۔
- جفنہ، ثعلبہ کی شاخ ہیں وہ انہیں کی حیثیّت میں شمار ہوں گے۔
- (i) بنو شطیبہ کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو بنو عوف کے یہود کے لیے ہیں۔
  (ii) وفا شعاری کو اپنایا جائے نہ کہ غدّاری کو۔
- ثعلبہ کے موالی انہیں کی حیثیّت میں شمار ہوں گے۔
- یہود کے گہرے دوست انہیں کی حیثیّت میں شمار ہوں گے۔
- (i) ان میں سے کوئی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی اجازت کے بغیر جنگ کے لیے نہیں نکلے گا۔
  (ii) کسی کو زخم کا بدلہ لینے سے نہیں روکا جائے گا۔
- اگر کوئی شخص کسی کی لاعلمی میں خوں ریزی کرے گا تو وہ اپنے آپ اور اپنے خاندان کو ہلاکت میں ڈالے گا بجز اس کے جس پر ظلم ہوا۔

Marfat.com

(ii) اللہ اس (دستور) کے صحیح ترین مشمولات کا محافظ ہے۔

- (i) یہود اپنے اخراجات برداشت کریں گے اور مسلمان اپنے اخراجات۔

(ii) اس دستور والوں سے جو کوئی جنگ کرے گا وہ اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

(iii) وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور باہم مشاورت کریں گے۔

(iv) وفاشعاری کو اپنایا جائے گا نہ کہ غدّاری کو۔

(v) کوئی شخص اپنے حلیف سے غدّاری نہیں کرے گا۔

(vi) مظلوم کی بہر حال مدد کی جائے گی۔

- یہود مومنین کے ساتھ مل کر اخراجاتِ جنگ اٹھائیں گے جب تک دونوں (دشمن کے خلاف) حالتِ جنگ میں رہیں گے۔
- وادیٔ یثرب اس صحیفہ والوں کے لیے حرم پاک قرار پائے گی۔
- پناہ گزین، پناہ دہندہ کی مانند ہو گا نہ کوئی اسے ضرر پہنچائے گا اور نہ وہ غدّاری کرے گا۔
- کسی عورت کو اس کے خاندان کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔
- (i) جب کبھی اس صحیفہ والوں کے درمیان کوئی حادثہ پیش آئے یا کوئی تنازعہ اُٹھ کھڑا ہو جس سے فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کا حوالہ اللہ عزّ وجل کی طرف اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف کرنا ہو گا۔

(ii) اللہ اس صحیفہ کے مشمولات کا محافظ و ضامن ہے۔

- نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ ان کو جو قریش کی مدد کریں گے۔
- یثرب پر حملہ آوروں کے خلاف وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔
- جب انہیں کسی صلح نامہ میں شرکت یا اس کی پابندی کے لیے پکارا جائے گا تو

Marfat.com

وہ اس میں شرکت کریں گے اور اس کی پابندی کریں گے اور جب وہ ایسے ہی کام کے لیے بلائیں گے تو یہ پابندی مومنین پر بھی ویسے ہی لازم ہوگی بجز اس شخص کے جو دین کی خاطر جنگ کرے گا۔

○ ہر گروہ اپنے حصے کا ذمہ دار ہوگا جو اس کی جانب ہوگا۔

○ (i) الاوس کے یہود، ان کے موالی اور خود ان کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو اس صحیفہ والوں کے لیے ہیں مع اس صحیفہ والوں کے ساتھ مکمل وفاشعاری کے۔

(ii) وفاشعاری کو اپنایا جائے گا نہ کہ غداری کو۔

(iii) کمانے والا جو کماتا ہے وہ اپنی کمائی کا ذمہ دار ہے۔

(iv) اللہ تعالیٰ اس صحیفہ کے صحیح ترین مشمولات کا محافظ ہے۔

○ (i) یہ دستور کسی ظالم اور غدار کے آڑے نہ آئے گا، جو کوئی باہر نکلے گا امن کا مستحق ہوگا اور جو کوئی گھر میں بیٹھا رہے گا وہ مدینہ میں امن کا مستحق ہوگا بجز اس کے جو ظلم کرے گا یا غداری کرے گا۔

(ii) اللہ ان کا محافظ ہے جو وفاشعار اور پرہیزگار ہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلّم) [1]

---

[1] استفادہ از رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر حمید اللہ۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کے معاہدات

رسولِ اکرمؐ کے بے شمار معاہدات ہیں جو اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں آپؐ نے مختلف لوگوں سے کیے۔ یہاں چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

معاھدۂ مدینہ:

(۱)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ منوّرہ تشریف لانے کے بعد وہاں کے انصاری قبائل اور یہودیوں کے مابین ایک معاہدہ فرمایا، جسے "صحیفہ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ صحیفہ ۵۲ دفعات پر مشتمل تھا۔ اس میں ابتدائی ۲۵ دفعات مسلمانوں اور عربی قبائل سے متعلق ہیں اور آخر کی ۲۷ دفعات میں یہودیوں کے حقوق و فرائض سے بحث کی گئی ہے جو انصار کے بعد مدینہ منوّرہ کی دوسری بڑی طاقت تھی۔ اس معاہدے کا تذکرہ دستورِ ریاست میں بھی آیا ہے۔

یہ صحیفہ مبارک گویا دُنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور (CONSTITUTION) ہے، جو خدا کے آخری پیغمبرؐ نے نوعِ انسانی کو عطا فرمایا۔

اس صحیفہ مبارک میں صاف طور سے وضاحت کر دی گئی ہے کہ حاکمیّتِ اعلیٰ صرف ذاتِ خداوندی کی ہے۔

اس معاہدے میں یہودیوں کو مسلمانوں کے سیاسی اور تمدّنی حقوق میں صراحت کے ساتھ مساوات دے کر پورے حقوقِ شہریّت عطا کیے گئے ہیں۔ ان کو مذہبی آزادی دیکر

Marfat.com

نہایت فیّاضانہ رواداری کا معاملہ برتا گیا ہے۔ اُن کی شریعت اور اُن کے حقوق کی مساوات تسلیم کی گئی ہے۔ اس میں اس امر کی صراحت بھی موجود ہے کہ دشمن سے کسی جنگ کی صورت میں اگر مسلمان اور یہودی اتّحادِ عمل کریں گے تو ہر حلیف اپنے مصارفِ جنگ خود برداشت کرے گا۔

اس معاہدے کے ذریعے مدینہ منوّرہ کو مکّہ مکرّمہ کی طرح حَرَم (مقدس مقام) قرار دے کر ایک متّحدہ مرکز بنا دیا گیا ہے اور ایک ایسا نظام قائم کیا گیا ہے جو بہت تھوڑے عرصے میں ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین برِاعظموں میں پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست حکومت کا صدر مقام بن گیا۔

اس عظیم معاہدے کے متن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دفعہ ۱ : خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ معاہدہ (تحریر) مہاجرینِ قریش اور اہلِ یثرب (مدینہ) میں سے اسلام لانے والوں اور اُن سب لوگوں کے لیے نافذ ہو گا جو مذکورہ جماعتوں کے ساتھ متفق ہوں اور اُن کے ساتھ جنگ میں شریک رہیں۔

دفعہ ۲ : غیر معاہدین کے مقابلہ میں معاہدین کی ایک علیحدہ جماعت (اُمّت) شمار ہو گی۔

دفعہ ۳ : مہاجرینِ قریش بجائے خود ایک جماعت ہیں، وہ حسبِ سابق اپنے مجرموں کی جانب سے دِیت کی ادائگی کے ذمّہ دار ہوں گے اور اپنے قیدیوں کو خود ہی فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔ یہ سب کام ایمان و انصاف کے ماتحت ہوں گے۔

دفعہ ۴ تا ۱۱ : بنی عَوف، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جُشَم، بنی النجّار،

Marfat.com

بنی عمرو، بنی النبّیت اور بنی الاوس اپنی اپنی جماعت کے خود ذمّہ دار ہوں گے اور بدستور سابق اپنی اپنی دیت باہم مل کر ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کو خود ہی فدیہ دے کر چھڑانے کے ذمّہ دار ہوں گے۔ یہ تمام کام اصولِ دیانت اور انصاف کے ماتحت انجام پائیں گے۔

دفعہ ۱۲ : مسلمانوں میں اگر کوئی مُفلس کسی ایسے جُرم کا مرتکب ہو جس پر دیت واجب ہوتی ہے، یا کہیں قید ہو جائے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہو گا کہ وہ اس شخص کی جانب سے دیت یا فدیہ ادا کر کے اُسے چھڑائیں تاکہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں نیکی اور ہمدردی رُونما ہو۔

دفعہ ۱۳ : کوئی مُسلمان کسی دوسرے مسلمان کے آزاد کردہ غلام کی مخالفت نہیں کرے گا۔

دفعہ ۱۴ : مسلمانوں پر فرض ہو گا کہ وہ ہر ایسے شخص کی علی الاعلان مخالفت کریں جو فتنہ و فساد برپا کرتا ہو اور خلقِ خدا کو ستاتا ہو یا زبردستی کوئی چیز حاصل کرنا چاہے اور سرکشی اختیار کرے، ایسے شخص کو سزا دینے میں تمام مُسلمان آپس میں متفق رہیں گے، خواہ وہ شخص اُن میں سے کسی کا فرزند ہی کیوں نہ ہو۔

دفعہ ۱۵ : کسی مُسلمان کو یہ حق نہ ہو گا کہ وہ کسی مُسلمان کو کسی کافر (محارب) کے بدلے میں قتل کرے یا کسی مُسلمان کے مقابلے میں کسی محارب کو مدد پہنچائے۔

دفعہ ۱۶ : خدا کا عہد، ذمہ داری اور پناہ ایک ہی ہے، یعنی اگر کسی مسلمان نے کسی کو پناہ دے دی تو اس کی پابندی تمام مسلمانوں پر لازم ہو گی، خواہ پناہ دینے والا ادنیٰ درجے کا مُسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ تمام مسلمان دوسروں کے بالمقابل آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

Marfat.com

دفعہ ۱۷ : جن یہود نے ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے اُن کے متعلق مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کو مدد دیں اور مواسات کا برتاؤ کریں۔ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے اور نہ ان کے خلاف ان کے دشمن کو مدد دی جائے۔

دفعہ ۱۸ : سب مسلمانوں کی صلح ایک ہی ہوگی۔ جب اللہ کی راہ میں جنگ ہو تو کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو چھوڑ کر دشمن سے اس وقت تک صلح نہیں کرے گا جب تک وہ صلح سارے مسلمانوں کے لیے برابر اور یکساں نہ ہو۔

دفعہ ۱۹ : اُن تمام جماعتوں کو جو ہمارے ساتھ جنگ میں حصّہ لیں گی نوبت بہ نوبت آرام کرنے کے لیے موقع دیا جائے گا۔

دفعہ ۲۰ : جو مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو جائیں اُن کے پسماندگان کا تکفّل تمام مسلمانوں پر واجب ہوگا۔

دفعہ ۲۱ : بلاشبہ تمام متّقی اور پرہیزگار مسلمان راہِ راست اور سب سے اچھّے طریقے پر ہیں۔

دفعہ ۲۲ : کوئی غیر مسلم معاہد قریش کی جان و مال کو کسی طرح کی پناہ نہ دے گا اور نہ کسی غیر مسلم کو کسی مسلمان کے مقابلے میں مدد پہنچائے گا۔

دفعہ ۲۳ : کوئی شخص اگر کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے اور ثبوت موجود ہو تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ ہاں، اگر مقتول کا وارث دیت لینے پر رضامند ہو جائے تو دیت ادا کر کے گلوخلاصی ہو سکتی ہے۔ تمام مسلمانوں پر بلا استثناء اس امر کی تعمیل لازمی ہوگی۔ مذکورہ امور کے علاوہ کوئی اور چیز قابلِ قبول نہ ہوگی۔

دفعہ ۲۴ : کسی مسلمان کے لیے جس نے اس صحیفہ کو تسلیم کر کے اس کی پابندی کا اقرار کر لیا ہے اور وہ خدا اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُس کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہو گا کہ وہ کوئی نئی بات پیدا کرے، اور نہ یہ جائز ہو گا کہ وہ کسی ایسے شخص سے معاملہ رکھے

Marfat.com

جو اس معاہدے کا اہتمام نہ کرتا ہو۔ جو شخص اس امر کی خلاف ورزی کرے گا، قیامت کے دن اُس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہو گا اور اس بارے میں اس کا کوئی عُذر اور توبہ قبول نہ کی جائے گی۔

دفعہ ۲۵ : اہلِ معاہدہ میں جب کسی چیز کے متعلق آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اُس کے فیصلے کے لیے خدا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رجوع کیا جائے گا۔

دفعہ ۲۶ : اس معاہدے کے بعد یہود پر لازم ہو گا کہ وہ جنگ کی حالت میں جبکہ مسلمان کسی دشمن کے ساتھ برسرپیکار ہوں، مسلمانوں کو مالی امداد دیں۔

دفعہ ۲۷ تا ۳۶ : بنی عوف، بنی النجّار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جُشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی جفنہ اور بنی الشطیبہ کے یہود جنہوں نے اس معاہدے میں شرکت کی ہے اور مسلمانوں کے حلیف ہیں، اپنے مذہب کے پابند رہیں گے اور مسلمان اپنے مذہب کے۔ مذہبی باتوں کے علاوہ باقی امُور میں مسلمان اور یہود ایک جماعت شمار ہوں گے۔ ان میں اگر کوئی شخص ظلم یا عہد شکنی یا جرم کرے گا تو وہ اپنے جرم کی سزا کا مستحق ہو گا۔

دفعہ ۳۷ : یہود کے مذکورہ بالا قبائل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہیں۔

دفعہ ۳۸ : معاہدہ کرنے والوں میں کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر فوجی اقدام نہیں کرے گا۔

دفعہ ۳۹ : کسی زخم یا ضرب کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ جو شخص بھی عہد شکنی کرے گا وہ اس کی سزا کا مستحق ہو گا اور جو شخص اس صحیفہ کی زیادہ سے زیادہ وفادارانہ تعمیل کرے گا، خدُا اُس کی مدد کرے گا۔

Marfat.com

دفعہ ۴۰ : اگر مسلمان اور یہود معاہدین کے خلاف کوئی تیسری قوم جنگ کرے تو اُن تمام معاہدین کو متفق ہو کر لڑنا ہوگا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور باہم بہی خواہی اور وفا شعاری ہوگی۔ یہودی اپنے مصارفِ جنگ برداشت کریں گے اور مسلمان اپنے مصارف۔

دفعہ ۴۱ : معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ خلوص اور خیر خواہی کا برتاؤ کریں۔ کوئی کسی پر ظلم اور ناانصافی نہ کرے، اور مظلوم کو مدد پہنچائے۔

دفعہ ۴۲ : یہود اُس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

دفعہ ۴۳ : یثرب کا وہ میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، اس معاہدے میں شریک ہونے والوں کے لیے حَرم (مقدس مقام) ہوگا۔

دفعہ ۴۴ : پناہ گزین سے بھی وہی برتاؤ کیا جائے گا جو پناہ دہندہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اُس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ پناہ گزین پر اس معاہدے کی تعمیل لازم ہوگی اور اُسے عہد شکنی کی اجازت نہ ہوگی۔

دفعہ ۴۵ : کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

دفعہ ۴۶ : اہلِ معاہدہ میں اگر کوئی حادثہ یا اختلاف رُونما ہو جس سے نقضِ امن کا اندیشہ ہو تو اُس کے فیصلے کے لیے خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جائے گا۔ جو شخص اس صحیفہ کی زیادہ سے زیادہ تعمیل کرے گا خدا اس کے ساتھ ہوگا۔

دفعہ ۴۷ : قریشِ مکّہ اور ان کے مددگار کو کوئی شخص پناہ نہیں دے گا۔

Marfat.com

دفعہ ۴۸ : اگر کوئی یثرب (مدینہ) پر حملہ آور ہوگا تو مسلمان اور یہود دونوں فریق مل کر مدافعت کریں گے۔

دفعہ ۴۹ : اگر مسلمان کسی سے صلح کریں گے تو یہود بھی اس صلح کے پابند ہوں گے اور اگر یہود کسی سے صلح کریں گے تو مسلمانوں پر بھی لازم ہو گا کہ یہود کے ساتھ ایسا ہی تعاون کریں۔ البتہ کسی فریق کی اپنی مذہبی جنگ میں دوسرے فریق پر تعاون کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔

دفعہ ۵۰ : یثرب پر حملہ کی صورت میں ہر جماعت کو اس حصے کی مدافعت کرنا ہوگی جو اس کے بالمقابل ہو۔

دفعہ ۵۱ : قبیلہ اوس کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس صحیفہ میں شریک ہونے والوں کو حاصل ہیں، بشرطیکہ وہ بھی وفاداری کا اظہار کریں، جو اس صحیفہ کی زیادہ سے زیادہ وفاداری کے ساتھ تعمیل کرے گا، خدا اُس کا حامی و مددگار رہے۔

دفعہ ۵۲ : اس معاہدے میں شریک ہونے والی جماعتوں میں سے اگر کسی فریق یا جماعت کو جنگی ضرورت سے مدینہ سے باہر جانا پڑے تو وہ امن و حفاظت کی مستحق ہوگی اور جو مدینہ میں رہے اس کے لیے بھی امن ہوگا۔ کسی پر نہ ظلم کیا جائے گا اور نہ کسی کے لیے عہد شکنی جائز ہوگی۔ جو اس صحیفہ کا سچے دل سے احترام اور تعمیل کرے گا اُس کے لیے اللہ اور اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نگہبان ہیں[1]۔

---

[1] ابنِ ہشام جلد اوّل ص ۱۷۸ - ۱۷۹

Marfat.com

۲

مُعاہدۂ بنوضمرہ

مکّہ مکرّمہ سے شام (سُوریہ) اور مصر وغیرہ کو جو کاروانی راستہ جاتا تھا بنوضَمرہ کے قبیلے کا مسکن اسی راستے میں تھا، یہ بہت بڑا اور بااثر قبیلہ تھا۔

مدینہ منوّرہ تشریف لانے کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے ینبوع کا کئی مرتبہ سفر فرمایا۔ ینبوع مدینہ منوّرہ سے ۱۳۰ میل کے فاصلے پر بحرِ احمر کے کنارے مکّہ مکرّمہ سے شام جانے والے قافلوں کا ایک بڑا اسٹیشن تھا۔ نہر سویز کی تعمیر سے پہلے یورپ اور افریقہ کے قافلے زیادہ تر اسی راستے سے آتے جاتے تھے۔ اس راستے میں جو مختلف قبائل بستے تھے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیف رہنے کے معاہدے فرمائے۔ بعض معاہدوں میں دوامی حلیفی اور باہمی فوجی امداد کا ذکر ہے اور بعض میں قبائل سے صرف غیر جانب دار رہنے اور دشمن کو مدد نہ دینے کا وعدہ لیا گیا ہے۔

۲ھ (مطابق ۶۲۳ء) کے آغاز پر صفر کے مہینے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بنوضَمرہ سے جنگ نہ کرنے اور حلیف رہنے کا وعدہ لیا۔ اس معاہدے کا مضمون یہ تھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ تحریر اللہ کے رسول محمدؐ کی جانب سے ——— بنی ضمرہ کے لیے ہے

۱۔ ان لوگوں کو جان و مال کا امن حاصل ہو گا۔

۲۔ جو شخص ان پر حملہ کرے گا، اُس کے مقابلے میں اِن کی مدد کی جائے گی۔

Marfat.com

۳۔ ان لوگوں پر واجب ہوگا کہ ہمیشہ پیغمبر کی مدد کرتے رہیں اور خدا کا پیغمبر جب ان کو مدد کے لیے بلائے تو یہ لوگ مدد دیں، مگر مذہبی جنگوں میں مدد دینا ضروری نہ ہوگا۔

۴۔ یہ لوگ جب تک اپنے معاہدے پر قائم رہیں گے، ان کی مدد کی جائے گی۔

۵۔ اس معاہدے پر اللہ اور اُس کے رسولؐ کی ذمہ داری ہے۔

اسی طرح کے اور بھی متعدد معاہدے آپؐ نے بنی ضمرہ کے قرب و جوار کے قبیلوں سے فرمائے۔ ان سب معاہدات کے الفاظ قریب قریب وہی ہیں جو اُوپر مذکور ہوئے۔

۳

معاہدۂ قبیلہ جُہینہ

قبیلہ جہینہ مدینہ منورّہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر بحرِ احمر کے قریب آباد تھا، سفر ینبوع میں اس کا ایک وفد خدمتِ نبویؐ میں معاہدۂ حلیفی کے لیے حاضر ہوا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا:

"تم کون لوگ ہو؟"

اُنھوں نے جواب دیا: "ہم بنی غیّان ہیں۔"

غیّان کے معنی سرکشی کے ہیں، اس لیے آپؐ نے فرمایا: "نہیں! تم بنی رُشدان ہو"۔ رُشدان کے معنی ہدایت پانے کے ہیں۔

یہ لوگ جس وادی میں رہتے تھے، اُس کا نام "غوٰی" تھا جس کے معنی گمراہی کے ہیں۔ آپؐ نے تبدیل فرما کر رُشد رکھ دیا۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ایسے ناموں کو جن میں بُرائی کا پہلو نکلتا، ناپسند فرماتے تھے، اس لیے عادتِ شریفہ یہ تھی کہ ہمیشہ بُرے ناموں کو اچھے ناموں سے تبدیل

Marfat.com

فرمادیا کرتے تھے۔

ان لوگوں سے مندرجہ ذیل معاہدہ عمل میں آیا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ قبیلہ جہینہ کی جان و مال کو امن حاصل ہوگا۔

۲۔ جو شخص ان پر زیادتی کرے یا حملہ آور ہو، اس کے مقابلے میں ان کو مدد دی جائے گی۔

۳۔ لیکن جو زیادتی یا جنگ ان کے اہل و عیال کے درمیان ہو یا ان کے مذہبی معاملات سے متعلّق ہو، اُس میں امداد لازم نہ ہوگی۔

۴۔ ان لوگوں کے قرب وجوار میں جو نیک اور پرہیز گار لوگ ہوں گے، اُن کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو جہینہ کو حاصل ہیں۔

جہینہ کے لیے دوسرا فرمانِ رسالت :

کچھ عرصے کے بعد اس قبیلے کے اکثر افراد جب مشرف بہ اسلام ہوگئے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے ایک فرمانِ رسالت تحریر فرمایا جس میں قبولِ اسلام کے بعد اُن کے فرائض کی تفصیل بیان کی گئی تھی، اُس کا مضمون یہ تھا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبیلہ جہینہ میں سے جو اسلام لائے، نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرتا رہے، خدا اور اُس کے رسولؐ کا اطاعت گزار رہے اور مالِ غنیمت سے خمس نکالتا رہے، اپنے اسلام کا اعلان کرے اور مشرکین سے علیحدگی اختیار کرے، وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی امان میں ہے۔

مرہونہ املاک پر واجب الادا قرضوں میں مسلمان ہوجانے کے بعد صرف اصل رقم

Marfat.com

کی ادائیگی ہوگی۔ رہن کا سُود باطل ہوگا۔

پھلوں کی زکوٰۃ میں پیداوار کا دسواں حصّہ ادا کرنا ہوگا۔ جو شخص اِن لوگوں میں شامل ہوگا اُس کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے اور یہی امُور اس پر بھی عائد ہوں گے۔

محمد رسول اللہ

(۴)

معاہدۂ بنو غفار

بنو غفار عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا۔ قبولِ اسلام سے قبل اُس کا پیشہ رہزنی تھا۔ یہ لوگ قبیلوں اور قافلوں پر چھاپے مارتے اور لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ مشہور جلیل القدر صحابی ابوذر غفاریؓ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ ابتداً زبردست رہزن تھے۔ حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ "میں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قبیلے میں واپس آیا اور اُس کو اسلام کی دعوت دی۔ قبیلے کے نصف لوگ ہجرت سے قبل اسلام لے آئے۔ بقیہ لوگ ہجرت کے بعد داخلِ اسلام ہوئے[1]

بنو غفار نے وفد بھیج کر معاہدے کی پیشکش کی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے منظور فرما کر معاہدہ تحریر فرما دیا، جس میں تحریر تھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۔ بنو غفار مُسلمانوں میں سے سمجھے جائیں گے، انہیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور بنو غفار پر بھی وہی امُور عائد ہوں گے جو مسلمانوں پر عائد ہیں۔

۲۔ محمد النبیؐ نے ان کی جان و مال کی حفاظت کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کی

---

[1] طبقات ابنِ سعد جلد ۷ تذکرہ حضرت ابوذر غفاریؓ۔

Marfat.com

ذمہ داری کا معاہدہ کیا ہے۔

۳۔ انہیں ایسے دشمن کے خلاف مدد دی جائے گی جو اِن پر ظالمانہ حملہ آور ہو گا۔

۴۔ اِن لوگوں پر واجب ہو گا کہ جب اللہ کا نبی اِن کو مدد کے لیے بلائے تو یہ مدد دیں، مگر مذہبی جنگوں میں ہر فریق غیر جانب دار رہے گا۔

۵۔ جو شخص اس معاہدے سے رُوگردانی کرے گا، اس کے لیے یہ معاہدہ حُجّت نہ ہو گا۔[1]

---

[1] طبقات ابنِ سعد جلد ۳ ص ۲۷۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کے مکاتیب

جب مکہ کی سرزمین خدائے واحد کا نام لینے کے "جرم" میں مسلمانوں کے لیے تنگ ہوگئی اور قریشِ مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ھ نبوت (مطابق ۶۱۴ء) میں مظلوم پرستارانِ توحید کو اجازت دی کہ وہ ہجرت کر کے حبش چلے جائیں۔ شاہِ حبش سے امید تھی کہ وہ حسنِ سلوک سے پیش آئے گا۔

مہاجرین کے پہلے قافلے کے سالار حضرت عثمان ذی النورین تھے۔ عرصے تک ہجرت کا سلسلہ جاری رہا اور تقریباً ایک سو مرد عورتیں حبش میں جمع ہوگئے۔ مہاجرین کا آخری قافلہ ۷ھ (مطابق ۶۲۹ء) میں حبش سے واپس آیا۔

مہاجرین کے دوسرے قافلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار بھی تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ شاہِ حبش کے نام ایک مکتوبِ گرامی ارسال فرمایا۔ مکتوباتِ نبویؐ میں غالباً یہ سب سے پہلا نامۂ مبارک ہے۔ اس میں لکھا گیا تھا:

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے
نجاشی شاہِ حبش کے نام

"میں اُس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو تمام

Marfat.com

کائنات کا حاکم ہے، پاک ہے امان دینے والا اور سلامت رکھنے والا ہے!

میں اقرار کرتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریمؑ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جن کو پاک اور بُرائی سے محفوظ مریم بتول کی طرف ڈالا گیا اور عیسیٰ بطنِ مریم سے جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ نے اُن کو اپنی رُوح اور دم سے اسی طرح پیدا کیا جس طرح اُس نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔

میں آپ کو اس خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں، اُس پر ایمان لائیے۔ خدا کی فرمانبرداری میں میرا ساتھ دیجئے، میری پیروی اختیار کیجیے اور میری رسالت کو تسلیم کر لیجیے کیونکہ میں خدا کا پیغمبر ہوں! میں نے اللہ کا پیام خلوص کے ساتھ پہنچا دینے میں خیر خواہی کی ہے۔ میری ہمدردانہ نصیحت کو قبول کرنا آپ کا کام ہے۔ میں آپ کی رعایا کو بھی یہی دعوت دیتا ہوں۔

میں اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو حکومت کے غرور و تکبر کو ترک کر کے اُن کے ساتھ تواضع سے پیش آئیے۔

اُس پر سلامتی ہو کہ جس نے راہِ راست کی پیروی کی[1]

حضرت جعفر طیارؓ نے خط پیش کرنے کے بعد مزید فرمایا:

"ہمارے اور آپ کے درمیان انجیل سب سے بڑی شہادت ہے۔ اس نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خیر و برکت کا ورود اور

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ ص ۷۸۹

Marfat.com

فضیلت و بزرگی کا حصول ہے۔

شاہِ عالی جاہ! اگر آپ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اتباع نہ کیا تو اس نبی اُمّی کا انکار آپ کے لیے اسی طرح وبالِ جان ہو گا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار یہود کے حق میں وبالِ جان ثابت ہوا۔

میری طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی جانب سے بعض دیگر اشخاص مختلف بادشاہوں کے پاس دعوتِ اسلام کے لیے قاصد بنا کر بھیجے گئے ہیں، مگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو جو اُمید آپ کی ذات سے وابستہ ہے، دوسروں سے ایسی اُمید نہیں ہے۔ آپ سے اس بارے میں پورا اطمینان ہے کہ آپ اپنے اور خدا کے درمیان اپنی گزشتہ نیکی اور آئندہ کے اجر و ثواب کا خیال رکھیں گے۔"

کچھ عرصہ پہلے حضرت جعفرؓ کی معجز بیانی سے نجاشی اسلام کی دعوت سے واقف ہو چکا تھا۔ قاصدِ نبوّت کی اس پُر اثر تقریر نے اس کے سینے میں شمعِ ایمان روشن کر دی۔ نجاشی سفیرِ رسالت سے مخاطب ہو کر بولا:

"عمرو! بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم خدا کے وہی برگزیدہ پیغمبرؐ ہیں جن کی آمد کا ہم اور یہود انتظار کر رہے ہیں، بے شک جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی بشارت دی ہے۔ دونوں میں سرِ مُو فرق نہیں ہے۔

اس بارے میں میرے لیے خبر اور مشاہدہ دونوں برابر ہیں، مگر اہلِ حبش میں میرے حامی و مددگار بہت کم ہیں، اس لیے تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنی قوم میں کافی مددگار پیدا کر لوں اور اہلِ حبش کے اسلام

Marfat.com

قبول کرنے کے لیے زمین ہموار ہو جائے۔"

یہ کہہ کر نجاشی تختِ شاہی سے نیچے اُتر آیا۔ نامۂ مبارک کو ہاتھ میں لے کر تعظیماً آنکھوں سے لگایا اور ترجمان کو بلوا کر پڑھنے کا حکم دیا[1] فرمانِ رسالت میں لکھا تھا:

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام

اُس پر سلامتی ہو جو راہِ راست اختیار کرے۔ میں اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو معبودیت میں یکتا ہے۔ کل کائنات کا مالک ہے، برگزیدہ ہے جائے امن و سلام ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی رُوح اور اُس کا کلمہ ہیں جس کو اُس نے مریم بتول پاک دامن پر القا کیا کہ وہ خدا کے نبی عیسیٰ کی والدہ بنیں۔ پس اللہ ہی نے ان کو اپنی رُوح سے پیدا کیا اور اُس کو حضرت مریم میں پھونک دیا، جیسا کہ اُس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا۔

اب میں آپ کو خدائے واحد لاشریک لہٗ کی اطاعت و مودّت اور محبت کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ کو میری پیروی اختیار کرنی چاہیے اور خدا کا جو پیغام میں لے کر آیا ہوں اُس پر ایمان لانا چاہیے۔

میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزّوجلّ کی طرف بلاتا ہوں۔ پس میں نے تبلیغ اور نصیحت کا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اسے قبول کریں۔"

پیروانِ ہدایت پر سلام ہو[2]۔

محمد رسول اللہ

---

[1] طبقات ابنِ سعد جلد ۳ ص ۱۵

[2] الوثائق السیاسیہ ص ۲۵ و طبقات ابنِ سعد جلد ۳ ص ۱۵

Marfat.com

نجاشی فرمانِ رسالت کو سُنتا جاتا تھا اور متاثر ہوتا جاتا تھا۔ جونہی مضمون ختم ہوا فرطِ شوق میں نامۂ مبارک کو بوسہ دے کر سر پر رکھ لیا اور جواب میں حسب ذیل معروضہ لکھا:

نجاشی کا جواب[۱]:

محمد رسول اللہ علیہ وسلّم کے نام   اصحمہ نجاشی کی جانب سے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ! آپؐ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو، وہ خدا جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی ہے جس نے اسلام کا راستہ دکھایا اور میری راہنمائی کی۔

بعد ازاں اے خدا کے نبیؐ! آپ کے مکتوبِ گرامی کی زیارت کا مجھے شرف حاصل ہوا۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے، میں زمین و آسمان کے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ ہم نے اُن تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے جو آپؐ نے ہم تک پہنچائیں۔ آپؐ کے چچازاد بھائی اور اُن کے رفقاء ہمارے مقرب ہیں۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ خدا کے سچے رسولؐ ہیں۔ میں نے آپؐ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر اللہ ربّ العٰلمین کے لیے بیعت کر لی ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوں۔

اے اللہ کے نبیؐ! میں آپؐ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا کو بھیجتا ہوں

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۳ ص ۸۹۔

Marfat.com

اگر آپؐ کا حکم ہوگا تو میں خود بھی حاضر ہو جاؤں گا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضرت عمروؓ نجاشی کا خط لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعات گوش گزار کیے۔

ایک شخص نے پوچھا۔ "آپؐ کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟"

آپؐ نے فرمایا۔ "میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، ناحق کشت و خون سے منع کرتا ہوں، بُت پرستی سے روکتا ہوں، بیت اللہ کا حج کرنے اور سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔

جو شخص میری ان باتوں کو قبول کرتا ہے۔ اُس کے لیے آخرت میں جنّت کی بشارت ہے اور جو رُوگردانی کرے اُس کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔ پس اے عمرو! مجھ پر ایمان لاؤ، خدائے بزرگ و برتر تمہیں دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔"

میں نے عرض کیا کہ "میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے تحسین و آفرین کہی۔"

میں نے عرض کیا کہ "میں چاہتا ہوں کہ آپؐ مجھے اپنے قبیلے میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ کیا عجب ہے کہ وہ لوگ میری نصیحت قبول کر کے آپؐ پر ایمان لے آئیں۔"

آپؐ نے مجھے چند بیش قیمت نصیحتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ "لوگوں سے نرمی اور رسانیت سے بات کرنا، سختی نہ کرنا، اپنے قبولِ ہدایت پر تکبّر نہ کرنا اور حسد سے ہمیشہ بچتے رہنا۔"

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے رُخصت ہو کر اپنے لوگوں میں واپس آیا اور آپؐ کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اے میرے عزیزو!

Marfat.com

ہیں اللہ کے نبیؐ کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لے آؤ، اور اُن کے حکم کی تعمیل کرو، تمھیں دُنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل ہوگی۔"

سوائے ایک شخص کے جس کا انجام میں نے عبرت ناک دیکھا اور سب لوگوں نے میری بات کو قبول کر لیا۔ میں اُن کا وفد لے کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا، آپؐ نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور ہماری درخواست پر ایک فرمان عطا فرمایا، جس میں ہمارے لیے ہدایت فرمائی گئی تھی۔ فرمان کا مضمون یہ تھا:

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ تحریر خدائے بزرگ و برتر کی جانب سے ہے۔ اس نے اپنے رسولؐ کی زبان پر حق ظاہر کیا اور اُسے بولنے والی کتاب دی۔ عمرو بن مرّہ جہنی کو اپنی زمین پر کلیتہً اختیار ہوگا۔ وہ جہاں چاہیں اپنے مویشیوں کو چرائیں اور پانی پلائیں، بشرطیکہ اپنے جانوروں کی مقرّرہ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ کھیتی کے مویشیوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

اس مُعاہدے پر اللہ اور تمام مُسلمان گواہ ہیں۔[1]"

قیصرِ روم کی طرف جو خط حضور اکرمؐ نے تحریر فرمایا وہ یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے ——— ہرقل قیصرِ روم کے نام

"اُس پر سلامتی ہو جس نے راہِ راست اختیار کی۔ بعد ازاں میں آپ

---

[1] کنز العمّال بحوالہ رسالاتِ نبویہ ص ۲۲۵ — ۲۲۸

Marfat.com

کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لائیے۔ تمام آفات سے آپ محفوظ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے اعراض کیا تو آپ کو واضح رہنا چاہیے کہ آپ کی رعایا کی گمراہی کی ذمّہ داری بھی آپ ہی کے اُوپر ہوگی۔

اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات اختیار کرو جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں طور پر مسلّم ہے، وہ یہ کہ ہم سب خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اُس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا ایک دوسرے کو اپنا ربّ بنائیں۔

اگر تمھیں اس بات سے انکار ہے تو تمھیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہرحال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اللہ
رسول
محمد

اہلِ دربار فرمانِ رسالت کے پڑھے جانے پر برہم ہو گئے۔ قیصر نے یہ رنگ دیکھ کر حضرت دِحیہ سے کہا کہ "اگر مجھے اپنے لوگوں سے اپنی جان کا خوف نہ ہوتا تو مَیں ضرور تمھارے نبیؐ کا اتباع کرتا، وہ بلاشبہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر تھے۔"

ہر چند قیصر کے دل میں نورِ اسلام جلوہ افگن ہو چکا تھا، مگر تخت و تاج کی محبّت میں وہ روشنی بُجھ کر رہ گئی۔

رسولِ اکرمؐ کے سفیر مسافت طے کرتے ہوئے اسکندریہ پہنچے اور مقوقس کے سامنے مکتوبِ گرامی پیش کر دیا، اُس میں لکھا تھا:

لہ یہاں سے آخر تک مکتوبِ گرامی میں سورۂ آلِ عمران کی ایک آیت نقل کی گئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی جانب سے مخاطب کیا ہے۔ (اُمّ فاروق)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ خدا کے بندے اور اُس کے رسول کی جانب سے مقوقس حاکم مصر کے نام

ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو،

بعد ازاں میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجیے۔ اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالےٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو سارے اہلِ قبط کا گناہ بھی آپ پر ہو گا۔

اے اہلِ کتاب[1]! ایک ایسی بات تسلیم کرو جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں طور پر مسلّم ہے، وہ یہ کہ ہم سب خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اُس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ اللہ کے سوا ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔

اگر تمھیں اس بات سے انکار ہے تو تمھیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہرحال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں[2]

محمد رسول اللہ

مقوقس نامۂ مبارک سُن کر بولا "بے شک یہی وقت ہے کہ وہ نبی جس کا انتظار تھا، ظاہر ہو، مگر میرا خیال تھا کہ وہ ملکِ شام میں پیدا ہو گا۔ ہمیں تورات و

---

[1] یہاں سے آخر تک مکتوبِ گرامی میں سورۂ آلِ عمران کی ایک آیت نقل کی گئی ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی جانب سے مخاطب کیا ہے۔ (اُرتم فاروق)

[2] زاد المعاد جلد ۳ ص ۶۱۔

Marfat.com

انجیل سے اُس کی یہ صفات معلوم ہیں کہ وہ صدقہ کا مال نہ کھائے گا، مگر ہدیہ قبول کرے گا، غریب اور مسکین لوگ اس کے ہم جلیس ہوں گے اور اُس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مُہرِ نبوّت ہوگی۔"

یہ کہہ کر حکم دیا کہ "مکتوبِ رسالت کو ہاتھی دانت کے ڈبّہ میں رکھ کر سرکاری خزانے میں محفوظ رکھا جائے۔"

مقوقس کا جواب :

چند روز کے بعد مقوقس نے حضرت حاطبؓ کو دربار میں بُلوایا اور نامۂ مبارک کا حسبِ ذیل جواب لکھ کر اُن کے سپرد کیا :

محمدؐ بن عبداللہ کی جانب مقوقس کی طرف سے

"مَیں نے آپؐ کا خط پڑھا اور جو کچھ آپؐ نے تحریر فرمایا ہے اُسے سمجھا۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ ابھی ایک نبی کا مبعوث ہونا باقی ہے، لیکن میرا خیال تھا کہ وہ شام (سوریہ) میں پیدا ہوں گے۔

مَیں نے آپؐ کے قاصد کو عزّت و احترام سے رکھا ہے۔ آپؐ کے لیے ہدیۃً دو لڑکیاں روانہ کر رہا ہوں، ہمارے یہاں یہ لڑکیاں نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، نیز آپؐ کے لیے کپڑے اور سواری کے لیے دُلدُل بھیج رہا ہوں۔"[1]

---

[1] ماہنامہ "نقوش" کا سیرتِ رسولؐ نمبر سے استفادہ۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی دشمنوں سے شفقت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم خود عفو و درگزر کے خوگر تھے اور آپؐ اپنے پیروؤں کو بھی صفتِ عفو و درگزر سے متّصف دیکھنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: "اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرار[1]۔"

معاف کرنے کی فضیلت[2]:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"جب کسی شخص کے بدن کو صدمہ پہنچایا جائے اور وہ صدمہ پہنچانے والے کو معاف کر دے اور قصاص نہ لے تو حق تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔"

اور فرمایا:

"جب کسی شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ رضائے الٰہی کے لیے اس ظلم سے چشم پوشی کرے تو حق تعالےٰ مظلوم کو اپنی قوی نصرت سے نوازتا ہے اور جو کوئی رشتہ داروں اور مسکینوں سے حسن سلوک کرنے کی غرض سے عطا و بخشش کا دروازہ کھولتا ہے، حق تعالےٰ اس کے مال و دولت میں ترقی دیتا ہے اور جو کوئی گدائی کے ذریعہ سے افزائش

---

[1] موطا امام مالک [2] استفادہ از محسن اعدا۔

Marfat.com

مال کا قصد کرتا ہے، خدائے عزیز اس سوال کی نحوست سے اس کے مال میں کمی کر دیتا ہے[1]۔"

اور فرمایا: "صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی اور جو کوئی جتنا زیادہ عفو و درگزر کا خوگر ہو، اللہ تعالیٰ اسی قدر زیادہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو کوئی اللہ کے لیے تواضع و خاکساری کا شیوہ اختیار کرے، حق تعالیٰ اس کے درجے بلند کرتا ہے۔" (ترغیب و ترہیب بحوالہ مسلم و ترمذی)

انتقام کی ممانعت:

کفارِ مکہ کا سلسلۂ ایذا رسانی بے پناہ تھا۔ مظلوم صحابہؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، "یا رسول اللہ! جب ہم مشرک تھے تو سب ہمارا اعزاز و اکرام کرتے تھے اور ہماری طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے دینِ حق کی پیروی اختیار کی ہے، ہمیں سخت ایذائیں دی جاتی ہیں اور ہماری سخت تحقیر ہوتی ہے۔ اگر حکم ہو تو ہم بھی ان سے نپٹ لیا کریں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "مجھے تو یہی حکم ہے کہ ان کی خطاؤں کو معاف کروں۔ پس صبر کرو اور کسی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ اور اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دو[2]۔"

معاف کر دینے کی تلقین:

حضرت سلمہ بن اکوعؓ صحابیؓ کا بیان ہے کہ میں مدینہ سے غابہ کی طرف جا رہا تھا۔ جب پہاڑی پر پہنچا تو مجھے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ایک غلام ملا، جس نے کہا کہ "ڈاکو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی اونٹنی لے گئے ہیں۔" میں نے ان کا تعاقب کیا اور

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔ [2] نسائی

Marfat.com

انہیں جالیا۔

ڈاکو میری تیر اندازی کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں نے اُونٹنی لی اور اس کو ہانک کر واپس لے آیا۔ راستہ میں حضور سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا، یارسول اللہ! اس سے پیشتر کہ ڈاکو اس کا دودھ پی سکیں، میں نے اونٹنی واپس لے لی ہے۔ اب چند آدمیوں کو ان کے تعاقب میں بھیج دیجیے تاکہ وہ ان کو گرفتار کر کے لے آئیں۔ آپؐ نے فرمایا: "اے ابنِ اکوع! جب تم دشمن پر قابو پاؤ تو اس کو معاف کر دیا کرو[1]"

اکثر لوگ انتقام لیتے وقت انسانی شرافت کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں، لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے دشمن سے ہمیشہ فراخدلانہ سلوک پسند فرمایا۔

مقتول کے ناک، کان کاٹنا:

جنگ میں دشمنانِ اسلام مسلمانوں سے نہایت بے رحمی کا سلوک کرتے تھے۔ جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے ناک، کان کاٹ ڈالے گئے، لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو اس قسم کی حرکات کی سختی سے ممانعت کی اور فرمایا کہ قتل کرنے میں سب سے بہتر مومن ہے۔ (ابوداؤد)

ایذا رسانی کی ممانعت:

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور راہبوں کے مارنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اسی طرح دشمن کی فوج کے ساتھ رہنے والے مددگاروں اور نہ لڑنے والے مزدوروں پر ہاتھ اُٹھانے سے منع فرمایا ہے۔

ایک جنگ میں ایک غیر مسلم عورت حضرت خالدؓ بن ولید کی غلطی سے قتل ہو گئی۔

---

[1] بخاری

Marfat.com

لوگ اس کی لاش کے پاس جمع ہو گئے کہ بیچاری ناحق قتل کر دی گئی۔ جب رسولِ اکرمؐ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپؐ اس کی لاش پر تشریف لائے اور سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "جب یہ لڑتی نہ تھی تو قتل کیوں کی گئی؟" اس کے بعد آپؐ نے حضرت خالدؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ اللہ کے رسولؐ نے تم کو حکم دیا ہے کہ دشمن کے بچّوں اور ان کی عورتوں اور مزدوروں کو جو لڑنے والوں کے کام کاج کرتے ہوں، اُن کو مت مارو [۱]

صفوانؓ بن عسّال کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں ایک سریہ میں روانہ فرمایا۔ رخصت کرتے وقت ہمیں جو ہدایات دیں اُن میں یہ بھی فرمایا کہ دشمن میں سے کسی کے ناک کان نہ کاٹنا، عہد شکنی نہ کرنا، مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا، غنیم کے کسی بچے، عورت اور بوڑھے کو نہ مارنا [۲]

دھوکہ دے کر قتل کرنے کی ممانعت:

رسولِ اکرمؐ نے دشمن کو دھوکا دے کر ہلاک کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔

فرمایا:

"مومن کو اس کے ایمان نے اس امر سے روک دیا ہے کہ وہ دشمن کو غافل پاکر دھوکے سے اُسے قتل کرے۔ خبردار! کوئی مسلمان ایسا نہ کرے [۳]"

عہدِ جاہلیّت میں دستور تھا کہ دشمن پر بے خبری اور غفلت کی حالت میں جا پڑتے تھے اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتے تھے اور آج کل بھی یورپ کی نام نہاد مہذّب قوموں میں یہی دستور ہے کہ دشمن پر رات کے وقت حالتِ غفلت میں حملہ کیا جاتا ہے۔ اس تاخت کو شبخون کہتے ہیں۔ چونکہ اس وقت دشمن لڑائی کے

---

[۱] ابنِ ماجہ [۲] ابنِ ماجہ [۳] ابو داؤد۔

Marfat.com

لیے تیار نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اس کے آرام میں خلل انداز ہو کر اس کو بدحواسی اور اضطراب میں ڈالنا شیوۂ انصاف و اولوالعزمی سے دُور ہے۔ رسول اکرمؐ نے اس کی ممانعت فرمائی۔ آپؐ کا معمول تھا کہ دن نکلنے کے بعد ایسے وقت میں مقابلہ کا قصد فرماتے تھے جب کہ غنیم بھی اچھی طرح تیار ہو لیتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ غزوات میں سُنّتِ نبویؐ یہی تھی کہ کسی دشمن کے سر پر رات کو پہنچ جاتے تو بھی دن نکلنے سے پہلے لڑائی نہیں شروع کرتے تھے۔

رعایا کی تکلیف کا احساس :

دستور ہے کہ جب کسی مقام پر کسی غنیم نے حملہ کرنا ہو تو حملہ آور فوج چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ راستے بند ہو جاتے ہیں، گھروں میں آنا جانا دشوار ہو جاتا ہے۔ راہ گیروں کا مال و اسباب لُٹ جاتا ہے۔ گھروں تک میں امن و عافیت سے بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن رسول اکرمؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ رعایا کی تکلیف اور ایذا رسانی سے بچیں اور کسی کو تنگ نہ کریں اور فوج اِدھر اُدھر پھیل نہ جایا کرے۔ اس کے بعد اسلامی لشکر اس طرح سمٹ کر پڑاؤ ڈالنے لگا کہ اگر ایک طویل چادر تان دی جاتی تو سب اس کے نیچے آجاتے۔

بلا فدیہ رہائی :

مدینہ منوّرہ میں بدر کے اسیرانِ جنگ مختلف صحابہ کے گھروں میں رکھے گئے تھے اور رسول اکرمؐ نے حکم دیا تھا کہ جو کوئی اپنے قیدی کو بلا فدیہ آزاد کرنا چاہے وہ ہر طرح سے اس کا مجاز ہے۔ چنانچہ ایک قرشی قیدی جو انصار کے قبیلہ بنو خزرج کی حراست میں تھا۔ انہوں نے اس کو فدیہ لیے بغیر چھوڑ دیا اور مکّہ معظمہ پہنچ گیا۔ ایک اور قیدی جس کا مکہ معظمہ سے کوئی شخص بھی فدیہ لے کر نہ آیا تھا، اس کو بھی وعدہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

Marfat.com

ابو عزّہ شاعر کی رہائی :

مکہ معظمہ کا ایک شاعر ابو عزّہ عمرو بھی غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوا۔ یہ شخص بڑا مفلوک الحال تھا اور اس کے گھر میں بہت سی جوان بیٹیاں بن بیاہی بیٹھی تھیں۔ قید ہو جانے کے بعد حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کی۔ "جنابِ والا! آپؐ جانتے ہیں کہ میں بڑا محتاج اور کثیر العیال ہوں۔ مجھے چھوڑ کر مجھ پر احسان فرمائیے۔" آپؐ نے اس کو آزاد کر دیا۔ لیکن یہ اقرار لے لیا کہ آئندہ ہمارے مقابلے میں قریش کی کسی طرح مدد نہیں کروں گا۔ اُس نے آپؐ کی بہت تعریف کی اور دُعائیں دیتا ہوا رُخصت ہوا۔

اُن قبائل میں جو اسلام کے شدید ترین دشمن تھے، قبیلہ بنو حنیفہ عداوت میں پیش پیش تھا۔ مسیلمہ کذّاب نے آئندہ چل کر اسی قبیلہ میں نبوّت کا دعوٰے کیا تھا۔ جن ایّام میں عرب کا ایک ایک قبیلہ اطاعت کیشانہ پرچم اسلام کے نیچے جمع ہو رہا تھا، اگر کسی قبیلہ نے اخیر تک سرتابی کی تو وہ بنو حنیفہ کا قبیلہ تھا۔ ثمامہؓ بن اُثال حاکم یمامہ اسی قبیلہ کے ایک بڑے سردار تھے۔

ثمامہؓ کا گرفتار ہو کر مدینہ آنا :

اتفاق سے ثمامہؓ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے۔ گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے اور مسجد کے ستون سے باندھ دیے گئے۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ان کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا، "ثمامہ! کیا حال ہے؟" بولے، "اے محمدؐ! اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی کی جان لیں گے اور اگر احسان کر کے چھوڑ دیں گے تو ایک احسان شناس پر احسان کریں گے اور اگر زرِ فدیہ چاہیں تو جس قدر مال و دولت آپؐ چاہیں حاضر کرنے کو تیار ہوں۔" یہ سُن کر آپؐ تشریف لے گئے۔

Marfat.com

ثمامہؓ کی رہائی :

دوسرے دن بھی یہی گفتگو ہوئی، لیکن ان کے متعلق کوئی فیصلہ کیے بغیر آپؐ لوٹ آئے۔ تیسرے دن پھر تشریف لے گئے اور مزاج پرسی کی۔ ثمامہؓ نے کہا، "اگر مجھے چھوڑ دو تو عمر بھر احسان مند رہوں گا اور اگر زرِ فدیہ کی خواہش ہو تو جتنے مال کا مطالبہ کرو، دینے کو تیار ہوں۔" یہ سن کر آپؐ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو آزاد کر دو۔

اس خلافِ توقع لطف و کرم پر ثمامہ نہایت متاثر ہوئے۔ آزاد ہوتے ہی ایک باغ میں جو مسجدِ نبویؐ کے قریب تھا، پہنچے۔ غسل کر کے مسجد میں واپس آئے اور بولے، "مَیں اس امر کا شاہد ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔" اس کے بعد مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اہلِ مکہّ سے تعرّض نہ کرنے کا حکم :

فتح مکہّ کے موقع پر رسولِ اکرمؐ نے مرّالظہران کی منزل سے کوچ کرنے سے پہلے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مہاجروں کی جمعیّت کے ساتھ مکہ معظمہ کے بالائی راستہ کی طرف چلیں اور موضع حجون کے پاس پہنچ کر قیام کریں اور وہیں مرکبِ نبویؐ کی آمد کے منتظر رہیں۔ اسی طرح حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو حکم دیا کہ وہ بھی ایک مسلّح جمعیّت کے ساتھ بطنِ وادی کی راہ سے مکہ معظمہ کی طرف پیش قدمی کریں۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید سے فرمایا کہ اپنی فوج لے کر کُدا کے راستے سے آگے بڑھیں اور مکہّ کے آخری حصّہ میں پہنچ کر علمِ اسلامی نصب کریں، لیکن اہلِ مکہّ سے کچھ تعرّض نہ کریں، البتّہ اگر قریش میں سے کوئی شخص آمادۂ پیکار ہو تو اس کی مدافعت میں کوتاہی نہ کریں[1]

---

[1] بخاری۔

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا کہ جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے سلوک کیا تھا وہی سلوک میں اہلِ مکہ سے کروں گا۔ لا تثریب علیکم الیوم : "آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔" حضورؐ نے ان لوگوں کی جان بخشی کی جنہوں نے مکہ مکرمہ میں آپؐ پر شدید مظالم کے ساتھ قاتلانہ حملے بھی کیے اور پھر مدینہ میں بھی چین سے رہنے نہ دیا۔

دشمنوں سے انصاف کرنے کی تاکید :

رسولِ اکرمؐ کے دینِ اسلام کی تعلیمات کی رُو سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حق میں بھی عدل و انصاف کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن نے فرمایا :

ترجمہ : "اے مسلمانو! حقوق اللہ پر قائم رہو۔ عدل و انصاف کے ساتھ گواہی دیا کرو اور تمھیں کسی قوم کی عداوت عدل کی حبل المتین کو ہاتھ سے چھوڑنے کی تحریک نہ کرے۔ انصاف کرو کیونکہ تقویٰ عدل و انصاف ہی کا مقتضی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ حق تعالےٰ تمھارے اعمال و کردار سے خوب واقف ہے۔"

بے گناہ مقتولوں کا خون بہا :

کسی شہری بدامنی یا سیاسی ہلچل میں فوج اور پولیس کی گولیوں سے بیسیوں بے گناہ مارے جاتے ہیں، لیکن حکومتیں ان کا خون بہا ادا کر کے ورثاء کی حق رسی نہیں کرتیں، لیکن خدا کے برگزیدہ رسول اکرمؐ نے اس بیداد کو کبھی گوارا نہ فرمایا۔ یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ کوئی غیر مقاتل بے گناہ مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھوں مارا جائے اور اس کی دِیت ادا کر کے دادِ انصاف نہ دی جائے۔ رسولِ اکرمؐ ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔

فتح مکہ کے دن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج ظفر موج کے ہاتھوں دو غیر مسلم قتل ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کا خون بہا اُن کے وارثوں کو ادا کیا۔

Marfat.com

دیا ہے۔ یہ فرما کر آپؐ نے اس یہودی کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کر دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بوڑھے غیر مسلم کو دیکھا کہ مساجد کے دروازوں پر دریوزہ گری کر رہا ہے۔ اس سے فرمایا کہ "بڑے صاحب! ہم نے تم سے انصاف نہیں کیا۔ جوانی میں تو تم سے جزیہ لیتے رہے، لیکن جب تم ضعیف ہو گئے تو تمہاری خبر نہ لی۔ پھر بیت المال سے اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔

امیر المومنین کے اس ارشاد کا کہ بڑھاپے میں ہم نے تمہاری خبر نہ لی، یہ مطلب تھا کہ ضعفاء اور مفلوک الحال لوگوں کی ضروریاتِ زندگی ہمیشہ سرکاری خزانہ سے ادا ہونی چاہئیں۔ حکّام پر رعایا کے دُکھ سُکھ کا خیال رکھنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح مہربان والدین کو اولاد کا خیال رہتا ہے۔

یہ ہے رسول اکرمؐ کا غیر مسلموں، مشرکوں اور مخالفینِ اسلام سے سلوک جو آپؐ نے دینِ اسلام کی روشنی میں ان سے روا رکھا۔ اسلام ایسا ہی دین ہے جو تمام انسانوں کا رہنما، محافظ اور سرپرست ہے۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی عدالت

رسولِ اکرمؐ نے سربراہِ مملکتِ اسلامی اور نبی اللہ کی حیثیت سے بے شمار تنازعات و مقدمات کے فیصلے فرمائے۔ حضورؐ کی عدالت ایسی بے لاگ تھی جس سے دونوں فریق مطمئن ہو کر جاتے تھے۔ ان فیصلوں نے قیامت تک مسلمانوں کے حکمرانوں، قاضیوں اور ججوں کے لیے نظائر مقرر کر دیے ہیں، اور ان کی حیثیت مستقل اور پائدار ماخذِ قانون کی ہے۔ چنانچہ خواتین کے مسائل سے متعلق ہم یہاں رسولِ اکرمؐ کی عدالت کے چند فیصلے درج کرتے ہیں[1]

نکاح کے مقدمات

نکاح میں عورت کی رضامندی:

خنسا بنت جذام سے روایت ہے کہ اس کے والد نے اُن کا نکاح اُن کی مرضی کے بغیر ایک ایسے آدمی سے کر دیا جسے وہ پہلے سے جانتی تھی اور جسے وہ ناپسند بھی کرتی تھی۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: "یارسول اللہ! میرا نکاح فسخ فرما دیجیے۔" حضورؐ نے اس کی عرض داشت سُن کر اُس کا نکاح فسخ فرما دیا۔

---

[1] اس مضمون کی ترتیب میں کتاب "عدالتِ نبویؐ کے فیصلے" سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (راقم فاروق)

Marfat.com

ایک اور روایت بھی ہے کہ ایک کنواری لڑکی کا نکاح اُس کے والد نے ایسی صورت میں کر دیا کہ وہ اس نکاح پر رضامند نہ تھی۔ وہ حضرت نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو حضورؐ نے اس بارے میں اسے اپنی مرضی کا مختار قرار دیا۔

ابن صریح نے بیان کیا ہے کہ ایک بیوہ اور ایک کنواری لڑکی کا نکاح اُن کے باپ نے اُن کی رضامندی کے بغیر کر دیا۔ وہ حضور نبیؐ اکرم کی خدمت میں تنسیخ نکاح کی غرض سے حاضر ہوئیں اور حضورؐ نے اُن کے نکاح فسخ کر دیے۔ عبداللہ بن بردہ نے روایت کی ہے کہ ایک کنواری عورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے باپ نے اپنی ادنیٰ حالت کو درست کرنے کے لیے میرا نکاح میری مرضی کے بغیر اپنے ایک بھتیجے کے ساتھ کر دیا ہے۔ کیا اس بارے میں مجھے کچھ عرض کرنے کا اختیار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: "ہاں"۔ اُس نے عرض کیا کہ "میں یہ تو نہیں چاہتی کہ اپنے باپ کے کیے ہوئے کام کو نامنظور کر دوں، البتہ میری یہ خواہش ہے کہ مجھے اپنا حق معلوم ہو جائے کہ عورتوں کو اس بارے میں کوئی اختیار ہے یا نہیں"۔ یہ حقیقت ہے کہ جب خود حضورؐ بھی اپنی کسی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتے تو پردہ کی طرف آتے۔ پھر فرماتے کہ فلاں شخص فلاں لڑکی کے لیے نکاح کی درخواست کرتا ہے۔ پھر اگر وہ پردے کو ہلاتی یا کوئی اشارہ کر دیتی تو اس کا نکاح نہ کرتے اور اگر خاموش ہو رہتی تو اس کا نکاح کر دیتے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح جب حضرت عثمانؓ سے کیا، تو ان دونوں سے اس بارے میں مشورہ نہیں کیا۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جو عورت ایک مرتبہ خاوند دیکھ چکی ہو، اس کے باپ کا حق ہے کہ وہ اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دے۔

اسمٰعیل قاضیؒ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریمؐ نے اپنی بعض صاحبزادیوں کا نکاح ہجرت

Marfat.com

سے قبل اور بعض کا ہجرت کے بعد کیا، اور حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں احکام کی پختگی کا زمانہ ہجرت کے بعد ہی کا ہے اور یہ امر معلوم نہیں کہ ہجرت کے بعد نبی کریمؐ نے کسی ایسی لڑکی کا نکاح کیا ہو جس کا اس سے پہلے شوہر نہ تھا، سوائے حضرت فاطمہؓ کے جن کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ ہوا۔ چونکہ حضورؐ کی صاحبزادی رقیہؓ ابولہب کے لڑکے عتبہ کے نکاح میں تھیں جس نے انہیں طلاق دے دی، تو حضورؐ نے ان کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ کر دیا۔

حضورؐ نے اپنی دو لڑکیوں کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا اور ان سے مشورہ نہیں لیا، تو شاید وہ حضرت اُمِ کلثومؓ اور رقیہؓ ہوں۔

بلا خلوت شوہر کا انتقال:

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ان سے لوگوں نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر مقرر نہ کیا اور نہ خلوتِ صحیحہ ہوئی، اور وہ شخص مرگیا۔ اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ عبداللہ بن مسعودؓ اس کے جواب کو ایک ماہ تک ٹالتے رہے۔ اس کے بعد دُعا کی اور فرمایا: "الٰہی! میں اس بارے میں اپنا جواب پیش کرتا ہوں۔ اگر وہ صحیح ہے تو وہ تیری طرف سے ہوگا، اگر غلطی ہوئی تو میری طرف سے ہوگی۔" آپؓ نے فرمایا: "میرا قیاس ہے کہ اس کے لیے مہر ایسی عورت کے مہر کے برابر ہونا چاہیے جو اس کے خاندان کی عورتوں کے برابر ہو، اور وہ ورثہ کا حق دار ہے اور اس معاملہ میں عدت کی میعاد چار ماہ اور دس دن ہے۔ یہ فتویٰ سن کر بنی اشجع میں سے چند لوگ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے کہا: "ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ حضور نبی کریمؐ نے بھی ورشق کی لڑکی بروع کے بارے میں اسی قسم کا فیصلہ دیا تھا۔"

جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس بات کا علم ہوا کہ جو فتویٰ انہوں نے دیا ہے اسی کے مطابق حضور نبی کریمؐ بھی اس سے پہلے فتوے دے چکے ہیں تو انہیں اس بات

Marfat.com

سے اتنی خوشی ہوئی کہ کسی بات سے نہ ہوئی تھی۔

حاملہ عورت سے نکاح:

انصار کے ایک شخص بُصرہ نامی نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ پھر ہم دونوں الگ ہوگئے، تو میں نے دیکھا کہ وہ حاملہ ہے۔ اس پر حضورؐ نے حکم دیا کہ یہ عورت مہر کی حق دار ہے، کیونکہ تم نے اس سے صحبت کی ہے اور بچہ تیرے لیے غلام ہے۔ جب عورت وضع حمل سے فارغ ہو جائے تو اُسے دُرّے لگاؤ، اور حضورؐ نے ان دونوں کو الگ کر دیا۔

فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ ان کے خاوند ابو عمر حفص نے انہیں آخری طلاق دی۔ اس کے بعد اُس نے شام سے کسی آدمی کے ہاتھ اُن کے لیے کچھ جَو ارسال کیے۔ اس پر فاطمہ ناراض ہوئی اور اس نے کہا کہ تمھاری طرف سے اب مجھ پر کوئی حق نہیں ہے۔

پھر وہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ سے اس امر کا ذکر کیا، تو حضورؐ نے فرمایا: "تیرے لیے نفقہ واجب نہیں ہے۔"

اسی فاطمہ کی زبانی درج ہے کہ میں نے اپنے شوہر کے ساتھ اپنے گھر اور خرچ کے معاملے میں رسولؐ اللہ کی موجودگی میں تنازعہ کیا، تو حضورؐ نے دونوں مطالبات کے بارے میں میرے خلاف فیصلہ کیا۔ پھر حضورؐ نے اُسے حکم دیا کہ "تم اُمّ شریک کے ہاں عدّت کا زمانہ گزارو" اور اُس کے بعد فرمایا: "اُس عورت کے ہاں میرے اصحاب کی آمدورفت ہے، اس لیے تم ابنِ مکتوم کے پاس جو نابینا ہے۔ اپنی عدّت کی مدّت گزارو کہ تم وہاں آزادی کے ساتھ رہ سکوگی اور جب تم عدّت گزار لو تو مجھے اطّلاع دو۔" پھر جب میں نے عدّت کا زمانہ بسر کر لیا تو حضورؐ کو اطّلاع دی اور ساتھ ہی میں نے یہ بھی عرض کیا کہ معاویہ بن ابو سفیان اور ابو جہم ہر دو نے مجھے نکاح کے پیغامات

Marfat.com

بھیجے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ "ابوجہم تو کبھی اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اُتارتا اور معاویہ مفلوک الحال ہے، اس کے پاس مال نہیں، اس لیئے تو اُسامہ بن زید سے نکاح کر لے۔" لیکن میں نے اسامہ کو ناپسند کیا۔ اس پر حضورؐ نے دوبارہ فرمایا کہ "تو اسامہ سے نکاح کر لے۔" پس میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالےٰ نے مجھے بہتری دی یہاں تک کہ میری حالت قابلِ رشک ہو گئی۔

عورت کے نفقہ کی ذمہ داری:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں ہند بنت عتبہ آئی اور عرض کیا، "یارسول اللہ! میرا خاوند ابوسفیان ایک ممسک اور بخیل آدمی ہے اور وہ مجھے اتنا مال نہیں دیتا جو میرے لیے اور میرے بچّوں کے لیے کافی ہو، سوائے اس مال کے جو میں اُس کی بےخبری میں لے لوں۔" حضورؐ نے فرمایا کہ اتنا مال لے لیا کرو جو عام ضروریات کے لحاظ سے تیرے اور تیرے بچّوں کے لیے کافی ہو۔

خاوند اور بیوی میں تقسیمِ کار:

حضورؐ نے حضرت علیؓ اور اُن کی بیوی فاطمہؓ بنت رسولؐ کے بارے میں فیصلہ کیا۔ ہر دو حضرات نے حضورؐ کی خدمت میں گھر کے کام کے بارے میں شکایت کی۔ اس پر حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کو گھر کے اندرونی کام اور حضرت علیؓ کو بیرونی کاموں کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ ابنِ حبیب کہتے ہیں، گھر کے اندرونی کام یہ ہیں، آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، بستر بچھانا، گھر میں جھاڑو دینا اور پانی بھرنا جب کہ پانی گھر کے ساتھ ہی ہو اور گھر کے دوسرے متفرقہ کام۔

بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضور نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بارے میں شکایت کی کہ چکّی پیسنے سے اُن کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں اور ان کو یہ بھی اطلاع ملی تھی کہ حضورؐ کے پاس کچھ کنیزیں آئی ہیں۔ چنانچہ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہمارے

Marfat.com

ہاں تشریف لائے۔ بحالیکہ ہم آرام کے لیے بستروں پر لیٹ گئے تھے۔ ہم حضورؐ کی آمد پر کھڑے ہونے لگے تو فرمایا: "لیٹے رہو۔" آپؐ تشریف لاکر ہمارے درمیان بیٹھ گئے، یہاں تک کہ میں نے حضورؐ کے پاؤں کی ٹھنڈک کو محسوس کیا۔ آپؐ نے فرمایا: "کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو تمھارے لیے سوال سے بہتر ہے، یہ کہ جب تم سونے لگو، تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔ پس یہ تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔" چنانچہ اس کے بعد میں نے اس وظیفہ کو کبھی ترک نہیں کیا۔

مہر کی مقدار:

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ اپنے نکاح میں اپنی زرہ حطمیہ نام بطور مہر دی جسے پانچ سو درہم میں فروخت کیا گیا تھا۔ حضور رسول اکرمؐ نے اس رقم کے کچھ حصہ کی خوشبو خرید فرمائی۔

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں بارہ اوقیہ چاندی ادا کی اور جہیز کی صورت میں حضرت رسول پاکؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو مندرجہ ذیل چیزیں دیں:

ایک جھالروں والی چادر، ایک تکیہ چمڑے کا جس میں اذخر کی گھاس تھی اور ایک مشک۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہجرت کے سالِ اوّل میں ہوا تھا اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال یعنی بائیسویں مہینے پر ہوا تھا۔ البتّہ اس بارے میں اختلاف نہیں کہ حضرت عائشہؓ حضرت رسولِ خداؐ کے گھر ہجرت کے سالِ اوّل میں ماہِ شوال میں آگئی تھیں۔

رسولِ خداؐ کی خدمت میں آکر ایک عورت نے آکر عرض کیا کہ مجھے اپنے نکاح میں قبول کر لیجیے۔ وہ دیر تک کھڑی رہی۔ مجلس میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس

Marfat.com

نے کہا، یارسول اللہ! اگر آپؐ اسے قبول نہیں فرماتے تو میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیجیے۔ حضورؐ نے فرمایا: "کیا تمہارے پاس اس کا مہر ادا کرنے کے لیے کچھ ہے۔" اُس نے کہا: "سوائے اس تہمد کے اور کچھ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تُو نے اسے بھی دے ڈالا، تو تو خالی رہ جائے گا، کوئی اور چیز دیکھ۔" اُس نے عرض کیا "مجھے کوئی چیز نہیں ملتی"۔ فرمایا: "پھر تلاش کرو، خواہ کوئی لوہے کی انگوٹھی ہی ہو"۔ لیکن تلاش کے باوجود اُسے کچھ بھی نہ ملا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: "کیا تجھے کچھ قرآن یاد ہے۔" اس نے عرض کیا۔ "جی ہاں، فلاں فلاں سورت یاد ہے۔" اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ "میں نے اتنے قرآن کے بارے میں جو تجھے حفظ ہے، اس عورت کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا"۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عورت خولہ بنت حکیم تھی اور بعض نے کہا کہ اُمِّ شریک۔

اس فیصلے سے فقہی نکتہ یہ ملتا ہے کہ جس شخص کا کوئی ولی نہ ہو، حاکمِ وقت اس کا ولی ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ نکاح اسباب کے عوض میں بھی ہو سکتا ہے جس طرح حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے زرہ کے عوض کر دیا تھا۔

دُوسرا نکاح:

حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کی درخواست کی اور بنو ہشام بن مغیرہ نے اس بارے میں حضورؐ سے اجازت طلب کی، مگر حضورؐ نے اُن کو اجازت نہ دی۔ یہاں تک کہ حضور اکرمؐ غصّہ میں گھر سے نکلے، مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ جب لوگ حضورؐ کے اردگرد جمع ہو گئے، تو آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: "ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح علی ابنِ ابی طالب کے ساتھ کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ میں کبھی ان کو اجازت نہ دوں گا سوائے اس کے کہ علی ابنِ ابی طالب اس بات کا ارادہ کریں کہ وہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ میری بیٹی میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جس بات سے اسے دُکھ ہوتا ہے، اُس سے مجھے

Marfat.com

دُکھ ہوتا ہے اور مجھے وہ بات تشویش میں ڈالتی ہے جو اُسے تشویش میں ڈالتی ہے۔ خدا کے رسولؐ کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی ایک ساتھ جمع نہ ہوں گی۔ مجھے احتمال ہے کہ فاطمہؓ اپنے دین کے بارے میں کسی فتنہ میں نہ ڈالی جائے۔ میں کسی حلال کو حرام نہیں ٹھہراتا، نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں، لیکن خدا کی قسم! اللہ کے رسولؐ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک مکان میں کبھی جمع نہ ہوں گی۔"

ابنِ حبیب کا قول ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے اپنے لیے ایسے معاملات کے بارے میں کوئی دلیل پکڑے، اس لیے کہ یہ نبیؐ کی خصوصیات میں سے ہے۔

ایک مجوسی غیلان بن سقفی نے اسلام قبول کیا، تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "تیرے نکاح میں دس عورتیں ہیں۔ تو اُن میں سے چار کو اپنے پاس رکھ لے اور باقی کو الگ کر دے۔" اسی طرح فیروز دیلمی کا بیان ہے کہ "جب میں اسلام لایا تو میرے نکاح میں دو عورتیں تھیں، جو سگی بہنیں تھیں۔ میں نے رسول اللہؐ سے عرض کی"، تو حضورؐ نے فرمایا کہ "اِن دونوں میں سے تو جس کو چاہے طلاق دے دے۔"

حرام رشتے:

حضرت اُمّ حبیبہؓ سے مروی ہے کہ "میں نے حضور نبی کریمؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا آپؐ کو ابوسفیان کی بیٹی قبول ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "مجھے کیا کرنا چاہیے۔" میں نے عرض کیا۔ نکاح کر لیجیے۔ آپؐ نے فرمایا "کیا تجھے یہ پسند ہے۔" میں نے جواب دیا، میں اکیلی نہیں ہوں اور مجھے اپنی سوکنوں میں سے اپنی ایک بہن پسند ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "وہ مجھ پر حلال نہیں۔" میں نے جواب دیا، مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپؐ دُرّہ کے ساتھ نکاح کی درخواست کر رہے ہیں۔ آپؐ نے جواب دیا، "اُمّ سلمہ کی بیٹی"۔ میں نے جواب دیا۔ ہاں۔ فرمایا، "اگر وہ میری پروردہ نہ بھی ہوتی

Marfat.com

تب بھی وہ میرے لیے حلال نہیں کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے ۔ مجھے اور اس کے باپ ابوسلمہ کو ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے، اس لیے تم اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا ذکر اس سلسلے میں نہ کرو۔

بیویوں کے درمیان باری کا مسئلہ :

جب حضورؐ نے اُمّ سلمہؓ سے نکاح کیا اور اُن کے ہاں تین دن رہے اور پھر دوسری بیوی کے ہاں جانے کا ارادہ کیا، تو انہوں نے آپؐ کو روک لیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "اگر آپ چاہیں تو میں سات دن تک آپ کے ہاں رہوں اور سات سات دن دوسری بیوی کے پاس اور اگر چاہیں تو تین دن تک رہوں۔" اس پر حضرت اُمّ سلمہؓ نے عرض کیا، "اچھا تین دن ہی رہیے۔"

حضور نبی کریمؐ ہمیشہ ان بیویوں کے درمیان مساوات قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے، اگرچہ آپ کے لیے ایسا کرنا لازم نہ تھا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے لیے اجازت دی تھی کہ :

"اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہو اور جتنے دن چاہو اپنے سے الگ رکھو اور جس کو چاہو اور جب تک چاہو اپنے پاس رکھو۔ نیز یہ کہ جن عورتوں کو تم نے ایک خاص وقت سے الگ کر دیا تھا، اگر تم ان کو پھر اپنے پاس واپس بلالو، تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔" (احزاب)

روایت ہے کہ رافع بن خدیج نے ایک جوان لڑکی سے نکاح کیا جب کہ محمد بن سلمہ کی بیٹی پہلے سے اُن کے نکاح میں تھی۔ رافع نے نکاح کے بعد نوجوان بیوی کو مقدم رکھا۔ رسولِ خدا کی خدمت میں اس کی شکایت گئی تو حضورؐ نے حضرت رافع سے فرمایا : "ان دونوں کے درمیان انصاف کرو، ورنہ اُسے چھوڑ دو۔" اس پر حضرت رافع نے اپنی دوسری بیوی سے کہا کہ "اگر تو پسند کرتی ہے کہ ترجیح کی یہی صورت

Marfat.com

قائم رہے جس پر تو اب قائم ہے۔ میں تجھے طلاق دے دوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ حکم نازل فرمایا کہ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے کسی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو، تو دونوں کے لیے اس بارے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ باہم کوئی بات طے کر کے آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے۔" (النساء)

راوی نے کہا کہ "رافع کی اس بات پر وہ راضی ہو گئی۔"

۲۔ طلاق کے مقدمات

حائضہ کی طلاق:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریمؐ کے عہد مبارک میں اپنی ایک بیوی کو طلاق دی، ایسی حالت میں کہ وہ حائضہ تھیں، تو آپ کے والد حضرت عمرؓ نے اس بارے میں رسول اکرمؐ سے دریافت کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اسے حکم دو کہ رجوع کرے اور پھر طہر تک اُسے اپنے پاس رکھے۔ اس کے بعد جب اُسے حیض آئے، اور اس کے بعد طہر۔ اس کے بعد اگر چاہے تو اُسے رکھے اور اگر نہ چاہے تو خلوتِ صحیحہ سے قبل طلاق دے دے۔ پس یہ عدّت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کو اُن کی عدّت کے وقت طلاق دی جائے۔"

ابو داؤد میں روایت ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو قطعی طلاق دے دی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی گئی۔ آپؐ نے فرمایا: "واللہ تیرا ارادہ صرف ایک طلاق کا ہو گا۔" رکانہ نے کہا، "واللہ! میرا ارادہ صرف ایک ہی طلاق کا تھا۔" پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو لوٹا دیا۔

عبداللہ بن ولید سے روایت ہے کہ "میرے دادا نے اپنی ایک بیوی کو ایک

Marfat.com

ہزار طلاق دی، تو میں انہیں حضور نبی کریمؐ کی خدمت میں لے گیا اور اس معاملہ کا ذکر کیا۔ نبیؐ نے فرمایا۔ "تیرے دادا نے خوفِ خدا نہیں کیا۔ اُسے صرف تین طلاقوں کا حق حاصل ہے۔ ۹۹۷ طلاقیں زیادتی اور ظلم ہیں۔ پس اگر خدا چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔

خُلع کے بارے میں :

بخاری میں روایت ہے کہ حبیبہ بنت سہل ثابت بن قیس بن شماس کے نکاح میں تھی۔ ایک دن حضورؐ صبح کی نماز کے وقت برآمد ہوئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ حبیبہ بنت سہل باہر کھڑی ہے۔ آپؐ نے پوچھا "کون ہے؟" عرض کیا "میں ہوں حبیبہ بنت سہل"۔ فرمایا، "کیا بات ہے؟" کہا، "نہ میں اور نہ میرا شوہر ثابت بن قیس ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔" جب ثابت بن قیس حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ "حبیبہ بنت سہل اس بات میں جو کچھ خدا تعالیٰ کی مرضی ہے، ذکر کرتی ہے۔" حبیبہ نے کہا، "یا رسول اللہ! جو کچھ اس نے مجھے مال میں سے دیا ہے، وہ میرے پاس موجود ہے۔" پس رسولؐ اللہ نے ثابت سے کہا کہ "یہ مال اس سے لے لو۔" اُس نے وہ مال لے لیا اور وہ عورت اپنے میکے جا بیٹھی۔

یہ واقعہ مسلم میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ عورت نے کہا۔ "نہ میں اس کے اخلاق سے ناراض ہوں نہ اس کے دین سے، بلکہ مجھے مسلمان ہو کر شوہر کا حق ادا نہ کرنے کے احتمال کا خطرہ ہے جو حالتِ کشیدگی عین ممکن ہے"۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا تو اس کا باغ واپس دیتی ہے۔" عرض کیا، "ہاں"۔ اس پر حضورؐ نے ثابت سے فرمایا کہ "تم اس کا باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو"۔

طلاق کی گواہی :

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی عورت اپنے خاوند سے طلاق کا دعوے کرے اور اس پر ایک عادل گواہ پیش کرے تو اس کے خاوند سے حلف لیا جائے گا۔ اگر وہ حلف اٹھالے گا، تو گواہ کی گواہی باطل ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ حلف سے انکار کرے تو اس کا انکار دوسرے گواہ کے مترادف ہوگا اور طلاق قائم ہو جائے گی۔

تخییر کے بارے میں :

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب تخییر کا حکم ہوا، تو حضورؐ نے مجھ سے ابتدا کی اور فرمایا: "عائشہؓ! میں تمھیں ایک بات کہتا ہوں جس میں اگر تم جلدی سے نہ بھی جواب دو تو تم پر کوئی الزام نہیں اور اپنے ماں باپ سے بھی مشورہ لے لو۔" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کو یہ علم تھا کہ میرے ماں باپ مجھے کبھی بھی آپؐ سے جدا ہونے کا حکم دینے والے نہ تھے۔ اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت پڑھی :

ترجمہ: "اے پیغمبرؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دُنیا کی زندگی اور اس کے سازو سامان کی طلب گار ہو، تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی کے ساتھ رُخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالےٰ، اُس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کی خواہش مند ہو، تو تم میں سے جو نیکو کار ہوں، اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے اجر تیّار کر رکھے ہیں۔"

مَیں نے عرض کیا۔ مَیں اس بارے میں اپنے ماں باپ سے کیا مشورہ کروں کیونکہ مَیں تو اللہ تعالےٰ، اُس کے رسولؐ اور آخرت کو چاہتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر باقی ازدواج نے بھی وہی عمل کیا، جو مَیں نے کیا۔ پس یہ طلاق نہ تھی۔

Marfat.com

تین سے کم طلاقیں :

حضرت علیؓ اور ابی بن کعب سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ایک عورت کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ "وہ باقی ماندہ طلاق کے حق پر اپنے شوہر کے نکاح میں بدستور رہے"۔ اور مالک نے ابن عباس اور شریح سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

بچےؓ کی کفالت کا معاملہ :

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ ایک عورت کو اُس کے خاوند نے طلاق دی اور یہ بھی چاہا کہ اس عورت کا بچہ اُس سے لے لے۔ معاملہ حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوا۔ اُس عورت نے عرض کیا، یارسول اللہ! میرا پیٹ اس بچہؓ کے لیے آرام گاہ تھا، میری چھاتیاں اس کے لیے بمنزلہ مشک کے تھیں۔ میری رانیں اس کے لیے ٹھکانا تھیں۔ اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ اسے مجھ سے چھین لے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ "تم اس بچےؓ کی زیادہ حق دار ہو جب تک تم اور نکاح نہ کرو"۔

ابوہریرہؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک ماں اور ایک باپ اپنے ایک بچےؓ کے بارے میں آپس میں جھگڑا کرتے تھے، تو اس عورت نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا خاوند یہ چاہتا ہے کہ میرے بچے کو مجھ سے لے لیا جائے۔ اس پر حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ "اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے، تو تُو جس کا ہاتھ چاہے پکڑ لے"۔ اس پر اُس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اسے لے کر چل دی۔

جب حضور نبی کریمؐ نے عمرۃ القضاء ادا فرمایا اور مقررہ میعاد گزر گئی جس پر اہلِ مکہؓ کے ساتھ فیصلہ ہوا تھا تو اہلِ مکہؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اپنے دوست سے کہو کہ اب یہاں سے روانہ ہوں۔ پس حضرت نبی کریمؐ وہاں سے روانہ ہوئے۔ اس پر حضرت حمزہؓ کی بیٹی آپ کو یا عم! یا عم! پکارتی پیچھے دوڑتی آئی۔

Marfat.com

حضرت علیؓ نے بچی کو اُٹھا لیا اور حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ یہ لو یہ تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔ اس پر حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور جعفر کے درمیان اس لڑکی کی پرورش کے بارے میں تکرار ہوئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اسے میں اپنے پاس رکھوں گا۔ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے" اور جعفر نے کہا "یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں بھی ہے"۔ زید نے کہا کہ "وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے"، تو حضورؐ نے اس لڑکی کو خالہ کے سپرد کر دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ "خالہ ماں کے برابر ہے"۔ اور حضرت علیؓ سے کہا کہ "تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں"۔ اور دوسرے سے فرمایا کہ "تو خلق اور خُلق میں میرے ساتھ مشابہ ہے" اور زید سے فرمایا کہ "تو ہمارا بھائی ہے"۔

ظہار کے بارے میں حکم:

روایت ہے کہ انصار کی ایک عورت خولہ بنت ثعلبہ نبی کریمؐ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا۔ "یارسول اللہ! اوس بن صامت نے مجھ سے نکاح کیا۔ اس حالت میں کہ میں جوان پسندیدہ تھی۔ پھر جب میری عمر ڈھل گئی اور میرا پیٹ پھیل گیا۔ مجھ سے بہت سی اولاد پیدا ہوگئی، تو اس نے مجھے اپنی ماں کے مثل ٹھہرا لیا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس سے فرمایا: "تیرے بارے میں فی الحال میرے پاس کوئی فیصلہ نہیں"۔ اُس عورت نے اللہ تعالےٰ کے حضور فریاد کی اور کہا کہ "الٰہی! میرا شکوہ تیری درگاہ میں ہے"۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ اُس نے حضور نبیؐ کے حضور اپنی گفتگو کے سلسلے میں کہا کہ "میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر میں انہیں اپنے ساتھ رکھوں تو یہ بھوکے مریں گے"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ظہار کے کفارہ کا حکم صادر فرمایا۔

مفضّل نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے اُسے فرمایا: "کیا تو ایک غلام آزاد کر سکتا ہے"۔ اُس نے کہا۔ "نہیں"۔ فرمایا: "کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے"۔ اُس نے جواب دیا۔ "میرے پاس کچھ بھی نہیں"۔ اس پر حضورؐ نے اُسے پندرہ

Marfat.com

صاع غلّہ کی مدد دی اور کسی اور نے بھی پندرہ صاع کی مدد دی۔ یہ غلّہ اُس نے ساٹھ مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔ یعنی ہر مسکین کو نصف صاع۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ میرے پاس ایک ٹوکرے میں ساٹھ رطل کھجوریں لاؤ۔ وہ لے آئے، تو فرمایا: "یہ اپنی اور اپنی بیوی کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو دے دو" اُس نے کہا۔ "یارسولؐ اللہ! میری ماں اور باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ کوئی شام اور صبح گزارنے والا ایسا نہیں جو میرے اور میرے اہل سے زیادہ اس ٹوکرے کا حق دار ہو"، تو رسولؐ اللہ نے تبسّم فرمایا اور کہا کہ "تم اور تمھارے اہل اسے کھا لیں۔

لعان کا معاملہ:

زہری سے روایت ہے کہ سہل بن سعد الساعدی کے ذریعے اُن کو خبر ملی کہ عاصم بن عدی انصاری کے پاس ایک شخص عویمر عجلانی آیا اور اس نے اس سے کہا۔ مجھے بتائیے کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس کسی دوسرے آدمی کو دیکھے، تو اگر وہ اُسے قتل کرے تو مقتول کے وارث اُس کو قتل کریں گے۔ پس وہ کیا کرے۔ آپ اس بارے میں میرے لیے حضور اکرمؐ سے سوال کریں۔ پس انہوں نے رسولؐ اللہ سے سوال کیا۔ حضورؐ کو یہ سوال ناپسند ہوا، بلکہ عاصم نے اس بارے میں رسولؐ اللہ سے جو الفاظ سُنے، وہ ان پر گراں گزرے۔ جب عاصم اپنے گھر واپس آئے تو عویمر نے ان کے پاس آکر پوچھا۔ اے عاصم! اس سوال کے متعلق جو میں نے تم سے دریافت کرنے کو کہا تھا۔ رسولؐ اللہ نے تم سے کیا کہا؟ عاصم نے جواب دیا کہ تم میرے پاس کوئی اچھی بات لے کر نہیں آئے۔ تم نے جو سوال کیا تھا، رسولؐ اللہ نے اُسے ناپسند کیا ہے۔ عویمر نے کہا۔ واللہ! میں باز نہ آؤں گا، یہاں تک کہ حضورؐ سے اس بارے میں خود سوال کروں۔ چنانچہ وہ آگے گیا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان حضور نبی کریمؐ کے پاس پہنچ گیا۔ پھر عرض کیا۔ یارسولؐ اللہ! فرمائیے، ایک آدمی اپنی عورت

Marfat.com

کو ایک دوسرے آدمی کے پاس دیکھے اور وہ اُسے قتل کر دے اور پھر مقتول کے وارث اسے قتل کر دیں، تو وہ اس صورت میں کیا کرے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں حکم نازل کر دیا ہے۔ جا اور اُسے لے آ۔

سہل کہتے ہیں، پھر دونوں نے اس واقعہ کے بارے میں ایک دوسرے پر لعنت کی۔ جب وہ فارغ ہوئے تو عویمر نے کہا، یارسول اللہ! اگر میں اس عورت کو رکھ لوں، تو گویا میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی۔ پس اس نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ قبل اس کے کہ حضورؐ اُسے کوئی حکم دیں۔

صحیح بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے ان مرد و عورت سے کہا کہ تمہارا احساب اللہ تعالےٰ پر ہے۔ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے۔ یہ الفاظ آپؐ نے تین مرتبہ دُہرائے۔ اس پر رسول اللہؐ نے ان دونوں میں جُدائی کر دی۔

روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے لعان سے پہلے مرد کو کہا کہ تو اپنے الزام کو واپس لے۔ تجھ پر تہمت کی حد لگائی جائے گی اور وہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں تیری طرف سے بمنزلہ توبہ کے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا۔ اس پر اس نے کہا کہ نہیں مجھے قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ایسا چار مرتبہ فرمایا۔ ہر مرتبہ رسول اللہؐ نے اسے یہی کہا۔ پھر آپؐ اس عورت سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے عورت خدا سے ڈر اور اپنے گناہ کا اقرار کر لے، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے گا اور تیری توبہ قبول کرے گا۔ اس نے جواب دیا۔ قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اس نے جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ پس آپ نے چار مرتبہ یہ کلمات دُہرائے۔ پھر قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جو

Marfat.com

لوگ اپنی بیوں پر زنا کا الزام لگائیں اور اُن کے پاس اپنے سوائے اور کوئی گواہ نہ ہو تو ایسے مدعیوں کے لیے یہ ثبوت ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر شہادت دیں۔ (النور)

پس رسول اللہ نے فرمایا، اُٹھ کر شہادت دے۔ اُس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مَیں کیا کہوں۔ آپؐ نے فرمایا، یُوں کہو کہ مَیں اللہ کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ مَیں سچّا ہوں۔ پھر اُسے فرمایا۔ اب پانچویں مرتبہ کہو۔ اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مَیں کیا کہوں۔ فرمایا، یُوں کہو۔ اگر مَیں نے جھُوٹ کہا ہو، تو مجھ پر اللہ کی لعنت۔ پھر عورت کو بُلایا۔ کیا تو گواہی دے گی یا تجھے سنگسار کریں۔ اُس نے جواب دیا۔ مَیں گواہی دوں گی۔ فرمایا، اچھا کہو کہ مَیں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھُوٹا ہے۔ چار مرتبہ کہا۔ پھر پانچویں مرتبہ کہو۔ اُس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مَیں کیا کہوں؟ فرمایا، اگر وہ سچّا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ اس نے کہہ دیا۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا۔ جاؤ مَیں نے تم کو الگ الگ کر دیا اور تم میں سے ایک کے لیے دوزخ لازم ہو گئی اور بچّہ عورت کے لیے ہے۔

اسلامی نظامِ معاشرت کے سلسلے میں یہ ہیں چند فیصلے عدالتِ رسولؐ کے، جو خواتین کے مسائل کے بارے میں صادر فرمائے گئے جو ہماری معاشرتی زندگی کی بُنیادیں ہیں۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی ازواجِ مطہرات

آپؐ نے ۲۵ سال کی بھرپور جوانی میں ایک ایسی خاتون سے شادی کی جس کی عمر اُس وقت چالیس سال تھی اور وہ بچّوں والی بیوہ خاتون تھی۔ حضورؐ کی اور آپؐ کی پہلی بیوی کی عمر میں ۱۵ سال کا تفاوت تھا۔

پھر آپؐ نے اُمّ المومنین[1] حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ اپنی ساری جوانی گزاری اور آپؐ کی ساری اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے ہی ہوئی۔ ان کا دور آپؐ کی مکّی زندگی کا دور تھا۔ بعثتِ نبوّت کے بعد سردارانِ قریش کی مخالفت کے کٹھن دن اور شعبِ ابی طالب کے جانگسل قید و بند اور جان لیوا معاشی مقاطعے بھی انہوں نے اکیلے ہی گزارے اور اس دوران میں آپؐ نے کبھی خیال تک نہ کیا کہ انہیں کسی دوسری شادی کی ضرورت ہے جب کہ آپؐ صاحبِ حیثیّت تھے، صحت مند تھے، اور عرب میں ایک سے زائد شادیاں کرنے کا عام اور کھلا رواج تھا جس میں کوئی قباحت نہ سمجھی جاتی تھی۔ نہ مرد سمجھتے تھے اور نہ عورتیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت حضورؐ کی اپنی طبعی ضرورت کی وہی شادی تھی جو حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ سے ہوئی تھی۔ حضورؐ عین عنفوانِ شباب میں بھی کنواری لڑکیوں سے زیادہ شرم و حیا اور احساسِ عفت و عصمت رکھنے والے انسان تھے۔ آپؐ

---

[1] رسولِ اکرمؐ کی حکمتِ انقلاب سے استفادہ۔

Marfat.com

کبھی نگاہ اُونچی کر کے صنفِ مخالف کی طرف نہ دیکھتے تھے۔ آپؐ کی زندگی اس مکّہ میں جہاں اس زمانے میں اوباشوں کی ٹولیاں پیدا ہو چکی تھیں، انتہائی پاکیزہ شریفانہ اور عصمت و عفت کی زندگی تھی۔ آپؐ کی ذات کے بارے میں پوری مکّی زندگی میں شادی سے پہلے یا بعد کوئی ایک حرفِ ناروا بھی کہیں سے سنائی نہیں دیتا تھا۔ آپؐ ایک کامل شریفُ النفّس، پاکیزہ سیرت عصمت مآب اور با حیاء و با اخلاق انسان تھے۔ آپؐ کی ساری زندگی کا یہ پہلو آئینے کی طرح صاف ہے جس پر معمولی گرد بھی کہیں محسوس نہیں ہوتی۔

آپؐ نے اپنی عمر کا وہ حصّہ جس میں انسان کو طبعی طور پر شادی اور عائلی زندگی کا ذوق و شوق ہو سکتا ہے، حضرت خدیجہؓ کے ساتھ پوری عفت و پاکیزگی اور یکسوئی سے گزار دیا، حالانکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کسی اور شادی کے خواہشمند ہوتے تو وہ جاں نثار خاتون اس میں کبھی مزاحمت نہ کرتیں۔ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی منصف مزاجی اور بُردباری کا طویل تجربہ کر چکی تھیں۔

حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ کا انتقال ۱۰ نبوی میں ہوا۔ انہیں دنوں حضرت ابو طالب کا انتقال بھی ہوا تھا۔ وہ دونوں ہستیاں آپؐ کے کارِ نبوّت میں دُنیوی طور پر بہت ممد و معاون تھیں۔ اسی سال طائف اور دیگر مقامات کے بیرونِ مکّہ قبائل کی طرف حضورؐ تبلیغِ اسلام کے لیے تشریف لے گئے۔ طائف میں آپؐ کو جس مخالفت اور مزاحمت سے سابقہ پڑا، وہ آپؐ کی پُر مشقّت زندگی کا مشکل ترین دن تھا۔ ایسے سخت ترین ایّام میں آپؐ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا، جو دُنیوی طور پر ہر قسم کے دُکھ درد میں آپؐ کا بہت بڑا سہارا تھیں۔ حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ کی وفات سے آپؐ کی ازدواجی اور گھریلو زندگی بالکل معطّل ہو کر رہ گئی تھی۔ اس پریشانی کے دَور میں بعض صحابیوں اور صحابیات نے آپؐ سے شادی کا تذکرہ کیا۔ آپؐ اس وقت پچاس سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور پچّاس سال کی عمر میں ایک صاحبِ اولاد آدمی گھریلو مجبوری کے سوا کسی اور

Marfat.com

جذبے کے تحت شادی نہیں کرتا۔ چنانچہ حالات سے مجبور ہو کر گھر کی آبادی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے لیے جو خاتون منتخب کیں وہ حضرت سودہؓ بنت زمعہ تھیں۔

یہ خاتون پچاس سال کی عمر کی تھیں۔ حبش میں ہجرت کر کے گئی تھیں۔ اسلام کے لیے مشکل ترین مصائب برداشت کیے تھے۔ کئی سال تک ہجرت میں رہنے کے بعد شوہر کی وفات پر حبش سے واپس آگئی تھیں اور اب وہ بیوہ تھیں۔ ان کی عمر اس قابل نہ تھی کہ کوئی ان سے شادی کر کے ان کا معاشی اور معاشرتی سہارا بن سکے۔ اسلام کے راستے میں اس قدر مصائب سہنے، ہجرت اور سفر کرنے اور ملک در ملک بھٹکنے کے بعد گھر بار اور شوہر سے محروم ہو کر اب وہ اس عمر میں بالکل بے سہارا ہو کر واپس مکے آئی تھیں۔ حضورؐ نے ان مصائب کے ازالے، ان کی دلدہی، ہمدردی اور اعتراف خدماتِ اسلام کے طور پر ان سے شادی کر لی۔ آپ ایک عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ کے انتقال کے بعد یہی پچاس سالہ خاتون ہیں جو سب سے پہلے حضورؐ کے نکاح میں آئیں۔ آپ سے متعدد احادیث کی روایت موجود ہے۔ ان کے بعد باقی تمام ازواج ہجرت کے بعد مدینہ میں آپؐ کی زوجیت میں داخل ہوئیں۔

ہجرت کے پہلے ہی سال شوال میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی ہوئی جو حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں، جس رفیقِ غار کے بارے میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں نے دنیا میں سب انسانوں کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے، لیکن ابوبکر کے احسانات کا بدلہ اللہ تعالیٰ خود چکائے گا۔ حضرت عائشہؓ کا نکاح کمسنی میں ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکے کے آخری ایام میں ہو گیا تھا، لیکن مدینہ پہنچ کر آپ کی رخصتی ہوئی۔ یہ ایک ایسے محبوب ترین رفیق اور دوست سے مضبوط تر رشتے کی استواری تھی جس نے مکے

Marfat.com

کے مشکل ترین ایّام میں ہمیشہ آپؐ کا ساتھ دیا تھا۔ کفّار کے نرغے میں آپؐ کی حفاظت کی۔ معراج کے حیران کن واقعہ کی پہلی خبر پر ہی آپؐ کی تصدیق کی جبکہ بہت سے ضعیف الایمان نومسلم تک ڈول گئے تھے۔ غارِ ثور کی ہولناک تاریکی میں آپؐ کی رفاقت کی۔ مدینہ کے سفرِ آبلہ پائی میں آپؐ کا ساتھ دیا۔ جس نے آپؐ پر اپنی ہر متاعِ عزیز کو نچھاور کر دینے کی عمر بھر سعی کی۔ جس نے آپؐ کی غیر موجودگی میں مسلمانوں کی نماز کی قیادت کی۔ جو آپؐ کے اوّلین جانشین ہوئے اور جو مزاجِ نبوّت کے حامل صحابی اور رفیقِ رسولؐ تھے، ان کے ساتھ رشتے کا تعلّق قائم کرنا ان کے احسانات و محبّت کا قلبی اور عملی اعتراف تھا۔ حضرت عائشہؓ نے بھی جس طرح حضورؐ کی دلجوئی اور رفاقت کی اور اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل کر حضورؐ کی غمگساری، محبّت والفت کے لطیف ترین جذباتِ جاں نثاری کے ساتھ کی اس کی کہیں مثال ملنی مشکل ہے۔ جب دشمنوں، حاسدوں اور منافقوں نے آپ کی آبرو پر آپ کے حوالے سے حملہ کرنے کی کوشش کی اور واقعۂ افک پیش آیا تو جس طرح صبر و استقامت کے ساتھ انہوں نے حضورؐ کی محبّت کا امتحان دیا وہ ایک بے مثال طرزِ عمل ہے۔

حد یہ تھی کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے اس بہتان کے بارے میں پوچھ لیا۔ پھر تو ہفتوں تک مسلسل رونے والی اس پاک دامن عفیفہ اور صابرہ خاتون نے جو جواب دیا وہ ان کی ذہانت اور استقامت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

انہوں نے حضورؐ کی بجائے اپنے کنبے والوں کو مخاطب کر کے کہا:

"اگر میں اب کہوں گی کہ میں اس الزام سے بری ہوں تو میری بات باور نہ کی جائے گی اور اگر میں کسی بات کا ناحق اقرار کر لوں، حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بالکل بری ہوں، تو وہ باور کر لی جائے گی۔ بس اس حالت میں تو میں اپنے لیے صرف حضرت یعقوب علیہ السّلام کی مثال ہی

Marfat.com

پاتی ہوں جنہوں نے کہا تھا کہ بس صبر ہی بہتر ہے ، اللہ ہی مددگار اور کارساز ہے۔"

چنانچہ پھر آپ کی پاکیزگی کی گواہی اور بریت کا اعلان خود قرآن نے کیا۔ ان سے محبت کی تلقین خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کو کی تھی۔ جن پر جبریلؑ تک نے سلام کہا تھا؛ جن کے حجرے میں حضورؐ پر بارہا وحی نازل ہوئی تھی اور جن کی وساطت سے مسلمانوں کو آیتِ تیمم کے ذریعے قیامت تک ایک آسانی اور سہولت میسر آئی تھیں۔ حضرت عائشہؓ دینِ اسلام کے معاشرتی اور تہذیبی پہلو کی سب سے بڑی معلمہ تھیں۔ حضورؐ کے بعد جب صحابہ کرامؓ میں کوئی پیچیدہ مسئلہ آپڑتا تو وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف ہی رجوع کیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس اس مسئلے کا تسلی بخش حل موجود ہوتا۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جسم کے کپڑوں کو پیوند لگایا کرتیں اور ایک ایک دن میں ستر ہزار درہم تک راہِ خدا میں تقسیم کر کے دامن جھاڑ دیا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ اعلےٰ پائے کی عالم وفاضل خاتون تھیں۔ ادبِ عربی پر عبور تھا۔ بہت سے اعلیٰ پائے کے اشعار یاد تھے جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کا سامان مہیا کر دیا کرتیں۔ آپ سے کتبِ احادیث میں دو ہزار دو سو دس احادیث کی روایت ہے۔ گویا اسلام کے معاشرتی نظام کا بہت بڑا حصہ حضرت عائشہؓ کی معرفت اُمتِ مسلمہ کے حصے میں آیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بعد حضورؐ نے اپنے دوسرے نہایت درجہ اور معتمد علیہ ساتھی حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے شادی کی جو بیوہ تھیں۔ انہوں نے اپنے سابق شوہر کے ساتھ پہلے حبش کی طرف ہجرت کی، پھر دوسری ہجرت مدینہ کی طرف کی۔ ان دو ہجرتوں کے بعد ان کے شوہر خنیسؓ بن حذافہ جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے تو حضرت عمر فاروقؓ ان کی بیوگی سے بہت پریشان ہوئے اور چند اکابر صحابہؓ سے ان

Marfat.com

کا تذکرہ کیا، لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ۳ھ ہجری میں ان سے نکاح کرلیا اور فرمایا کہ عثمانؓ کو حفصہؓ سے بہتر بیوی اور حفصہؓ کو عثمانؓ سے بہتر شوہر مل گیا ہے۔ یہ رشتہ حضرت عمر فاروقؓ سے تعلق کی مزید گہرائی کا ذریعہ بن گیا اور ان کی دلجوئی اور معاونت کا سبب بھی بنا۔ اس طرح اسلامی تحریک کے درجۂ اوّل کے دو اہم ترین افراد سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا رشتے کا قریب ترین تعلق پیدا ہو گیا۔ حضرت حفصہؓ بے حد عبادت گزار اور روزہ دار خاتون تھیں۔ ان سے ساٹھ احادیث کے لگ بھگ روایت موجود ہے۔ انہوں نے بھی اسلام کے معاشرتی احکام مسلمانوں تک پہنچانے میں بہت کام کیا ہے۔ یہ مشہور صحابیِ رسولؐ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی بڑی بہن تھیں جن سے ہزاروں احادیث کی روایت موجود ہے۔

حضرت حفصہؓ کے بعد آپؐ نے حضرت اُمّ المومنین اُمِّ سلمہؓ سے نکاح کیا، جو بیوہ تھیں اور ان کے شوہر حضرت ابو سلمہؓ جنگِ اُحد میں شدید زخمی ہو کر شہید ہو گئے تھے۔ انہوں نے پہلے حبش کی طرف ہجرت کی تھی، پھر مکّہ میں واپس آ گئے اور جب ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا تو پھر دوسری بار مدینے کے لیے ہجرت کی۔ اس ہجرت میں کفارِ قریش نے ان کے بچے چھین کر حضرتِ اُمّ سلمہؓ پر بہت ظلم ڈھایا۔ وہ سال بھر روتی رہیں، لیکن مدینہ میں آ کر ان سے شوہر کی دیرینہ رفاقت بھی چھن گئی اور وہ چھوٹے چھوٹے بچّوں کے ساتھ تنہا رہ گئیں۔ انہوں نے اور ان کے شوہر نے اللہ کے راستے میں بے انتہا صعوبتیں برداشت کی تھیں اور ان کا یوں بے یار و مددگار رہ جانا بہت سوہانِ رُوح حادثہ تھا۔ حضورؐ نے بچّوں سمیت ان کے سہارے کے لیے اور ان کی دینی خدمات کے طور پر ان سے نکاح کرلیا۔ وہ بہت عاقل و دانشور خاتون تھیں اور مختلف مواقع پر ان کے دانشورانہ مشوروں سے اسلام کو فائدہ پہنچا۔ ان سے اسلامی معاشرتی اور اخلاقی

Marfat.com

احکام پر مبنی ۳۷۸ احادیث کی روایت کتبِ احادیث میں موجود ہے۔ اس طرح انہوں نے اسلامی قوانین کی روایت میں ایک قابلِ قدر کردار ادا کیا ہے۔

اُمّ المساکین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ حضورؐ کی پانچویں بیوی تھیں۔ ان کے پہلے تین نکاح ہو چکے تھے۔ وہ بیوہ تھیں۔ ان کے تیسرے شوہر حضرت عبداللہؓ بن جحش جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے تو حضورؐ نے ان سے نکاح کر لیا، لیکن نکاح کے بعد وہ صرف دو تین مہینے زندہ رہیں۔ وہ بے حد فیاض، حق گو اور خدا ترس خاتون تھیں۔

یہ سب نکاح مختلف قبائل کی خواتین سے تھے جن میں سے بیشتر کے ساتھ نکاح کا سبب تالیفِ قلب، سہارا دینا یا اس خاندان سے تعلق و رشتہ کی مزید گہرائی مقصود تھی یا ان رشتوں سے اسلام کی تقویت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مطلوب تھی۔ یہ سب رشتے آپؐ کی ۵۵ برس کی عمر کے بعد ہوئے تھے۔

البتہ معاشرتی اصلاحات میں معرکے کا نکاح اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کا نکاح تھا جن کا پہلا نکاح حضورؐ کے منہ بولے بیٹے اور غلام حضرت زیدؓ بن حارث سے ہوا تھا۔ لیکن حضرت زیدؓ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ اس وقت جاہلی معاشرے میں منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کی مانند شمار ہوتا تھا اور جو حرمتیں سگے بیٹے سے متعلّق ہوتی ہیں وہی منہ بولے بیٹے سے وابستہ کی جاتی تھیں۔ اسلام کا قانون اس سے مختلف تھا۔ چنانچہ حضرت زینبؓ سے نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا تاکہ اس قدیم جاہلی رسم کا خاتمہ کر دیا جائے۔ حضورؐ جھجک رہے تھے، لیکن اللہ تعالےٰ نے صاف صاف حکم دے کر یہ نکاح کروایا۔ اس نکاح کے ذریعے منہ بولی ابنیّت کی یہ جاہلی رسم ہمیشہ کے لیے دفن ہو گئی۔

اُمّ المومنین حضرت جویریہؓ کا تعلّق قبیلہ بنی المصطلق سے تھا اور وہ حارث بن ابی ضرار سردارِ قوم کی بیٹی تھیں۔ ان سے نکاح کے نتیجے میں مسلمانوں نے بنو المصطلق

Marfat.com

کے سب قیدی رہا کر دیے۔ ان کی بھی پہلی شادی ہو چکی تھی۔ یہ خاتون بھی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ ان سے متعدّد احادیث کی روایت منسوب ہے۔

پھر آپؐ نے حضرت اُمّ حبیبہؓ سے نکاح کیا جو بیوہ تھیں۔ ان کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا۔ انہوں نے حبش کی طرف اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی۔ یہ مشہور سردارِ قریش ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں جو مسلمان ہو کر شوہر کے ساتھ حبش چلی گئی تھیں۔ وہاں ان کا شوہر تو عیسائی ہو گیا لیکن وہ اسلام پر قائم رہیں اور ہجرت کے سارے مصائب برداشت کیے۔ حضورؐ نے نجاشی کی معرفت ان سے حبش کی ہجرت میں ہی نکاح کر لیا تھا۔ اس نکاح سے بھی ابوسفیان کا حوصلہ حضورؐ کی مخالفت میں پست ہو گیا تھا۔ ان سے ۶۵ احادیث کی روایت موجود ہے۔

اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ مشہور یہودی سردار حیّ بن اخطب کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح ہو چکا تھا۔ جنگِ خیبر میں وہ مارا گیا۔ اسیر ہو کر آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ ان کے ذریعے یہود میں اسلام کے اثرات پھیلے۔ ان سے دس احادیث کی روایت ہے۔

اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ بیوہ تھیں۔ حضرت عباسؓ عم النّبی کے توجّہ دلانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے نکاح کر لیا۔ ان سے ۷۶ احادیث کی روایت کتبِ احادیث میں موجود ہے۔

اس تفصیل سے جو نقشہ سامنے آتا ہے اور جو ان ازواج کی حکمتیں سمجھ میں آتی ہیں وہ کچھ یوں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی تمام ازواجِ مطہّرات بیوہ تھیں اور ان میں سے بیشتر کافی بڑی عمر کی تھیں۔ ظاہر ہے کہ نکاح برائے عشرت اس طرح کے نہیں کیے جاتے۔ یہ صریحاً تعلّقات کی مضبوطی، گہرائی، امداد و تعاون، تالیفِ

Marfat.com

قلب، اعترافِ خدماتِ اسلامی اور سہارا دینے کے لیے کیے ہوئے نکاح دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے عقدِ بیوگان کی اہمیت بھی سامنے آتی ہے۔

حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ کے سوا یہ سارے نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی عمر کے اس حصّے میں پہنچ کر کیے، یعنی ۵۰ سال سے زائد عمر میں جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم جیسے باعفت اور حیادار انسان کو کسی نکاح کی حاجت نہیں رہتی اور عام حالات میں اتنی شدید مصروفیات والا انسان جو ایک ہمہ گیر تعلیمی اور تبلیغی تحریک کا سربراہ ہو وہ اتنی عیالداری کا متحمّل بھی نہیں ہو سکتا۔

اپنی اوّلین شادی اپنے بھرپور عالمِ شباب میں ایک چالیس سالہ بچّوں والی بیوہ سے کر کے آپؐ نے اپنے آپ پر کسی جنسی جذبے کے غلبے کی مکمّل نفی کر دی تھی جو ہمارے مستشرقین کے دماغ پر بالعموم سوار رہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت خدیجہؓ سے اپنی اوّلین شادی کر کے یہ بھی ثابت کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک اخلاقِ فاضلہ اور بلند کردار شرافت اور معاملہ فہمی حسن و جمال کے مقابلے میں ہر لحاظ سے قابلِ ترجیح صفات تھیں۔ ویسے بھی آغازِ دعوت میں جن مصائب سے اچانک آپ کو سابقہ پیش آیا تھا اس کے لیے حکمتِ ربّانی یہی تھی کہ گھر میں ایک ایسی پختہ کار، مزاج شناس، متحمّل مزاج اور جہاندیدہ خاتون موجود ہو جو آپؐ کے لیے تسلّی و تشفّی اور حوصلے کا باعث بن سکے اور بلاشبہ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے جو خدمات اوائلِ اسلام میں سرانجام دیں۔ اُمّتِ مسلمہ اس احسان کو قیامت تک نہیں بھول سکتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو ایک سخت ناتراشیدہ قوم سے سابقہ تھا جو تہذیب و تمدّن میں بہت پیچھے تھی اور جس کی معاشرتی زندگی بہت ہی غیر منظم اور بے ہنگم اور ہر قاعدے قانون سے آزاد تھی۔ حضورؐ کے پیشِ نظر اس قوم کو مہذب اور متمدّن بنانا تھا اور

Marfat.com

ظاہر ہے کہ تہذیب و شائستگی کا بہت بڑا تعلق خاندانی، معاشرتی اور تہذیبی تعلقات سے ہوتا ہے جس میں خواتین کا حصّہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس قوم کو شائستگی سکھانے، طہارت اور پاکیزگی کے اصول بتانے اور اسلام کی حدودِ اختلاط کو توڑے بغیر ان کے گھروں تک اسلامی تعلیم پہنچانے کا ذریعہ یہی اُمّہات المومنین رضؓ تھیں۔ اس سلسلے میں مختلف خاندانوں اور قبیلوں کی اور مختلف عمروں کی خواتین سے نکاح کیے بغیر اسلام کا یہ مقصد پورا نہ ہوسکتا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے امہات المومنینؓ کو پہلے تعلیم دے کر تیار کیا، پھر وہ دوسری مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیّت کا ذریعہ بن گئیں۔

اس قبائلی معاشرے میں آپؐ نے مختلف قبائل کی خواتین سے نکاح کر کے ان قبائل سے اپنے معاشرتی تعلقات استوار کر لیے جس سے بہت سے قبائل کی دشمنیاں آپؐ کے خلاف سرد پڑ گئیں۔ کیونکہ قبائلی معاشرے میں رشتہ کی بہت اہمیّت تھی۔

معاشرے کی جاہلی رسوم کو توڑنا بھی آپ کے فرائض میں شامل تھا اور رسوم کو توڑنے کا کام خواتین کی اصلاح سے ہی ممکن تھا۔

نسل و خون و رنگ و قبیلے کی مساوات اسی طرح قائم ہوسکتی تھی کہ عملی طور پر قبائل کے محدود تعلقاتِ رشتہ داری سے نکل کر عملی مثال قائم کی جاتی تاکہ لوگ برادریوں کے چکر سے نکل سکتے۔ اسلام نے جس طرح سب مسلمانوں کو زندگی کے سارے حقوق میں مساوی قرار دیا ہے وہاں رشتہ و مناکحت کے بارے میں ان میں کوئی امتیاز درست اور جائز نہیں ہے۔ آپؐ سے پہلے مختلف قبائل رشتے اپنے ہی قبیلے میں کرتے تھے اور قبیلے سے باہر رشتہ کرنا عار سمجھتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس رسم کو توڑ کر انسانی برادری کو وسیع کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کے ذریعے بہت سی قبائلی عصبیّتوں کا اپنے اسوۂ حسنہ سے قلع قمع کر دیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رشتے مختلف قبائل سے

Marfat.com

قائم کیے تھے۔

غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی رشتۂ ازدواج بھی محض نکاح کی خاطر نہ تھا، بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ فرمائی تھیں اور حضورؐ کا کوئی ایک نکاح بھی ایسا نہیں ہے جس نے اسلامی انقلاب کے لیے راستہ ہموار کرنے میں مدد نہ دی ہو۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ اور نسائیات

جس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم خداوند تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے مبعوث ہوئے، عورت ساری دُنیا میں محکوم اور کمتر ین سمجھی جاتی تھی اور وہ بہت سے قانونی حقوق سے محروم تھی۔ اُس وقت جن مذاہب و قوانین کا دَور دَورہ تھا، اُن کی رُو سے عورت مردوں کی اس قدر محکوم تھی کہ مذہبی اُمور تک میں حصہ لینا اس کے لیے ممنوع تھا۔ عورت اُن کے نزدیک سرچشمۂ گناہ تھی۔ عرب کی عورتوں کا حال بھی دوسرے ملکوں کی عورتوں سے کچھ بہتر نہ تھا۔ اس کا کام صرف یہ تھا کہ قبیلے کی عزّت کو محفوظ رکھنے کے لیے جفاکش سپاہی پیدا کرتی رہے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج بھی مفاخرت کے اسی جھوٹے تصوّر کا پیدا کردہ تھا۔ بدکاری پر بے حیائی کے ساتھ عمل تھا۔ اَن گنت بیویاں رکھنا بھی عام تھا اور اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی۔ عورت کو حقوق مطلقاً حاصل نہ تھے۔ وہ کسی جائداد کی وارث تک نہ ہو سکتی تھی، بلکہ وہ خود بھی جائداد کا ایک حصّہ تھی کہ جب اس کا شوہر مر جاتا تو وہ شوہر کے بیٹے اور جانشین کے حصّہ میں جائداد کی طرح منتقل ہو جاتی۔

قرآن کی تعلیمات :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ جو خداوند تعالیٰ کی جانب سے آپؐ نے انسانیت کو پہنچائیں، ان تمام باتوں کا یکسر خاتمہ کر دیا۔ قرآنِ حکیم نے واضح طور پر اعلان کیا کہ عورت اور مرد دونوں "نفس واحدہ" سے پیدا کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

" اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ تم خدا تعالےٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالےٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔" (آلِ عمران ۴)

مزید فرمایا:

" اور اللہ تعالےٰ نے تم ہی میں سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں اور پھر ان بیویوں سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور تم کو اپنی اچھی چیزیں کھانے (پینے) کو دیں، کیا پھر بھی تم بے بنیاد چیزوں پر ایمان رکھو گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہو گے۔" (النحل ۷۲)

خداوند تعالےٰ کی نظر میں عورت اور مرد قطعی مساوی سطح پر ہیں، نیکوکاری کے معاملے میں بھی اور اس کی جزا اور انعام کے معاملہ میں بھی، فرمایا گیا:

" جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو ہم اس شخص کو (دنیا میں) ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے۔" (النحل ۹۷)

مزید فرمایا:

" جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو، ایسے لوگ جنت میں جائیں گے (اور) وہاں بے حساب لطف اُن کو ملے گا۔" (المومن ۴۰)

فرمایا: " اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو، سو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ

Marfat.com

ہوگا۔" (النساء ۱۲۴)

فرمایا: "بے شک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔" (احزاب ۳۵)

"خواہ کوئی مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو۔ سو جن لوگوں نے ترکِ وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دی گئیں میری راہ میں جہاد کیا اور شہید ہو گئے، میں ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کر دوں گا۔" (آل عمران ۱۹۵)

اسلام کے مذہبی فرائض عورتوں اور مردوں دونوں پر یکساں عائد ہیں بلکہ بعض پہلوؤں سے تو اسلام نے اپنے احکام میں عورتوں کو رعایت بھی دی ہے اور بعض ایسے فرائض سے ان کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جن کی بجا آوری مردوں پر لازمی ہے۔ مسلمان عورت "ایام" کے زمانے میں نماز اور روزے سے مستثنیٰ ہے۔ عید گاہ جانا یا جمعہ کی نماز کے لیے مسجدوں میں پہنچنا بھی اس کے لیے ضروری نہیں ہے اور اگر جانا چاہے تو ممانعت بھی نہیں ہے۔

قرآنِ حکیم نے یہ تعلیم دی ہے کہ جنت سے ہبوطِ آدم کی ذمہ داری شیطان کے فریب میں پوشیدہ ہے، اس لیے موردِ الزام بھی دونوں میاں بیوی یکساں ٹھہرے۔

Marfat.com

"لغزش دے دی آدم اور حوّا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے، سو برطرف کر کے رہا ان کو اس عیش سے جس میں وہ تھے۔" (البقرہ ۳۶)

• حدیث کی تعلیمات :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ تعلیم دی ہے کہ عورت شیطان کا آلۂ کار نہیں ہے بلکہ شیطان (کی یورش) کے خلاف وہ ایک مضبوط قلعہ اور فصیل ہے۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ فرما کر تو عورت کو انتہائی اعزاز عطا فرمایا کہ "جنّت ماں کے قدموں تلے ہے۔"

روایت ہے کہ جب ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ واجب الاحترام اور حق دار کون ہے جس کی خدمت نیکی اور حصولِ ثواب کی نیّت سے کی جائے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "تمھاری ماں"۔ صحابیؓ نے پوچھا: "ماں کے بعد؟" رسول اللہؐ نے پھر یہی فرمایا کہ "تمھاری ماں"، حتیٰ کہ تیسری مرتبہ کے بعد چوتھی بار جب صحابیؓ نے یہی سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "تمھارا باپ"۔ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ماں کی خدمت بیٹوں اور بیٹیوں کی نظر میں باپ سے تین گنا زیادہ ہونی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے نکاح کا معیار بھی بلند کر دیا اور اپنے پیروؤں کو اس کی تاکید کی، فرمایا کہ "نکاح میری سُنّت ہے۔ جو شخص میری سُنّت سے منحرف ہو وہ مجھ سے نہیں ہے (یعنی میرا پیرو نہیں ہے)۔" اور پھر یہ بھی فرمایا کہ "جس نے نکاح کر لیا اس نے نصف مذہب کی تکمیل کر لی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیویوں کی محبت اور احترام کی بار بار تاکید کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

Marfat.com

"تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں سے بہتر سلوک کرتے ہیں۔"

اور فرمایا:

"ایک مسلمان اپنی بیوی کے حق میں جتنا رحم دل اور مہذّب ہوگا اتنا ہی وہ اپنے ایمان میں کامل ہوگا۔"

پھر یہ بھی فرمایا کہ:

"کسی مُسلمان کو اپنی بیوی سے نفرت ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے یادگار خطبۂ حجۃ الوداع میں بڑی تفصیل سے عورتوں کا تذکرہ فرمایا ہے اور خاص طور پر فرمایا کہ:

"اپنی بیویوں سے شفقت اور محبّت کا سلوک کرو۔ تم نے اللہ کی ضمانت پر ان کو اپنے لیے حلال کیا ہے، ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور ان سے بہتر سلوک کرو۔"

لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا وہ رواج جو اسلام سے پہلے تھا، اس کی سخت مذمّت کی گئی اور مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہ اپنی لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ چاہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیٹیوں سے ترجیحی سلوک کی ہدایت فرمائی اور کہا کہ:

"جب تم اپنے بچّوں میں تقسیم کرنے کے لیے کچھ لاؤ تو بیٹیوں سے شروع کرو کیونکہ بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں اپنے والدین سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔"

یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جس کے کوئی لڑکی ہے اور اس نے اس کو زندہ دفن نہیں کیا، نہ غیر منصفانہ سلوک اس کے ساتھ کیا، نہ لڑکوں کو اس پر ترجیح دی، تو اللہ تعالےٰ اس کو جنّت میں داخل کرے گا۔"

ظہورِ اسلام سے پہلے قانون نے مرد سے علیحدہ عورت کو آزاد حیثیت کوئی نہ دی

Marfat.com

تھی، مگر اسلام نے اس کو مردوں کی طرح قانون اور معاملات میں مساوی حقوق عطا کیے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ:
"طلبِ علم ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔"

عورت، قرآن اور مغربی قوانین:

مغربی قوانین نے شادی شدہ عورت کو ذاتی املاک خریدنے اور بیچنے کا حق تو اب دیا ہے، مگر اسلام نے یہ آزاد حیثیت بہت پہلے عطا کی ہے۔ قرآن میں ہے:

"اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے۔ مردوں کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالےٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔" (النساء ۳۲)

"پیرے کرابٹس" نے جو مصر کی مخلوط ٹریبونل کا سابق امریکی جج تھا، اپنے ایک مقالہ میں جس کا عنوان ہے "محمدؐ نے عورت کے لیے کیا کیا" یہ اعتراف کیا ہے کہ حقوقِ نسواں کے سلسلہ میں محمدؐ کا شاندار کارنامہ وہ حقِ ملکیت ہے جو انہوں نے اپنی اُمت کی بیویوں کو عطا کیا۔ قانونی درجہ عورت کا بالکل وہی ہے جو اس کے شوہر کا ہے۔ جہاں تک ایک مسلمان بیوی کے حقِ ملکیت کا تعلق ہے، اس کو وہی آزادی حاصل ہے جو کسی پرندے کو پرواز کی حاصل ہے۔ قانون اس کی اجازت دیتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی رائے لیے بغیر اپنے مال و متاع کو جس طرح چاہے صَرف کرے یا ٹھکانے لگا دے۔

قرآن حکیم کی بعض آیات اور احادیثِ نبویؐ کی تعبیر بعض اوقات اس طرح بھی کی گئی ہے جس سے مساوات کا انکار ہوتا ہے اور مردوں کا امتیاز ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن گہرا

Marfat.com

مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ بظاہر کتنی ہی غیر مساوی صورت نظر آئے۔ درحقیقت اسلام نے عورت کے مکمل حقوق کی ضمانت دی ہے۔

فرمایا: "اور عورتوں کے لیے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو عورتوں پر ہیں قاعدہ (شرعی) کے موافق اور مردوں کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔" (البقرہ ۲۲۸)

یہ فرق جو دونوں صنفوں میں ہے، وہ ان کے حقوق کے بنیادی اختلافات کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ تو اس فرق کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جو معاشی مرتبے میں ان کے درمیان تھا۔ عملی طور پر عورت کو وہ سماجی مواقع حاصل نہیں جو مردوں کو تجربات، اختراعات اور معلوماتِ عامہ کے سلسلے میں حاصل ہیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ معاشی طور پر عورتوں کا انحصار مردوں پر ہے اور یہی وہ پہلو ہے جو مردوں کو ایک طرح کی برتری اور ذمہ داری عطا کرتا ہے۔

قرآن حکیم میں ہے کہ:

"مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالے نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں۔ مردوں کی عدم موجودگی میں بحفاظت اپنی نگہداشت کرتی ہیں، اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بد دماغی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو، اور ان کو مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانے مت ڈھونڈو، بلاشبہ اللہ تعالے بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں۔"

(النساء ۳۴)

اس آیت میں جو لفظ "قوّامون" ہے اس سے مراد سرپرستی، نگہداشت اور اعانت و کفالت کا فریضہ ہے۔ یہ آیت اس شخص کا تذکرہ کر رہی ہے جو کسی دوسرے

Marfat.com

مشغلے میں پوری طرح لگا ہوا ہو، اپنے مفادات کا تحفّظ کر رہا ہو اور اپنے معاملات کی دیکھ بھال میں مصروف ہو، یہی لفظ دوسری جگہ قرآنِ حکیم میں یوں استعمال ہوا ہے کہ:

"اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے، اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنے رہو اگرچہ اپنی ہی ذات پر ہو یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو۔ وہ شخص اگر امیر ہے تو، اور غریب ہے تو، دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلّق ہے، سو تم خواہشِ نفس کا اتّباع مت کرو، کہیں ایسا ہو کہ کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ، اور اگر تم کج بیانی کروگے یا پہلو تہی کروگے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔" (النساء ۱۳۵)

چنانچہ قرآن حکیم کی ان آیتوں میں مردوں کو عورتوں کے حقوق پامال کرنے کی بجائے ایک ذمّہ داری سونپی گئی ہے، ایک فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق کے محافظ رہیں، حتیٰ کہ مردوں کے مفادات کے خلاف بھی تاکہ عورتوں کے لیے مراعات اور انصاف کی ضمانت ہو۔ یہ ہے قوّامون کا مفہوم۔

وراثت کے سلسلہ میں اسلامی شریعت کا یہ قانون ہے کہ عورتوں کا حصّہ مردوں کے مقابلہ میں نصف ہے۔ مثلاً قرآن حکیم کی یہ آیت دیکھیے:

"اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے حصّے کے برابر، اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو مورث چھوڑ مرا ہے۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا۔ اور ماں باپ کے لیے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لیے میّت کے ترکے میں سے چھٹا چھٹا حصّہ ہے اگر میّت کے کچھ اولاد ہو، اور اگر اس میّت کے کچھ اولاد نہ ہو تو اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی

Marfat.com

ہے۔ اور اگر میّت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصّہ ملے گا (اور باقی باپ کو ملے گا) وصیّت نکال لینے کے بعد کہ میّت اس کی وصیت کر جائے یا دَین کے بعد تمھارے اصول و فروع جو ہیں تم پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ ان میں سے کونسا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے۔ یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔" (النساء ۱۱)

عورت کی قانونی حصّہ داری :

عورتوں کی اس قانونی حصہ داری میں بظاہر جو عدم مساوات سی نظر آتی ہے اس کی تشریح علامہ ڈاکٹر محمدؒ اقبال نے یوں کی ہے :

"لڑکی کا یہ حصّہ اس کی کسی فطری کمتری کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے معاشی مواقع کے پیشِ نظر ہے، اور اس مقام کی وجہ سے ہے جو اپنے معاشرے کے نظام میں اس کو حاصل ہے "محمڈن لا" کے مطابق لڑکی اس جائداد کی پوری طرح مالک تصور کی گئی ہے جو اس کو شادی کے وقت باپ کی طرف سے بھی ملتی ہے اور شوہر کی طرف سے بھی۔ مزید برآں مہر بھی کلیتہً اسی کی ملکیت ہوتا ہے جو خود اس کی مرضی کے مطابق معجل ہو یا موجل، اتنا ہی نہیں بلکہ مہر کی ادائیگی تک وہ اپنے شوہر کی ساری جائداد اپنے قبضے میں رکھ سکتی ہے۔ ساری عمر کی کفالت کی ذمّہ داری بھی (شادی سے پہلے باپ پر اور شادی کے بعد) شوہر پر ہے۔ اگر آپ اس زاویۂ نظر سے قانونِ وراثت کے عمل کو دیکھیں تو آپ کو بیٹے اور بیٹیوں کے معاشی مرتبے میں کوئی مادی تفاوت نظر نہیں آئے گا، بلکہ حق تو یہ ہے کہ وراثت کی حصہ داری میں بظاہر غیر مساوی نظر آنے والی

Marfat.com

یہ صورت ہی اصل میں قانونی مساوات مہیا کرتی ہے۔"

(اسلام کی مذہبی فکر کی تشکیلِ جدید، ص ۱۶۲، ۱۶۱)

اسلام نے مرنے والے مسلمان کی جائداد میں اس کی بیوی اور بیٹیوں کا متعین حصہ رکھا ہے اور یہ انتظام کیا ہے کہ اگر جائداد میں کسی قسم کا تصرف بھی ہو تو یہ اپنے قانونی حصوں سے محروم نہ ہونے پائیں۔ قرآنِ حکیم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

"مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو، حصہ قطعی۔" (النساء ۷)

معاہدۂ نکاح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق نکاح دراصل ویسا ہی "معاہدہ" ہے جیسے دوسرے معاہدات دو افراد میں ہوتے ہیں۔ جہاں تک معاہدہ کی شرائط کا تعلق ہے، عورت مرد دونوں شرکا ایک ہی سطح پر ہوتے ہیں اور ہر شریک کے فرائض ہیں اور حقوق بھی۔ اسلام ہر معاہدے میں عدل و انصاف کی تاکید کرتا ہے۔ معاہدۂ نکاح میں بھی عدل و انصاف پیشِ نظر ہونا ضروری ہے۔

امام بخاریؒ کے نزدیک ایک باپ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی لڑکی کو اس کی مرضی کے بغیر کسی کے حبالۂ عقد میں دے دے خواہ وہ دوشیزہ ہو یا ثیبہ۔ ایک روایت کے بموجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ:

"کسی ثیبہ کو خود اس کے حکم کے بغیر کسی کے حبالۂ عقد میں نہیں دیا جا سکتا اور کسی دوشیزہ کو بھی اس وقت تک کسی کے حبالۂ عقد میں نہیں دیا جا سکتا جب تک

Marfat.com

پہلے اس کی مرضی نہ معلوم کرلی جائے۔"

یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئی اور عرض گزار ہوئی کہ "میرے باپ نے مجھے ایک ایسے شخص کے نکاح میں دے دیا ہے جو مجھے پسند نہیں ہے۔" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فیصلہ اس کی پسند پر چھوڑ دیا۔

طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک البغض المباحات ہے (جس کی اجازت بحالتِ مجبوری دی گئی ہے)۔ چونکہ شوہر ہی کفالت کا ذمّہ دار اور گھر کا نگران ہوتا ہے، اس لیے اس کو یہ حق دیا گیا ہے کہ مجبوری یا ضرورت ہو تو معاہدۂ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے، لیکن اس کی اجازت بھی اُسی وقت ہے جب وہ بیوی اور بچّوں کا انتظام کر دے، مہر اور اخراجات کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جائے۔ اس کو اپنا یہ حق طلاق استعمال کر کے بیوی کو تکلیف یا نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ "اس سلسلہ میں نہ تو کوئی نقصان پہنچایا جائے نہ باہم نقصان پہنچانے کی کوئی نیّت ہو۔"

حضرت ابن عبّاسؓ سے روایت ہے کہ طلاق صرف بوقتِ ضرورت دی جاتی ہے۔ بیوی کو بھی طلاق حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہ خلع حاصل کر سکتی ہے۔

حدیث میں حضرت ابن عبّاسؓ سے روایت ہے کہ جمیلہ بنتِ عبداللہ جو ثابت بن قیس کی بیوی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئیں اور کہا: یا رسول اللہ! جہاں تک ثابت بن قیس کا تعلق ہے میں ان کے کردار اور تقویٰ پر الزام نہیں دھر سکتی لیکن میں اسلام میں احسان فراموشی کو پسند نہیں کرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا کہ کیا تم وہ باغ واپس کر دینے پر آمادہ ہو جو ثابتؓ نے تمھیں دیا ہے؟ جمیلہ نے کہا: جی ہاں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ثابت بن قیس سے فرمایا کہ باغ لے لو اور ان کو ایک طلاق دے دو۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعددِ ازواج کو نہ تو نافذ کیا نہ اس عمل کی تاکید کی۔ تعددِ ازواج قبل از اسلام رائج تھا اور اس کی کوئی حد بھی مقرر نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحدید نافذ کی اور کئی بیویوں کی اجازت اس وجہ سے دی کہ ان عورتوں کی کفالت ہو سکے جن کے باپ یا شوہر جنگوں میں کام آ گئے ہوں۔

رسول اکرمؐ نے عورت کا مرتبہ بہت بلند کر دیا ہے۔ عدل کی تاکید کی ہے۔ خصوصی مراعات سے نوازا ہے اور انسانی سطح پر مرد و عورت میں مساوات قائم کی ہے اس لیے کہ دنیا کی خواتین کے لیے رسول اکرمؐ کا دین وہ ٹھنڈا سایہ ہے جس کی عالمِ نسوانیت کو تلاش ہے۔[1]

---

[1] ماہنامہ "نقوش" لاہور کے سیرتِ رسولؐ نمبر سے استفادہ

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کے دور میں سماجیات

رسول اکرمؐ کے دور میں مسلم خواتین کو معاشرے میں انسانی اور اخلاقی سطح پر مردوں کے مساوی مقام دیا جاتا تھا۔ جان، مال، آبرو کا تحفظ ہو یا دینی احکام کو سرانجام دینے کی ذمّہ داری ہو۔ معاشرتی اہمیت ہو یا خاندانی اور تعلیمی ذمہ داریاں ہوں، مسلم خواتین کو حضورؐ نے مردوں کے مساوی حقوق کا مستحق اور فرائض کا مخاطب قرار دیا۔ حضور اکرمؐ کے مبارک دور میں ایسا ہی تھا اور جو کچھ حضور اکرمؐ کے دور میں تھا وہی اسلام کے مطابق ہے، وہی اسلام کا حقیقی منشا اور نقشہ ہے۔ وہی مطلوب اور مثالی ہے۔

غور طلب پہلو:

خدا نے اپنے احکام دیتے ہوئے دونوں کو "یا ایّھا المومنون" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ نماز کی تاکید ہو یا روزوں کی تعداد ہو یا زکوٰۃ کی مقدار ہو، حج کا فریضہ ہو یا باہمی حقوق کی ادائیگی ہو ہر جگہ مرد اور عورت دونوں کو ان امُور کا یکساں مخاطب ٹھہرایا گیا ہے۔ اسلام مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے۔ اس تشبیہہ کے ذریعے دونوں کی باہمی مساوات اور ایک نوع ہونے کا اظہار ہوتا ہے، گویا خدا اور رسول کے نزدیک دونوں میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ خدا کے ہاں فرق صرف اعمال کا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور اعمال کا تعلّق کسی جنس سے بھی خاص نہیں ہے۔ مرد اور عورت دونوں اعمال میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت بجا لاکر ایک دوسرے سے بڑھ کر خدا کی قربت حاصل کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

البتہ اسلام دینِ فطرت ہے اور فطرت، جہالت یا نعروں کی زبان کی بجائے حقیقت کی زبان سے بات کرتی ہے اور حقیقت کی دلیل پر ہی اپنے احکام کی بنیاد رکھتی ہے، اس لیے کہ فطرت نہ کسی کو زیادہ چاہتی ہے اور نہ کسی معصیت میں مبتلا ہوتی ہے۔ جس خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اس نے دونوں کو ایک دوسرے سے مقاصدِ تخلیق کی بنا پر مختلف بنایا ہے۔ دونوں اپنے اپنے دائرہ کار میں اپنے اپنے مقاصدِ تخلیق کو پورا کرتے ہیں، اس لیے ہم کبھی زمین و آسمان کے درمیان عدمِ مساوات کی بحث میں نہیں پڑتے۔ اسی طرح اُسی خدا نے مرد اور عورت کو بھی پیدا کیا ہے اور دونوں کے لیے مقاصدِ تخلیق کا دائرہ الگ انداز میں مقرر کیا ہے۔ اس فرق کا اظہار دونوں کو ایک ہی نوع کے دو افراد بنانے کے باوجود دو الگ انداز کا وجود عطا کرنے میں پوشیدہ ہے۔ ایک کے وجود کو نوعِ انسانی کی پیدائش میں اضافہ کرنے کے لیے خصوصی ترتیب دی گئی ہے اور دوسرے کے وجود کو جسمانی محنت و مشقت اور بیرونی معاشرتی تگ و دَو کے لیے خصوصی بناوٹ دی گئی ہے۔ قدرت کے اس خصوصی انداز کو نہ ہم نظر انداز کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں اور نہ عبث قرار دے کر کارخانۂ حیات میں تقسیمِ کار کے اصول کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ مرد و عورت کے لیے الگ نوعیت کے جسم کی بناوٹ اور ان کی فطرت میں الگ نوعیت کے رجحانات قدرت کی تخلیق کے مقصد کو بیان کرنے کے لیے بہت کافی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدرت نے دونوں کے لیے الگ دائرۂ کار تجویز کیا ہے۔ اس جداگانہ دائرۂ کار کی قدرتی تقسیم کو نظر انداز کر کے ہم قدرت کے انتظام کے خلاف دوسرے راستے اختیار کریں گے، تو لازماً کسی پر کام کا بوجھ بڑھ جائے گا اور کسی پر کم ہو جائے گا۔ اس غیر فطری تقسیمِ کار سے بہت سی تمدنی اور معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی جن سے آج کی مغربی تہذیب دوچار ہے۔

Marfat.com

دوسرا غور طلب پہلو باہمی مسابقت کی بحث کا ہے جو فی الحقیقت مغربی تہذیب کا پیدا کردہ ہے اور بالکل غیر فطری ہے۔ ہمارے ہاں اس بحث کو اُٹھانے کے ذمہ دار وہ خواتین اور مرد ہیں جو اسلام کی تعلیمات سے بے بہرہ ، مغربی تہذیب کی گود کے پروردہ اور پسماندگی کے اس دَور میں مسلمانوں کے نام نہاد رہنما بنے ہوئے ہیں جو مسلمانوں کو مزید پسماندگی کی طرف دھکیلنے کے لیے زور لگا رہے ہیں اور ان کا سارا زور اس بات پر صرف ہوتا ہے کہ مسلمان مغرب کی نقالی اختیار کر کے دُنیوی ترقی کے بام عروج پر پہنچ جائیں۔ وہ مسلمانوں کے حقیقی مرض سے بے خبر ہیں۔ وہ جنگل کے درندے کی جگہ فضا کے شہباز کو دینا چاہتے ہیں جبکہ دونوں کی تگ و دَو کا میدان الگ الگ ہے۔ اسلام کی نظر میں عورت معاشرتی طور پر مرد کے دست و بازو اور جسم و جان کی حیثیت رکھتی ہے اور انسانی برادری میں یہ دونوں ایک دوسرے کے اعضاء و جوارح ہیں۔ یہ ایک دوسرے کی گود میں پیدا ہوتے پرورش پاتے اور باہمی گہرے تمدّنی اور جسمانی رشتوں میں مربوط ہیں۔ ان میں باہمی کسی بات کی بھی مسابقت نہیں ہے۔ کیا بیٹی کو باپ سے ، بہن کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے بھی حقوق طلب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ؟ کیا یہ افراد ان کے حقوق غصب کرنے کا رجحان رکھتے ہیں ؟ کیا ماں کا بیٹے سے بہن کا بھائی سے اور بیوی کا شوہر سے واقعی مسابقت کا رشتہ ہے ؟ اسلام اس مادّہ پرستانہ ذہنیت کو ناپسند کرتا ہے اور جو تربیت انسان کو دیتا ہے اس میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے معاون و مددگار اور ہمدرد ہیں۔ ان میں آپس میں کوئی منافرت ہے اور نہ مسابقت ہے۔ ان دو پہلوؤں پر بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ :

۱۔ اسلام کی نظر میں قدرت نے عورت اور مرد کو دو مختلف انداز کی خلقت

Marfat.com

اور فطرت دے کر فطرت کے دو مختلف مقاصد کو پورا کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔

۲۔ ان دونوں میں محبت واحترام کا رشتہ ہے کوئی طبقاتی مسابقت کا رشتہ نہیں ہے۔ ان دو ابتدائی وضاحتوں کے بعد اب یہ بات زیادہ آسان ہو جاتی ہے کہ ہم حضور اکرمؐ کے دورِ مبارک میں مسلم خاتون کے سماجی کردار کو زیادہ حقیقت پسندی اور توازن کے ساتھ زیرِ بحث لائیں اور اسلام سے ویسی توقعات نہ رکھیں جیسی توقعات اسلامی نظام کے فقدان اور مغربی تہذیب کی موجودگی اور ذہنی مرعوبیت نے ہمارے اندر پیدا کر دی ہے۔ ہم اسلام کو مغرب کی عینک سے دیکھنے اور اسے مغربی سانچے میں ڈھالنے کی بجائے اسے زندگی کا ایک جامع اور خود کفیل نظام سمجھتے ہوئے کسی مسئلے کے بارے میں اس کی بے لاگ رائے معلوم کریں اور جو کچھ وہاں سے ملے اور جس قدر ملے اسی قدر لیں اور خواہ مخواہ اسے کھینچ تان کر اور مسخ کر کے اپنی خواہشات کے مطابق نہ ڈھالیں۔

سماجی دائرے کا مسئلہ:

ان دو بنیادی امور کی وضاحت کرنیکے بعد ہم مسلمان خاتون کے سماجی کردار پر گفتگو کرتے ہیں۔

ہر مسلمان خاتون ایک نہ ایک مرد مسلمان کے ساتھ اس طرح وابستہ ہوتی ہے کہ وہ اس کی اوّلین مشیر اور بہترین ہمدرد ساتھی کی حیثیت رکھتی ہے۔ صدرِ مملکت اور ممبر پارلیمنٹ سے لے کر ایک معمولی معلّم تک سب کے ساتھ ایک خاتون اس کی ساری ذمہ داریوں میں برابر کی شریک اور مشیر اس کی بیوی ہوتی ہے، جسے روزمرّہ کی زندگی میں سے کسی صورت مساویانہ مشوروں کے منصب سے

Marfat.com

معزول نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام نے اسے یہی پوزیشن دی ہے اور اس پوزیشن میں وہ معاشی، سیاسی، معاشرتی، سماجی اور اخلاقی اور سارے امُور میں ادنیٰ سے اعلیٰ تک ہر سطح پر اپنے مشورے دیتی رہتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کے معاملہ میں یہ اصُول طے کیا ہے کہ عورت اور مرد ادب و احترام کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اخلاقی معیار کے لحاظ سے برابر ہیں اور آخرت میں اپنے اجر کے لحاظ سے برابر ہیں، لیکن دونوں کا دائرۂ عمل جُدا جُدا ہے۔ یہ تقسیم خود اسلام نے کی ہے اور حضور اکرمؐ نے اس تقسیم کار کو نافذ فرمایا ہے۔ سیاست، ملکی انتظام، فوجی خدمات اور اس کے دوسرے دفاعی، معاشرتی، معاشی، صنعتی کام مردوں کے دائرے سے تعلق رکھتے ہیں اور اس دائرے میں عورت کو لانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو ہماری خانگی زندگی بالکل تباہ ہو جائے گی جس کی بیشتر ذمہ داریاں عورتوں سے تعلق رکھتی ہیں یا پھر عورتوں پر دوہرا بوجھ ڈالا جائے گا کہ وہ اپنے فطری فرائض بھی سرانجام دیں جن میں مرد قطعاً اس کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا اور پھر مرد کے فرائض کا بھی نصف حصّہ اپنے اُوپر اُٹھائیں لیکن دوسری صورت عملاً ممکن نہیں ہے، چنانچہ پہلی صورت ہی رُونما ہوگی اور ہماری خانگی زندگی تباہ ہو جائے گی، جس کا تلخ تجربہ مغربی ممالک کر چکے ہیں۔ دوسروں کی حماقتوں کی تقلید عقل مندی نہیں ہے۔

معاشرے میں اسلام مخلوط سوسائٹی کا بھی مخالف ہے اور مغربی تصوّر کے مطابق بھرپُور سماجی کردار ادا کرنے کے لیے بیرونِ خانہ کی مصروفیات میں اضافہ پسند نہیں کرتا ہے، اس لیے کہ مغربی معاشرت تمام تر بیرون در مصروفیت کا نام ہے جب کہ مسلمان عورت کے فرائض کا بیشتر حصّہ اندرونِ خانہ مصروفیات سے متعلق ہے۔ یہ تقسیم حضور اکرمؐ نے خود قائم فرمائی ہے۔

Marfat.com

اس کے باوجود اسلام نے عورت کی فطرت کے مطابق زندگی کے کسی دائرے میں بھی ترقی کرنے اور آگے بڑھنے پر کوئی قدغن نہیں لگائی ہے اور نہ کسی دائرے کو جو شرعاً جائز ہو، اس کے لیے خصوصاً حرام قرار دیا ہے، بلکہ اسلام عورت کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہر نوع کی تگ و دو کرنے اور اپنی بہترین صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ زندگی کے جن دائروں میں اس کی براہِ راست ذمّہ داری نہیں ہے، اسے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، مثلاً معاشی جدّوجہد، دفاع اور سیاست ان دائروں میں بھی وہ اسلام کی اخلاقی حدُود کا احترام کرتے ہوئے شریک ہو تو اسلام اسے نہیں روکتا۔ اپنے فطری فرائض کو نباہتے ہوئے اس کے لیے جدّوجہد کی آزادی ہے۔

اسلام میں عورت کے حقوق :

اسلام نے عورت کو ذاتی ملکیّت کا حق دیا ہے اور اپنی ملکیّت کا مالک بنایا ہے۔ اسلام نے عورت کو وراثت کے وسیع حقوق دیے ہیں۔ وہ باپ سے، شوہر سے، اولاد اور قریبی رشتہ داروں سے وراثت حاصل کرتی ہے۔ وہ شوہر سے حقِ مہر وصُول کرتی ہے، وہ اپنے مال پر تصرّف کا پُورا حق رکھتی ہے اور اس تصرّف میں کسی شخص کو مداخلت کا حق نہیں ہے۔ وہ تجارت میں روپیہ لگا سکتی ہے۔ محنت کر سکتی ہے اور اپنے اموال کی واحد مالک ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود اس کے نان و نفقہ کا ذمّہ بیوی ہونے کی صورت میں اس کے شوہر پر، بیٹی کی حیثیّت سے اس کے باپ اور بہن ہونے کی صورت میں اس کے بھائی پر اسلامی قانون کی رُو سے عائد ہوتا ہے، جس سے وہ کسی صورت انکار نہیں کر سکتا۔ مرد کا اپنی بیوی کے نان و نفقہ سے انکار اس سے علیحدگی حاصل کرنے کے لیے بہت بڑا قانونی حق ہے جو عورت کو حاصل ہے۔

Marfat.com

اسلام نے عورت کو شوہر کے انتخاب کا حق بھی شرم و حیا کی حدود میں رہتے ہوئے مکمّل طور پر دیا ہے۔ اس کی مرضی یا رضا مندی کے خلاف کسی شخص سے اس کا نکاح نہیں کیا جا سکتا اور اگر وہ اپنے خاندانی مرتبے اور احترام کو مضبوط رکھتے ہوئے کسی مسلمان مرد سے شادی کر لے تو اس کے اقربا اس پر اعتراض نہیں کر سکتے۔

عورت کو اسلام نے یہ بھی حق دیا ہے کہ وہ کسی ظالم یا ناکارہ ناپسندیدہ شوہر سے خلع حاصل کر سکتی ہے اور اس (خلع) کے بعد دوسرا اپنی پسند کا نکاح کر سکتی ہے۔ یہ حقوق اسے دنیا کے کسی قانون نے ابھی تک نہیں دیے۔ اتنے حقوق دینے کے باوجود اسلام عورت کو مزید حسن سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کا مستحق ٹھہراتا ہے۔

فرمایا:

- عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو۔
- آپس کے تعلقات میں فیاضی کو نہ بھول جاؤ۔
- خدا کی نظر میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔
- اسلام نے باپ کو بتایا کہ بیٹی کا وجود تیرے لیے ننگ و عار نہیں ہے، بلکہ اس کی پرورش تجھے جنت کا مستحق ٹھہراتی ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا:

"جس کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ اچھی طرح ان کی پرورش کرے تو یہی لڑکیاں اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔"

عورتوں کے خصوصی حقوق:

حضرت اسماء بنت یزید عہد نبویؐ میں خواتین کے اندر بڑی عقل مند اور دیندار خاتون شمار ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔

Marfat.com

"یارسول اللہ! میں عورتوں کی ایک جماعت کی نمائندہ ہوکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ وہ سب کی سب یہی کہتی ہیں جو میں عرض کر رہی ہوں اور وہ وہی رائے رکھتی ہیں جس کو میں پیش کر رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف رسولؐ بنا کر بھیجا ہے، چنانچہ ہم آپؐ پر ایمان لائیں اور ہم نے آپؐ کی پیروی کی لیکن ہم عورتیں پردہ نشیں گھروں میں بیٹھنے والی، مردوں کی خواہشات کا محل اور ان کے بچوں کو پالنے والیاں ہیں۔ مرد ہم سے جمعہ اور نمازِ جنازہ میں بازی لے گئے ہیں۔ جب وہ جہاد کو جاتے ہیں تو ہم ان کے گھروں کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کے بچوں کو پالتی ہیں تو کیا اجر بھی ہم ان کے ساتھ پائیں گی؟"

ان کی یہ بات سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف رُخ کیا اور فرمایا:

"کیا تم نے کسی عورت کی ایسی گفتگو سُنی ہے جس نے دین کے بارے میں ان سے زیادہ خوبی کے ساتھ سوال کیا ہو؟"

سب صحابہ بولے "نہیں، خدا کی قسم یارسول اللہ"۔

اس کے بعد حضورؐ نے اس خاتون (حضرت اسماء) سے مخاطب ہو کر فرمایا:

" اے اسماء! میری مدد کرو اور جن عورتوں نے تم کو نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان کو میری طرف سے یہ بات پہنچا دو کہ تمہارا اچھی طرح خانہ داری کرنا، اپنے شوہروں کی رضا چاہنا اور ان کے ساتھ سازگاری رکھنا ان سب باتوں کے برابر ہے جو تم نے مردوں کی بیان کی ہیں۔"

☆

Marfat.com

حضور اکرمؐ کی نظر میں عورت کا حقیقی دائرۂ کار :

رسول اکرمؐ کے دور کو سامنے رکھا جائے تو یہ بھی نظر آتا ہے کہ عورتوں کی سرگرمیوں کا اصل میدان ان کا گھر تصور کیا جاتا تھا، یعنی ان کا سماجی کردار۔ حضورؐ نے فرمایا :

"عورت اپنے شوہر اور اس کے بچوں کی نگران بنائی گئی ہے اور اس سے ان چیزوں کی بابت پرسش ہوگی۔"

گویا یہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں اس سے باز پرس ہوگی۔ دفاع، معیشت اور سیاست اس کی شرعی پرسش کا دائرہ نہیں ہے۔ چنانچہ عورتوں کے اندر بیرونی سرگرمیوں کی کثرت کو اسلام نے ناپسند کیا ہے۔ خود جہاد جیسی عظیم الشان نیکی کے لیے بھی جب غزوۂ بدر کے موقع پر ایک خاتون اُمّ ورقہ بن نوفل نے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا :

"اُمّ ورقہ اپنے گھر میں بیٹھو۔"

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا :

"اللہ تعالےٰ مہاجرین اوّلین کی عورتوں پر رحم فرمائے۔ جب یہ حکم نازل ہوا کہ اپنے گریبانوں پر بکّل مار لیا کرو تو انھوں نے فوراً اپنی موٹی قسم کی چادریں پھاڑ کر ان کے دوپٹے بنا لیے۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو جنت کی خواتین کی سردار ہیں، اپنے گھر کا سارا کام کاج پوری ذمہ داری اور خوشدلی سے خود ہی سرانجام دیتی تھیں اور اس میں ان کے لیے کوئی عار نہ تھی۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بھی اپنے بہت سے کام اپنے ہاتھ سے سرانجام دیتے تھے اور فقر کو اپنے لیے باعثِ افتخار قرار دیتے تھے۔ گویا مرد کے لیے گھر کا کام اور عورت کے لیے باہر کا کام عار نہیں ہے۔ یہ دونوں کام یکساں اہمیت کے حامل ہیں، البتہ دونوں کا دائرۂ کار فطرت کی تقسیم کے

Marfat.com

مطابق جداگانہ ہے۔

اسلامی معاشرہ سرمایہ داروں کا معاشرہ نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار اور مطیع فرمان بندوں کا جفاکش اور سخت کوش معاشرہ ہے۔ اس میں جب تک زندگی کے معاشرتی اور معاشی دونوں پہلو تقسیم کار کے اصول پر مردوں اور عورتوں کے درمیان تقسیم نہ ہوں اور آپس میں حقوق و فرائض کا تعین نہ ہو، تہذیب و تمدن کی گاڑی چار قدم بھی نہیں چل سکتی۔ اسلام نے اسی فطری تقسیم کا لحاظ کرتے ہوئے دونوں کے لیے الگ الگ دائرۂ کار متعین کر دیے ہیں اور ان کے تعین میں اسلامی تہذیب و تمدن کی انفرادیت، جاذبیت اور پُرسکون معاشرتی زندگی کی ضمانت موجود ہے۔

اسلامی معاشرہ میں مسلمان عورت زندگی کی گاڑی کا دوسرا پہیہ ہے، اس کے لیے جو میدانِ کار قرآن نے مقرر کیا ہے وہ یہ ہے:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى۔

"اے مسلمان عورتو! اپنے گھروں میں باوقار بیٹھی رہو اور اگلے دورِ جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار نہ کرتی پھرو۔"

ہجرت کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اسلامی معاشرت کی ابتدائی تشکیل کا موقع ملا۔ وہ اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ مدینہ کی چھوٹی سی ریاست کو اسلامی اصول و اخلاق کا نمونہ بنائیں اور جو خواب مکہ میں شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا تھا اس کو سرزمینِ مدینہ میں واقعۃً ثابت کر دکھائیں۔ چنانچہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل کا عمل حقیقتاً مدینہ میں آکر شروع ہوا اور اس میں بعض خواتین نے اور خصوصاً ازواجِ مطہرات نے اہم کردار ادا کیا۔ اسلام کے معاشرتی نظام کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اس نے ریاست اور معاشرہ کی ذمہ داری مرد کے سر ڈالی ہے اور عورت کا رُخ

Marfat.com

باہر کی بجائے گھر کی طرف موڑ دیا ہے جو خود نصف دُنیا ہے، جس کا نظام درہم برہم ہو تو سکون نہیں مل سکتا۔

عورت کی حقیقی پوزیشن یہ نہیں ہے کہ وہ بازار کی تاجرہ، دفتر کی کلرک، عدالت کی جج، فوج کی سپاہی اور پارلیمنٹ کی ممبر بنے بلکہ اس کے عمل کا حقیقی میدان اس کا گھر ہے۔

اسلامی زندگی اور عورت:

اسلام نے زندگی کا جو نقشہ تیار کیا ہے خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، خاندانی نظم سے ہو یا معاشرتی آداب سے، اقتصادی قوانین سے ہو یا اصُولِ تہذیب سے، سیاست سے ہو یا معیشت سے، اس نے کسی گوشہ میں عورت کی اس حیثیت کو مجروح نہیں ہونے دیا کہ وہ گھر کی مختارِ کلُ ہے اور گھر کی نجی زندگی کا سارا دائرہ اسی کے زیرِ نگرانی ہے۔ حد یہ ہے کہ اسے اجتماعی عبادت نماز تک سے مستثنٰی کر دیا گیا ہے تاکہ اس کا یہ نجی دائرہ کسی صورت میں متاثر نہ ہو۔ شریعت کی نگاہ میں اجتماعی عبادت میں عورت کی شرکت سے زیادہ اس بات کی اہمیت ہے کہ وہ اپنے گھر کے محاذ پر جمی رہے۔ اجتماعی پروگرام سے الگ رہنا معاشرہ کے لیے اتنا زیادہ نقصان دہ نہیں ہے جتنا اس کا اپنے مرکز کو چھوڑ دینا نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اجتماعی طریقہ پر عبادات کی ادائیگی کے ذریعے جن فوائد کی توقع کی جا سکتی ہے اس کی تلافی دوسرے بے شمار طریقوں سے ممکن ہے، لیکن عورت کے اپنی جگہ سے ہٹ جانے سے جو خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کو کسی دوسرے طریقے سے پُر نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عبادات ہوں یا دیگر فرائضِ حیات اور سیاسی ذمہ داریاں یا معاشی جدّوجہد، ان کو عورت پر یا تو اجتماعی شکل میں فرض نہیں کیا گیا ہے یا فرض کیا بھی گیا ہے تو انہی عبادات و فرائض کو جو اسے اپنے اصلی مقاصد سے غافل

Marfat.com

کرنے والے نہیں ہیں۔ عبادات میں اہم ترین چیز نماز کو لیجیے، مرد پر نماز جماعت کے ساتھ فرض ہے۔ عورت پر نماز فرض کی گئی ہے، لیکن جماعت فرض نہیں قرار دی گئی ہے۔ مرد اگر بلا وجہ جماعت سے پیچھے رہتا ہے تو اس کو زجر و توبیخ کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس عورت کو مختلف پہلوؤں سے یہ ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے مکان کے کسی گوشہ کو اپنی عبادت گاہ بنائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے:

"عورتوں کی بہترین مساجد ان کے گھروں کے اندرونی حصّے ہیں۔"

عورت کا میدانِ جہاد:

اسلام حق سے وفاداری کا نام ہے۔ مسلمان وہ ہے جو اس وفاداری کا عہد کرے۔ اس عہد کے بعد یوں تو زندگی کے ہر ہر قدم پر ایک مومن کے عہد کا امتحان ہوتا رہتا ہے۔ اس امتحان کا انتہائی سخت مرحلہ اس وقت پیش آتا ہے جب کہ حق کے باغی پوری قوت کے ساتھ میدان میں آچکے ہوں اور حق و باطل کا فیصلہ ہو رہا ہو، یعنی میدانِ جہاد، اس وقت ایک باوفا بندے کا، فرض ہے کہ حق کی حفاظت کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے۔ اسلام نے ان نازک لمحات میں بھی عورت سے وفاداری کا ثبوت محاذِ جنگ پر نہیں طلب کیا ہے بلکہ گھر کے دائرہ کو اس کی آزمائش کا میدان قرار دیا ہے اور خاوند، اولاد اور اقارب کے ساتھ خیر خواہی اس کے ایمان کی دلیل سمجھی گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "تم اپنے گھروں میں جمی رہو، یہی تمھارا جہاد ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضورؐ سے پوچھا: "کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟" آپؐ نے اس سوال کا جواب دیا "ہاں ان پر جہاد ہے،

Marfat.com

لیکن ایسا جہاد جس میں جنگ نہیں ہوتی اور وہ ہے حج اور عمرہ۔

ازواجِ مطہرات کی طرف سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی گئی تو آپؐ نے جواب دیا: "تمھارا جہاد حج ہے۔"

اسی طرح حضورِ اکرمؐ نے خدا کے گھر تک پہنچنے کے لیے جو تکالیف برداشت کی جاتی ہیں، ان کی فضیلت اور عظمت کا احساس دلاکر ان کے جذبۂ جہاد کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ آپؐ کے سامنے اس قسم کی خواہش کا اظہار کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "تمھارے حق میں بہترین جہاد حج ہے۔"

عورت کی اصل پوزیشن کو باقی رکھنے کے لیے معاشی تگ و دَو سے بھی اس کو نجات دی گئی ہے، اس پر کسی اور کا کیا معنی خود اس کا اپنا معاشی بار بھی نہیں ڈالا گیا تاکہ اسے اپنا بار دوسروں کا پیٹ بھرنے کے لیے اپنے گھر کی حدود کو توڑنا نہ پڑے۔ گویا عورت کے گھر کے دائرے کو کسی صورت توڑا نہیں جا سکتا، اس لیے کہ اس کی گود نئی انسانی نسل کا گہوارہ ہے۔ وہ انسانی معاشرے کی جڑ ہے۔

اسلام عورت کی زندگی کے میدان میں ایک واضح دائرۂ کار دیتا ہے اور اسے مرد کے برابر ذمّہ داری سونپتا ہے۔ باہر کا سارا دائرہ مرد کے حوالے ہے اور گھر کا سارا دائرہ عورت کے حوالے ہے۔ مرد کو بیرونی دائرے میں معاش اور اجتماعی مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو عورت کو اندرونی دائرے میں گھر بار کی دیکھ بھال، بچّوں کی پرورش، تربیت اور ان کی صحت، خوراک، صفائی، مہمان داری اور حقوقِ اقرباء کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ ان دونوں دائروں کی ذمّہ داریاں اتنی زیادہ ہیں کہ اگر مرد اور عورت ایک دوسرے کے دائرۂ کار میں زیادہ دخل دیں تو سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔

❊

Marfat.com

عورت کا سیاسی دائرہ میں کردار :

اس کے باوجود سیاسی میدان بھی عورت کے لیے کلیتہً ممنوع نہیں ہے اور خود اسلامی ریاست کو بھی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ عورتوں کے مسائل، ضروریات اور تعلیم و ترقی کے بارے میں مناسب اقدامات کرے، اس لیے کہ ساری نئی نسل کی وہی مربی، معلّم اور ماں ہوتی ہے۔

اس مقصد کے لیے اگر اجتماعی زندگی کے دائرے میں ہر سطح پر خواتین کی جداگانہ کونسلیں ہوں جو ضلع، صوبہ اور مرکز تک حکومتی اداروں کو خواتین کے مسائل سے متعلق آگاہ کرتی اور مشورے دیتی رہیں تو اس سے نظام مملکت کو زیادہ موثر اور مفید تر بنایا جاسکتا ہے۔ ان کونسلوں کی ممبرشپ کے لیے عمر اور تعلیم کی ایسی شرائط رکھی جاسکتی ہیں جن کے لیے اہل تر خواتین ان اداروں کی ممبر بن سکیں۔ اسی طرح ان کے لیے نظامِ تعلیم میں مناسب تبدیلیاں کی جائیں جو خواتین کے دائرۂ کار میں ان کے لیے ممد و معاون ہوں، ان کی اپنی تعلیم گاہیں، ہسپتال اور یونیورسٹیاں ہوں، ان کے ذاتی تحفّظ کے لیے مناسب رفاہی تربیت کا الگ انتظام ہو۔ غرض شرعی حدود کا احترام کرتے ہوئے اگر خواتین کے اجتماعی ادارے ہر ہر سطح پر قائم کیے جائیں تو قوم کی ترقی و بہبود میں خواتین بہترین کردار ادا کرسکتی ہیں۔ یہی اس کی سیاست ہے کہ انہیں اپنے کام کی مہارت ہو اور قوم کی ترقی میں وہ اپنا حصّہ موثر طور پر ادا کرسکیں۔[۱]

---

[۱] استفادہ از تین عورتیں۔

Marfat.com

رسولِ اکرم کے دور میں خواتین کی تعلیمات

رسول اکرمؐ کے دور میں خواتین کی تعلیم کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ اگرچہ اس زمانے میں عورتوں کو مشرق و مغرب دونوں جگہ مرد کے مقابلے میں تعلیم کے مواقع بہت ہی کم میسر تھے۔

یورپ کا وہ دور اور عورت:

یورپ میں تو عورت کی مطلق کوئی وقعت نہ تھی۔ رومن کیتھولک مذہب عورت کو دوم درجہ کی مخلوق گردانتا تھا۔ وتھ نڈسن (WIETHKNUDSEN) لکھتا ہے:

"قرونِ وسطیٰ کے لوگوں نے نہایت ہوشیاری سے کام لیا کہ عورت کو مطلق کوئی اختیار نہ دیا۔ اگر اسے کچھ اختیار تھا تو یہ کہ وہ گھر داری کے تنگ دائرہ میں پھنسی رہے۔"

اسی بات کو انسائیکلو پیڈیا آف ایجوکیشن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"فرانسکو ڈا باربرینو (FRANCESCO DA BARBERINO) کے نزدیک امیرزادی کو نوشت و خواند سیکھنے کی محض اس وجہ سے اجازت دی گئی تھی کہ وہ بالغ ہو کر اپنی جائداد کی دیکھ بھال کر سکے۔ جہاں تک دیگر معززین، اطبا، ججوں اور دیگر شرفاء کی لڑکیوں کا سوال ہے۔ وہ کافی بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے کرتا ہے کہ بہتر ہے، وہ لکھنا پڑھنا نہ سیکھیں علاوہ بریں تاجروں اور اہلِ حرفہ کی لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کی قطعی ممانعت تھی۔"

Marfat.com

اُس دَور میں طبقۂ اُمراء کی خواتین کی بھی کچھ ایسی ہی حالت تھی اور ادنیٰ طبقہ کی عورت کو تو تعلیم میسّر ہی نہ تھی۔

انگلستان میں اس دَور میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعلیم کو کچھ بھی اہمیّت حاصل نہ تھی اور معمولی شُدبُد کے علاوہ ان سے کچھ توقع نہ کی جاتی تھی۔ بڑے بڑے علمبردار اِن تعلیمِ نسواں بس صرف یہ جانتے تھے کہ لڑکیاں بھی پڑھنا لکھنا سیکھ لیں۔ مدرسہ میں انہیں اس لیے داخل کیا جائے کہ وہاں وہ دین کی اچھی اچھی باتیں سیکھ لیں اور اس طرح اپنے فرائض اچھی طرح جان لیں اور بُری باتوں سے بچی رہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بس اس سے زیادہ ان کی ذہنی تربیت کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی تھی۔ لوگ اپنے وصیّت ناموں میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے کچھ رقم نہیں چھوڑتے تھے بلکہ بجائے اس کے شادی کے اخراجات کے لیے وصیّت کیا کرتے تھے۔ غالباً اکثر والدین اس سے مطمئن تھے کہ ان کی بیٹی تھوڑی سی ابتدائی تعلیم حاصل کر کے امورِ خانہ داری میں کافی مہارت رکھتی ہو اور اس میں ایک اچھی بیوی بننے کی صلاحیّت ہو۔ یہ حال اس دَور کی یورپین لڑکی کا تھا۔

جہاں تک مسلم خواتین کا تعلّق ہے، یہ تو حقیقت ہے کہ اکثر خواتین نے تعلیمی سہولتوں سے فائدہ اُٹھایا، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ خواتین میں تعلیم عام تھی۔ اس میں شک نہیں کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں میں بھی پڑھی لکھی عورتیں اَن پڑھ عورتوں سے بہت کم تھیں۔ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس کا کیا سبب تھا جب کہ اسلام کے مذہبی نقطۂ نگاہ سے تحصیلِ علم میں جنس حائل نہ تھی۔ ہمارے خیال میں اس کا سبب وہ مشکلات تھیں جن سے عموماً طلبا کو دوچار ہونا پڑتا تھا۔ تحصیلِ علم کے لیے سفر قریب قریب لازمی تھا اور اکثر طویل سفر کرنے پڑتے تھے اور طلبا کو مختلف قسم کے مصائب کا سامنا کرنا ہوتا تھا۔ عرب خاتون کو ایسی مشکلات سے واسطہ نہ تھا۔

Marfat.com

بہرحال یہ واقعہ ہے کہ مسلمان مردوں کے مقابلہ میں خواتین تعلیم میں پسماندہ تھیں۔ پھر بھی انہوں نے اس عہد کی ثقافت کے مختلف شعبوں میں نمایاں حصّہ لیا۔

اسلام کا اولیں دَور اور عورت :

اسلام کے قرونِ اوّل سے شروع کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی دَورِ اسلام میں بعض خواتین ایسی تھیں، جو اچھی طرح لکھنا پڑھنا جانتی تھیں، مثلاً

حفصہ بنتِ عمرؓ، اُمّ کلثوم بنت عقبہ، عائشہ بنت سعد، کریمہ بنت مقداد اور سب سے بڑھ کر الشفاء بنت عبداللہ عدویہ جنہوں نے حضرت حفصہؓ کو بھی پڑھایا تھا۔ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمیٰؓ بھی لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔

الشفاء[1] کا حضرت حفصہؓ کو پڑھانا لڑکیوں کی تعلیم کے لیے مثال بن گیا، ورنہ اس دَور میں ہمیں کوئی مثال ایسی نہیں ملی کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ لڑکیاں مکاتب میں پڑھتی تھیں۔ دراصل اس دَور میں مکاتب تھے ہی نہیں۔ تعلیم گھر پر ہی ہوتی تھی۔ یہ تو تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ خواتین کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ ہفتہ میں کم سے کم ایک دن آنحضرتؐ ان کی تعلیم و تربیت کے لیے بھی مقرر فرمائیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم باقاعدہ خواتین کو جمع کر کے ان کو تعلیم دیتے اور پند و نصائح فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ اس دَور میں مسلم لڑکی کو گھر پر ہی تعلیم دی جاتی تھی۔ اکثر و بیشتر باپ اپنی بیٹی کو پڑھایا کرتا تھا۔

اُس دَور کا مشہور شاعر الاعشا اپنی بیٹی کو پڑھایا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ ایسی تربیت یافتہ اور مہذّب خاتون ہوئی اور اس نے ایسا ذوقِ سلیم پایا کہ اس کا باپ اپنی تازہ نظموں پر اس

---

[1] نقوش، رسول نمبر سے استفادہ۔

Marfat.com

کی تنقید و تبصرہ پر اعتماد کیا کرتا تھا۔

بعض حالات میں امراء اور خاندانِ شاہی کی لڑکیوں کے لیے اتالیق بھی مقرر کیے جاتے تھے۔ گھر کی چار دیواری میں تعلیم حاصل کر کے بہت سی عورتوں نے اعلیٰ قابلیت حاصل کی۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ انصار خواتین کی تعریف کیا کرتی تھیں کہ وہ تعلیم کا بہت شوق رکھتی تھیں۔ چنانچہ مسلم خواتین نے نہ صرف اسلامی علوم حاصل کیے، بلکہ اسلامی کردار اور شرافت میں بھی نام پیدا کیا۔ ۷۳ھ میں ایک مسلم خاتون کا واقعہ دیکھیے:

"حجاج بن یوسف کی افواج نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شکست دی اور ان کے اکثر ساتھیوں نے جن میں بہت سے قبائلی سردار تھے، ہتھیار ڈال دیے۔ مایوسی کی حالت میں حضرت عبداللہ بن زبیر اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور اس وقت ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی، وہ یہ ہے:

ابنِ زبیر: اماں جان! میرے ساتھیوں نے میرے ساتھ دغا کی۔ اب صرف چند آدمی میرے ساتھ ہیں۔ وہ بھی کسی نہ کسی وقت اپنی امداد سے دست کش ہو جائیں گے۔ اگر میں شکست مان لوں، تو دشمن میری شرائط ماننے کے لیے تیار ہے۔ براہِ کرم مجھے مشورہ دیجیے۔

اسماء: بیٹے! مجھ سے زیادہ تمھیں اپنے حالات کی خبر ہے۔ اگر تمھیں یقین ہے کہ تم حق پر ہو اور تم نے بدعت کے خلاف جہاد کیا ہے، تو پھر جب تک جان میں جان ہے، اسے جاری رکھو اور ظالموں کی اطاعت قبول نہ کرو۔ اگر تمھیں دُنیا کی خواہش ہے، تو پھر تم سے بدتر کوئی غلام نہیں، کہ تم خود کو اور اپنے ساتھیوں کو ایک معمولی چیز کے لیے تباہ کرتے رہے ہو۔ ساتھیوں کی کمزوری کے باعث ہتھیار نہ ڈالو۔ کیونکہ یہ نیکوں کا شیوہ نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ جس مقصد کے لیے تمھارے دوستوں نے

Marfat.com

جان دی ہے، تم اسی مقصد کے لیے جہاد جاری رکھو، جب تک کہ فتح یا شہادت نصیب نہ ہو۔

عبداللہ: اماں! مجھے ڈر ہے کہ شامی مجھے پھانسی پر لٹکا دیں گے۔ میری لاش گھسیٹیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

اسماءؓ: بیٹے! بھیڑ جب ذبح ہو جاتی ہے، تو کھال کھینچنے سے نہیں ڈرتی۔

یہ تھے نظریات اُس دَور کی ایک تعلیم یافتہ مسلم ماں کے۔"

دینیات کی تعلیم:

اُس دَور میں خواتین کے دل پسند مضامین حدیث و فقہ تھے۔ ہمیں کثیر تعداد میں ایسی خواتین ملتی ہیں، جنہوں نے حدیث و فقہ میں ناموری حاصل کی۔

مصنّفین نے اسلام کے اوّل دَور کی پندرہ سو تینتالیس محدث خواتین کے سوانح حیات جمع کیے ہیں جنہوں نے علم و فضل میں کمال حاصل کیا۔

ہم یہاں دینیات میں کمال حاصل کرنے والی خواتین کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ افضلیّت ام المومنین حضرت عائشہؓ کو حاصل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ اپنی نصف دینی تعلیم کے لیے انہیں عائشہؓ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ ان سے ایک ہزار احادیث مروی ہیں، جن کو انہوں نے براہِ راست آنحضرتؐ سے سُنا ہے۔

حضرت علیؓ کی اولاد میں نفیسہ ایسی مستند محدثہ تھیں کہ فسطاط میں امام شافعی ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوا کرتے تھے حالانکہ اس وقت انہیں بھی شہرت اور عروج حاصل تھا۔

فاطمہ بنت الاقرع ایک مشہورِ زمانہ عالم و فاضل تھیں اور نہایت اعلیٰ درجہ کی خوشنویس۔ انہوں نے کثرت سے قابل اساتذہ کے حلقۂ درس میں شرکت کی تھی اور

Marfat.com

اپنے بے شمار شاگردوں کے علم سے بھی استفادہ کیا تھا۔

فخر النسا، جامع مسجد بغداد میں ایک مجمع کے سامنے ادب، خطابت اور شاعری پر لیکچر دیا کرتی تھیں۔

ایک ممتاز خاتون زینب بنت الشعری نے اپنے زمانے کے نامور علماء دین سے تعلیم حاصل کرکے سندات حاصل کی تھیں۔

ان عالم و فاضل خواتین کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جن کی تعلیم و تربیت کے ممنونِ احسان بے شمار مرد علماء ہیں۔

مشہورِ زمانہ الخطیب البغدادی کریمہ بنت احمد المروزی کے شاگرد تھے۔ موصوفہ نے انہیں صحیح بخاری کا درس دیا تھا۔

علی بن عساکر کے اساتذہ میں اسی سے زیادہ خواتین تھیں۔

غرناطہ کے ابوحیّان اپنے اساتذہ میں تین خواتین کا نام بھی لیتے ہیں۔

دو ممتاز خواتین عائشہ بنت محمد اور زینب بنت کمال الدین نے مشہورِ زمانہ سیّاح ابنِ بطوطہ کو سندات عطا کی تھیں۔

ادب :

یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ اکثر خواتین نے شاعری اور خطابت میں نام پیدا کیا۔ اکثر حالات میں وہ اپنے ہم عصر مردوں کے برابر اور بعض حالات میں ان سے بڑھ کر ثابت ہوئیں۔ چنانچہ یہاں بھی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں :

النضر ابن الحارث ہجرت سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پر حملے کیا کرتا اور آپ کو تنگ کیا کرتا تھا۔ جب غزوۂ بدر میں وہ گرفتار ہوا، تو اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کی بہن قتیلہ نے اس پر ایک دردناک مرثیہ لکھا، جسے سُن کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مرثیہ ایسا ہے کہ اگر اس کی زندگی میں سُنا جاتا تو ممکن تھا کہ مجرم کی معافی کا باعث بن جاتا۔

Marfat.com

الفرزوق کی بیوی کو ادب میں اس قدر درک حاصل تھا کہ خود اس کا شوہر اور بعض دوسرے شعراء فیصلے کے لیے اس کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

صفیہ جو اشبیلیہ کی رہنے والی تھی، خطابت اور شاعری کی صلاحیتوں میں ممتاز تھی اور خوشنویسی میں تو وہ سب سے سبقت لے گئی تھی۔ اس کی تحریر کی ہر شخص مدح و ثنا کرتا تھا اور وہ ماہر محررین کے لیے ایک نمونہ تھی۔

زینب اور حمیدہ بنات زیاد نہایت اعلیٰ درجہ کی شاعرہ تھیں۔ علم و فن کے ہر شعبہ میں انہیں کمال حاصل تھا۔

مریم بنت ابی یعقوب انصاری نہایت ممتاز شاعرہ اور ادب کی اُستاد تھیں۔ ان کا حلقۂ درس صرف عورتوں کے لیے تھا، جو ان کے علم سے استفادہ کرنے آیا کرتی تھیں۔

بدانیہ نے اپنے اُستاد ابوالمطرب عبدالمنان سے پڑھا تھا۔ اسے علمِ عروض پر عبور حاصل تھا۔

حفصہ الرکونیہ ساکن غرناطہ اپنی شرافت اور علم کے باعث مشہور تھی۔

ایک بیش قیمت مخطوطہ میں جو دمشق کے کتب خانہ الظاہریہ میں موجود ہے ستائیس خواتین شعراء کے سوانح حیات درج ہیں۔

طبّ:

خدمتِ خلق کے وہ فرائض جو اس تہذیب یافتہ دور میں مختلف ادارے سرانجام دیتے ہیں، اکثر لڑائیوں میں خواتین سرانجام دیا کرتی تھیں۔ جب فتح خیبر کے لیے اسلامی افواج تیاری کر رہی تھیں، اُمیہ بنت قیس الغفاریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں مع ایک جماعتِ خواتین حاضر ہوئیں اور افواج کے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی تاکہ زخمیوں کی مرہم پٹی کریں اور دیگر ممکن خدمات انجام دیں۔ آنحضرتؐ نے اجازت دے

Marfat.com

دی اور انہوں نے یہ فرائض انجام دیے۔

روایت ہے کہ اسلامی افواج کے ساتھ خواتین بھی رہا کرتی تھیں تاکہ زخمیوں کی دیکھ بھال کریں اور پانی پلائیں اور زخمیوں کو واپس مدینہ پہنچائیں۔

ایسی خواتین کے حالات بھی ملتے ہیں جنہوں نے علمائے طب کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔

فوجی خدمت:

مسلمانوں نے بہت سی ایسی خواتین بھی پیدا کی ہیں جنہوں نے عسکریت میں نام پیدا کیا ہے۔ تاریخ میں ہمیں نصیبہ زوجہ زید ابنِ عاصم کا حال ملتا ہے، جس نے غزوۂ اُحد میں حصّہ لیا تھا۔ جب غنیم نے ایک ساتھ ہلّہ بولا، تو اس نے اس حملے کو رد کیا اور اپنی تلوار سے گیارہ اشخاص کو زخمی کیا۔

تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلم خواتین نے بیشتر جنگوں میں بھی عملی حصہ لیا تھا۔ چنانچہ جنگِ یرموک میں مسلم خواتین بڑی بے جگری سے لڑیں۔ ہند بنت عتبہ بار بار دیگر خواتین کو تلقین کرتی تھی کہ اپنی تلواروں سے مردوں کی مدد کریں۔

اسی جنگ میں جب گھمسان کا رن پڑا تو جویریہ بنت ابی سفیان اپنے شوہر کے ساتھ شانہ بہ شانہ لڑتی ہوئی نظر آئی۔

جنگِ صفین میں ایک "سُرخ اُونٹ" بہت نمایاں تھا۔ اس پر الزرقاء بنت عدی سوار تھی۔ اس کی مستعدی اور جوشیلی تقریر حامیانِ علیؓ کی ہمت افزائی اور جنگ کے نتائج پر بے حد اثر انداز ہوئی۔ ایک دوسری خاتون عسکری شاہ بنت الاطرش نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا۔ میدانِ جنگ میں سامانِ حرب اُٹھائے ہوئے اس کو نہایت جوش و خروش سے جاتے ہوئے دیکھا گیا۔

Marfat.com

خدمتِ خلق :

ملکہ زبیدہ نہایت مہذب اور شائستہ خاتون تھی۔ اس نے ۱۸۶ھ میں حج کا فریضہ ادا کیا، تو اسے معلوم ہوا کہ مکّہ والوں کو پانی کی قلت کے باعث سخت تکالیف ہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے صرفِ خاص سے ایک نہر کھدوائی جو آج بھی موجود ہے۔ جب اُس نے دیکھا کہ اخراجاتِ کثیر کے باعث خزانچی کو کچھ ہچکچاہٹ ہے تو حکم دیا کہ کام فوراً شروع کر دیا جائے خواہ کدال کی ایک ضرب پر ایک دینار صرف ہو۔ غرض اخراجات ساڑھے دس لاکھ دینار سے زائد ہوئے جو سب کے سب ملکہ نے اپنے صرفِ خاص سے ادا کیے۔[۱]

---

[۱] ماہنامہ "نقوش" کے سیرتِ رسول نمبر سے استفادہ۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی معاشرت

رسول اکرمؐ کی زندگی تمام مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن نے یہی بات مومنین سے فرمائی ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔

"بے شک تمھارے لیے رسول اکرمؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔"

فی الحقیقت آپؐ ساری دُنیا والوں کے لیے مشعلِ ہدایت اور خضرِ راہ بن کر تشریف لائے تھے ۔ دینی و دُنیوی نقطۂ نگاہ سے حضورؐ کے تمام پہلو مکمّل تھے ۔ آپؐ نہ صرف پیغمبر تھے کہ صرف تبلیغ پر اکتفا کرتے نہ صرف عابد شب زندہ دار تھے کہ جنگل یا پہاڑ کے کسی کھوہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے رہتے نہ محض دُنیا دار تھے کہ زندگی کے طمطراق اور جاہ وجلال کا مظاہرہ فرماتے ۔ آپؐ کو ہر مکتبۂ خیال کے لوگوں کو رہنمائی دینی تھی تاکہ شاہ وگدا ، امیر وغریب ، ادنیٰ و اعلیٰ ہر حیثیّت کے لوگ آپؐ سے فیض اندوز ہوسکیں ۔

انسان کی زندگی اپنے گھر ہی کی چار دیواری کے اندر اپنے اصلی اور حقیقی رنگ میں نظر آتی ہے ۔ کوئی خواہ کتنا ہی عظیم المرتبت انسان کیوں نہ ہو ، اپنے گھر کے اندر قدم رکھتا ہے تو پھر وہ بے تکلّف ہو جاتا ہے اور عام وخاص کا فرق جاتا رہتا ہے ۔ تصنّع کا رنگ اُترجاتا ہے ۔ آیئے دیکھیں کہ دُنیا کے سب سے بڑے بلند مرتبہ انسان کی خانگی زندگی کیا تھی اور گھریلو زندگی کا عنوان کیا تھا ؟ تاریخِ اسلام کی روشنی

Marfat.com

میں تلاش کریں۔

حضورؐ کے کاشانۂ اقدس میں بیک وقت مختلف المزاج، حیثیت اور عمر کی چند بیویاں تھیں۔ ان میں رؤسائے عرب کی چشم و چراغ بھی تھیں، غریب و نادار لڑکیاں بھی، صاحبِ جمال بھی تھیں اور صاحبِ کمال بھی۔ سن رسیدہ بھی تھیں اور چودہ پندرہ برس کی عمر والی بھی، تیز مزاج بھی تھیں اور حلم و صبر والی بھی۔ گویا کاشانۂ نبوت میں مختلف الخیال عناصر کا اجتماع تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ:

پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضؓ تھیں۔ جب ان کی عمر چالیس[۴۰] سال اور حضورؐ کی عمر شریف پچّیس[۲۵] برس کی تھی، تو شادی ہوئی۔ نہایت شریف النّفس، صاحبِ جمال اور مالدار بیوی تھیں۔ حضورؐ کے سرد و گرم زمانہ میں جان و مال سے ساتھ رہیں۔ ہر طرح کی اذیتیں برداشت کیں۔ دونوں میں انتہائی محبّت تھی۔ غارِ حرا میں حضورؐ کو آپ ہی کھانا پہنچاتی تھیں۔ حلم و صبر کا پیکر تھیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام قبول کیا۔ ان کے ہوتے ہوئے حضورؐ نے دوسری شادی نہیں کی۔ کُل اولاد آپ ہی کے بطن سے ہوئی۔ چار لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ حضرت فاطمہ رضؓ، زینب رضؓ، رقیہ رضؓ اور اُمّ کلثوم رضؓ جوان ہو کر بیاہی گئیں۔ حضورؐ کے وصال کے وقت صرف حضرت فاطمہ رضؓ حیات تھیں۔ چھ مہینے کے بعد وہ بھی اپنے باپ سے جا ملیں۔

حضرت سودہ رضؓ:

حضرت خدیجہ رضؓ کے انتقال کے بعد حضرت سودہ رضؓ سے شادی کی، جن کی عمر تقریباً ۵۰ برس تھی۔ بہت فیّاض خاتون تھیں۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہوئیں اور عہدِ فاروقی میں وصال ہوا۔

٭

Marfat.com

حضرت عائشہؓ :

تیسری حضرت عائشہؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی نو سال کی عمر میں بیاہی گئیں۔ علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھیں۔ حدیث و فقہ، شعر و شاعری میں ثانی نہ رکھتی تھیں۔ ۱۹ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں۔ ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں (مسند ابن حنبل)۔ ترمذی شریف میں ہے کہ پیچیدہ مسائل صحابہ کرامؓ آپ ہی سے حل کراتے تھے۔ ۶۶ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

حضرت حفصہؓ :

چوتھی بیوی حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ تھیں عہدِ امیر معاویہؓ میں انتقال ہوا۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ :

پانچویں بیوی حضرت اُمِّ سلمہؓ بہت غیور سیر چشم تھیں۔ غرباء پروری اُن کا خاص شیوہ تھا، اس لیے اُمّ المساکین سے پکاری جاتی تھیں۔ بہت اطاعت گزار خاتون تھیں۔ ازواجِ مطہرات میں سب کے پیچھے ۶۱ھ میں بعمر ۸۴ سال انتقال ہوا۔

حضرت جویریہؓ :

چھٹی بیوی حضرت جویریہؓ اپنے قبیلہ کے سردار کی چشم و چراغ تھیں۔ حسین و خوبصورت خاتون تھیں۔ بہترین کھانا پکاتی تھیں۔ ۶۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

حضرت اُمِّ حبیبہؓ :

ساتویں بیوی حضرت اُمِّ حبیبہؓ حضرت ابوسفیان رئیسِ اعظم قریش کی لختِ جگر تھیں۔ ان کا نکاح حبشہ کے شاہ نے پڑھایا تھا اور حق مہر بھی انہوں نے ہی ادا کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے باپ ابوسفیان جو ہنوز مسلمان نہیں ہوئے تھے، بیٹی سے ملنے آئے اور رسول اللہ کے بستر مبارک پر بیٹھنا چاہا تو انہوں نے حضورؐ کے بستر کو

Marfat.com

الٹ دیا اور کہا کہ آپ میں کفر کی ناپاکی ہے، تو ان کے باپ ناراض ہو کر چلے گئے۔
۲۴ ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت صفیہ رضؓ :

آٹھویں بیوی حضرت صفیہ رضؓ قبیلہ بنو نضیر کے سردار کی بیٹی تھیں۔ جنگِ خیبر میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ حسن میں، تدبیر میں بہت ممتاز تھیں۔

حضرت میمونہ رضؓ :

نویں بیوی حضرت میمونہ رضؓ تھیں۔ مقام سرف میں شادی ہوئی۔ نیک شعار کریم النفس خاتون تھیں۔

حضرت زینب رضؓ :

دسویں بیوی حضرت زینب رضؓ تھیں۔ جود وسخا، حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھیں۔ اپنے دست و بازو سے کماتی تھیں اور فقراء و مساکین میں تقسیم کرتی تھیں۔ نہایت سیر چشم خاتون تھیں۔ ۳۵ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ ۵۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ :

گیارھویں بیوی حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ تھیں جو حسن و جمال میں بے نظیر تھیں۔
یہ بیویاں مختلف المزاج ضرور تھیں مگر سب پاک سیرت، شریف النفس تھیں۔ دیکھو کاشانۂ نبوت میں فقر و فاقہ کا دور دورہ تھا۔ دو دو ماہ چولہے نہیں جلتے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ نیک بیویاں صبر و تحمل سے کام لیتی تھیں۔ لبِ شکایت کبھی نہ کھولتی تھیں اور محبت میں سرِ مو فرق نہیں آتا تھا۔

سلوک میں مساوات :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک اور برتاؤ کرتے تھے۔

Marfat.com

مگر میلانِ طبع حضرت عائشہؓ کی طرف زیادہ تھا کیونکہ وہ بہت بڑی صاحبِ فضل و کمال خاتون تھیں۔ حدیث و فقہ میں آپ کو وہ یدِطولیٰ حاصل تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ ان سے فتوے پوچھتے تھے اور مسائل کی پیچیدگیاں ان کی خدمت میں جاکر سلجھاتے تھے اور یہ اس لیے نہیں تھا کہ آپ بہت کم عمر تھیں یا خوبصورت تھیں، بلکہ حسن و جمال میں حضرت صفیہؓ، حضرت زینبؓ آپ اپنی مثال تھیں، صرف علم و فضل کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کی طرف میلانِ خاطر کچھ زیادہ تھا۔ بتقاضائے بشریت بعض بیویوں کو اس خصوصیت پر رشک آیا اور حضورؐ کی خدمت میں تمام بیویوں کی طرف سے حضرت زینبؓ نمائندہ بن کر گئیں اور کہا کہ جو مرتبہ عائشہؓ کو عطا کیا گیا ہے، وہ اس کی مستحق نہیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ چپ بیٹھی سنتی رہیں اور وہ اشارہ پاکر جواب دینے کو کھڑی ہوئیں تو وہ مدلّل تقریر کی کہ حضرت زینبؓ لاجواب ہوگئیں۔

حضورؐ نے فرمایا "کیوں نہ ہو عائشہؓ حضرت ابوبکرؓ ہی کی تو بیٹی ہیں۔"

ایک بار اتفاق سے حضرت عائشہؓ کسی بات پر حضورؐ کے سامنے ترش رُو ہو کر بول رہی تھیں کہ ان کے ابّا جان حضرت ابوبکر صدّیقؓ تشریف لے آئے اور غصّہ میں آکر حضرت عائشہ پر ہاتھ اُٹھایا۔ وہ جھٹ حضورؐ کی آڑ میں آکر کھڑی ہو گئیں۔ کہنے لگے: "اری بیوقوف! رسول اللہ کا ادب نہیں کرتی۔" اور باہر چلے گئے۔ حضورؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "عائشہؓ! میں نے تم کو بچالیا۔" حضرت عائشہؓ نے شرم سے گردن نیچی کرلی۔

حضورؐ روزانہ تھوڑی دیر کے لیے تمام ازواجِ مطہّرات کے گھروں میں جاتے اور کچھ دیر بیٹھ کر چلے آتے اور جن کے ہاں شب باش ہونے کی باری ہوتی، وہیں ٹھہر جاتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر حضرت اُمِّ سلمہؓ کے حجرے سے شروع کرتے، جس

Marfat.com

کے ہاں حضورؐ شب باش ہونے کے لیے ٹھہرتے، تمام بیویاں وہیں جمع ہوجاتیں۔ سب ہنستیں بولتیں باتیں کرتیں اور بڑی پُر تکلّف صحبت ہوتی اور پھر اس کے بعد سونے کے وقت واپس چلی آتیں۔

حضرت صفیہؓ بہت اچھا کھانا پکانا جانتی تھیں۔ ایک روز انہوں نے کوئی اچھّی چیز پکائی اور حضورؐ کے لیے بھیج دی۔ آپؐ اس وقت حضرت عائشہؓ کے یہاں تھے۔ حضرت عائشہؓ کو ناگوار معلوم ہوا اور پیالہ زمین پر پٹک ڈالا۔ حضورؐ خود دستِ مبارک سے پیالہ کے ٹکڑوں کو چُنتے تھے اور مسکراتے ہوئے فرماتے جاتے تھے: "عائشہؓ! تاوان دینا ہوگا۔"

اس طرح کے واقعات اکثر ہوتے رہتے تھے، مگر آپ اپنے خُلقِ عظیم کے باعث ہنس کر ٹال دیتے۔ آپؐ کو ازواجِ مطہّرات سے خاص محبّت تھی۔ تعلّقات بھی نہایت خوشگوار تھے۔ لیکن دُنیوی طریق پر آپؐ نے کبھی بھی اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہ کتنی محبوب بیوی تھیں۔ لیکن حضورؐ کے رہتے ہوئے آپؓ کو اچھا کپڑا نصیب ہوا، نہ اچھی غذا، بلکہ زیور بھی نصیب نہ ہوا۔ حضرت عائشہؓ کو ایک مرتبہ طلائی کنگن حضورؐ نے پہنے ہوئے دیکھا، تو فرمایا: اگر تمھیں جنّت کی آرزو ہے تو پُرتکلّف لباس اور زیورات سے پرہیز کرو۔ مگر مہندی لگانے کی تاکید فرماتے تھے۔ چوڑیوں کے بارے میں فرماتے کہ اس کی آواز سے گھر میں برکت ہوتی ہے اور عورتوں کا سہاگ ہے۔

ابتدا میں جو کچھ مل جاتا، ازواجِ مطہّرات کھا پکا لیتی تھیں، مگر فتح خیبر کے بعد ہر بیوی کے لیے اسّی ۸۰ وسق کھجور اور بیس ۲۰ وسق جَو کا سالانہ انتظام تھا جو حضورؐ کے کثرتِ اشغال کے باعث حضرت بلالؓ کے ذمّہ اس کا انتظام تھا۔ سادگی کا یہ عالم تھا کہ چھوٹا موٹا جو کچھ مل جاتا، خدا کا شکر بجالاتے اور کھالیتے۔ جہاں جگہ

Marfat.com

مل جاتی بیٹھ جاتے۔ روٹی کا آٹا چھانا نہیں جاتا تھا۔ کرتہ میں گردن کے پاس کا بٹن بالعموم کھلا رہتا۔ بستر کبھی کمبل کا ہوتا اور کبھی چمڑے کا، جس میں کھجور کی چھالیں بھری رہتیں۔

حضورؐ کا گھر:

۹ھ میں جب کہ ارضِ عرب سے یمن تک تمام ملک زیرِ نگین اسلام تھا اور حضورؐ اس کے واحد فرمانروا تھے، اس وقت بھی کاشانۂ اقدس میں صرف ایک چارپائی اور پانی کے لیے صرف ایک سوکھا مشکیزہ تھا۔ یہ تھا شہنشاہِ دوجہاں کے کاشانۂ عالیہ کا نقشہ، مسجدِ نبویؐ کے متصل ازواجِ مطہرات کے حجرے تھے جو طول میں دس ہاتھ اور عرض میں چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھے۔ پردہ کے خیال سے دروازوں پر کمبل لٹکے ہوتے تھے۔

ایک بار حضرت عمرؓ حضورؐ سے ملنے گئے، تو دیکھا کہ سردارِ دوجہاںؐ نے ایک تہبند باندھ رکھا ہے، ایک کھردری چٹائی ہے جس پر لیٹنے سے جسمِ مبارک پر نشانات پڑ گئے ہیں۔ ایک طرف کونے میں محض تھوڑا سا جَو رکھا ہوا ہے مشکیزہ کی کھالیں کھونٹی میں لٹک رہی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمرؓ بے اختیار رو پڑے۔ آپ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں میرے لیے عقبیٰ ہے۔

مگر یاد رکھیے کہ یہ رہبانیت نہیں تھی، فقر پسندی کا جوش تھا۔ رہبانیت ہوتی تو معاملاتِ دنیا سے حضورؐ کنارہ کش ہوتے مگر آپ کے گھر میں ایک نہیں نو نو بیویاں تھیں، اولادیں تھیں، خویش واقارب تھے، ملنے جلنے والے تھے۔ صاف بات یہ تھی کہ حضورؐ تصنع کو بالکل پسند نہ فرماتے تھے۔ حضورؐ کی توجہ قوم کی اصلاح و ترقی کی طرف مرکوز تھی۔

حضورؐ صاف شفاف کپڑے پہنتے تھے۔ اپنے جاں نثاروں کو بھی اسی کی تاکید

Marfat.com

فرماتے ۔ ہدایت تھی کہ کپڑوں میں بہتر پیوند کیوں نہ ہوں مگر صاف ستھرے ہوں۔ خوشبو کا استعمال زیادہ کرتے تھے ۔ ویسے آپؐ نے قیمتی سے قیمتی کپڑا بھی استعمال کیا ہے اور اچھے سے اچھے کھانے بھی تناول فرمائے ہیں ۔ مگر اس طرح کی عادت شریف نہ تھی ۔ عام طور پر کھانا سادہ ہوتا تھا ۔

سادگی اور محنت :

سادگی کا یہ عالم تھا کہ آپ بے تکلّف معمولی سے معمولی کام کر لیا کرتے تھے ۔ بازار سے سودا سلف خود لے آتے ، کپڑوں میں پیوند خود لگا لیتے ، پھٹے جوتے گانٹھ لیتے ، غلاموں مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر بلا تکلّف کھانا کھا لیتے اور حد تو یہ ہے کہ دوسروں کا بھی معمولی کام کر دینے میں کچھ تامّل نہیں کرتے تھے ۔

بعض صحابہ کرامؓ جو گھر پر نہ ہوتے ، تو ان کی بکریاں گھر جا کر دودھ دیا کرتے ۔ مسجدِ قبا ، مسجدِ نبویؐ اور غزوۂ خندق میں حضورؐ نے مزدورانہ حیثیت سے کام کیے ہیں ۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ سب سے حضورؐ خندہ پیشانی سے بات کرتے ۔ ضعیف و کمزور کو حقیر نہ جانتے تھے اور حکم تھا کہ کوئی کسی کو پیشہ یا کام کی وجہ سے ذلیل نہ سمجھے اور جائز طور پر جو بھی پیشہ اختیار کیا جائے ، وہ اچھا ہے کیونکہ پہلے بھی اور آج کے دَور میں بھی بعض معمولی پیشہ کے باعث اس کے کرنے والوں کو نیچی نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔ اس لیے حضورؐ نے دُنیا کو کر کے دکھا دیا کہ کوئی پیشہ ہو ، اگر جائز ہے تو وہ کوئی ذلیل نہیں ۔ ذلّت کردار کی خرابی سے ہے اور عزّت تقویٰ میں پوشیدہ ہے ۔

حضورؐ نے دُنیا کے مروّجہ پیمانوں سے ہٹ کر عزت و ذلّت کو انسان کے حسب نسب کی بجائے اخلاق و کردار اور خدا ترسی و خدمت گزاری پر منحصر کیا ہے ۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔

Marfat.com

"تم میں وہی عزّت والا ہے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔"

رسولِ اکرمؐ کے اختیار کردہ اس اصول نے دُنیا میں عزّت وذلّت کے رائج الوقت پیمانے بدل دیئے اور تمام بنی نوع انسان کو اخوّت و برادری میں پرو کر ایک سطح پر کھڑا کر دیا۔
بعض لوگ اصول بیان کر دیتے ہیں، لیکن ان اصولوں سے اپنے آپ کو اور اپنے اہلِ خانہ کو الگ رکھتے ہیں، لیکن فی الحقیقت رسولِ اکرمؐ پوری اُمّت بلکہ پوری انسانیت کے لیے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ لوگ بیرونی دائرۂ زندگی میں تو احتیاط و وقار کا رویّہ اختیار کرتے اور عدل و انصاف کا عَلَم تھام کر چلتے ہیں، لیکن درونِ خانہ وہ منظر نہیں ہوتا۔ رسولِ اکرمؐ کا معاملہ اندرونِ خانہ اور بیرون در یکساں اُسوۂ حسنہ ہے۔

ایک[1] شخص کے گھر کی زندگی اس کے سیرت و کردار کا حقیقی آئینہ ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی باہر کی زندگی میں ظاہر داری کی چادر اوڑھ کر نکلتا ہو اور جو کچھ وہ ہے اس سے بالکل مختلف شکل و صورت میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہو، لیکن گھر کی زندگی میں وہ اپنے اوپر اس قسم کا پردہ ڈالے رکھنے میں زیادہ دنوں تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اوّل تو کوئی شخص اس قسم کی کوشش کرتا ہی نہیں، اور اگر وہ کرے تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے کسی شخص کو جانچنے کے لیے بہترین کسوٹی اس کے گھر کی زندگی ہے۔ وہاں اس کو دیکھنا چاہیے کہ اس کی سیرت کیا ہے؟ جس خدا ترسی اور تقویٰ کا درس وہ باہر دے رہا ہے، اس پر وہ اپنے گھر کے اندر کتنا عامل ہے؟ جس اتباعِ کتاب و سُنّت کا وعظ وہ دوسروں کو سُنا رہا ہے، اس پر وہ خود کس قدر عمل کرتا ہے؟ اور اپنے بیوی بچّوں سے کس قدر ان پر عمل کراتا ہے؟ جس دین کی اقامت کے لیے وہ خدائی فوجدار بنا ہوا سارے

---

[1] استفادہ از مولانا امین احسن اصلاحی۔

Marfat.com

جہان سے لڑ رہا ہے، اس دین کو وہ اپنے گھر کے اندر کس حد تک قائم کرنے میں کامیاب ہو سکا ہے؟ جس سادگی، جس ایثار، جس قناعت، جس صبر اور اخلاص و دیانت کا وہ دوسروں سے مطالبہ کر رہا ہے، اس کا جمال خود اس کی گھریلو زندگی میں کتنا جھلک رہا ہے؟ اگر فی الواقع کوئی شخص اس کسوٹی پر پورا اُترتا ہے، تو بلا شبہ یہ ایک ایسی کسوٹی ہے، جس پر پورے اُترنے والے کی اخلاقی عظمت کا اور اس کی سچائی کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ایسے شخص کے اصُولوں اور نظریات سے تو آپ اختلاف کر سکتے ہیں، لیکن آپ اس کو محض ایک مصنوعی یا ایک بے کردار آدمی قرار نہیں دے سکتے۔

ہم اسی کسوٹی پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بھی جانچتے ہیں۔ خوش قسمتی سے صرف آپؐ ہی کی زندگی ایک ایسی زندگی ہے جس کا ہر حصہ دُنیا کے سامنے ہے۔ ہم نہایت مستند معلومات کی بنا پر جس طرح یہ جانتے ہیں کہ آپؐ مسجد نبوی کے اندر صحابہؓ کی موجودگی میں کیا کچھ فرماتے تھے اور کیا کچھ کرتے تھے، اسی طرح ہم نہایت مستند معلومات کی روشنی میں یہ بھی جانتے ہیں کہ آپؐ بیوی بچّوں کے اندر کس طرح رہتے سہتے تھے۔

آپؐ نے اپنی زندگی پرائیویٹ اور پبلک کے دو حصوں میں تقسیم نہیں کی تھی، بلکہ آپؐ کی زندگی کا ہر حصّہ پبلک کے لیے کھُلا ہوا تھا کہ لوگ اس کو دیکھیں اور اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ آپؐ نے لوگوں سے یہ مطالبہ بھی نہیں کیا کہ لوگ صرف آپؐ کی پبلک زندگی ہی کو دیکھیں، آپؐ کی نجی" زندگی کا تجسّس نہ کریں بلکہ آپؐ نے اپنی پبلک اور اپنی نجی" زندگیاں ایک کھُلی ہوئی کتاب کی طرح نہ صرف اپنے دوستوں کے سامنے بلکہ اپنے دشمنوں کے سامنے بھی رکھ دیں کہ لوگ چاہیں تو ان کو اُسوۂ حسنہ بنائیں اور چاہیں تو بے خوف و خطر ان پر حرف گیری کریں، اگر حرف گیری کی گنجائش پائیں۔

دُنیا میں دوسروں کی بیویاں ان کی گھریلو زندگی کے رازوں کی امین ہوتی ہیں، لیکن صرف حضورؐ کی ازواجِ مطہّرات کی یہ خصُوصیّت ہے کہ وہ پبلک کے نمائندہ کی حیثیت سے

Marfat.com

آپؐ کی گھریلو زندگی کی ایک ایک ادا کو محفوظ رکھتی تھیں اور پوری دیانت و امانت کے ساتھ اس کو پبلک تک پہنچاتی تھیں۔ ایک ایسی زندگی جس کی جلوت و خلوت سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔

گھر کی مصروفیات :

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کا جو پہلو سب سے زیادہ نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ آپؐ کے اہلِ بیت کا رات دن کا مشغلہ بھی وہی تھا، جو خود حضورؐ کا رات دن کا مشغلہ تھا۔ یہ صورت نہیں تھی کہ آپؐ خود تو لوگوں کو بندگیٔ رب اور اطاعتِ الٰہی کا وعظ سناتے رہیں اور آپؐ کے اہلِ بیت دنیا کی دلچسپیوں اور مادی زندگی کی لذتوں میں منہمک ہوں یا آپؐ باہر تو لوگوں کو زُہد و قناعت کی تعلیم دیں اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے جہاد کی تلقین فرماتے ہوں اور گھر میں آ کر اس تلقین کو بھول کر گھر کی دلچسپیوں اور راحتوں میں کھو جاتے ہوں۔ بلکہ آپؐ کا مشن جو باہر ہوتا تھا، آپؐ اسی مشن کو لے کر گھر میں داخل ہوتے تھے اور جس مبارک شغل میں خود اپنا وقت صَرف فرماتے تھے، اسی مبارک شغل میں آپؐ کے گھر والے بھی اپنا وقت بسر کرتے تھے۔

اس مشن کی یاد دہانی اللہ تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر والوں کو اس وقت فرمائی ہے جبکہ منافقین اور منافقات اس غرض کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے تھے کہ کسی طرح آپؐ کی ازواجِ مطہّرات کو اس اعلیٰ نصب العین سے ہٹا کر دُنیوی اور مادّی زندگی کی لذتوں کی طرف مائل کریں، چنانچہ منافقوں کی بیویوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج کے کانوں میں یہ پھونکنا شروع کیا کہ آپ معزز اور امیر گھرانوں کی بیٹیاں ہیں۔ آپ لوگوں کی پرورش سردار گھرانوں میں عیش و عشرت کے گہوارے میں ہوئی تھی۔ لیکن اس شخص نے آپ کو غربت اور فلاکت کی زندگی میں لا کر ڈال دیا ہے۔

Marfat.com

اگر آپ ان کی قید سے آزاد ہوتیں تو بڑے بڑے سرداران قبائل آپ کو نکاح کے پیغام دیتے اور آپ کی زندگیاں بڑے عیش و آرام سے گزرتیں۔ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہّرات اس سے بالاتر تھیں کہ اس قسم کے شیطانی پروپیگنڈے سے متاثر ہوں، تاہم طبائع انسانی کی عام کمزوری کو سامنے رکھ کر اس موقع پر اللہ تعالےٰ نے ان کو یاد دلایا کہ وہ خدا کی طرف سے ایک عظیم منصب پر سرفراز ہیں۔ اسی منصب کی ذمّہ داریوں کے لیے اللہ تعالےٰ نے اُن کو چُنا ہے اور اس دُنیا کی کوئی عزّت و شوکت بھی اس منصب کی عزّت و شوکت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، چنانچہ فرمایا:

"اے نبیؐ کی بیویو! اگر تم تقویٰ کی روش اختیار کرو تو تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو۔ پس تم اپنے لہجہ میں ایسی نرمی نہ اختیار کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ کسی طمع خام میں مبتلا ہو جائے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور گزرے ہوئے زمانۂ جاہلیّت کی سی نمائش نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتی رہو۔ اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے دُنیا کی آلائشیں دُور رکھے۔ اے نبیؐ کے گھر والو! اور تم کو اچھی طرح پاک کرے اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کا چرچا کرو۔ اللہ تعالےٰ لطیف و خبیر ہے۔ (الاحزاب - ۳۲ - ۳۴)

ان آیات سے صاف واضح ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو سنوارنے اور سدھارنے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا اسی طرح آپؐ کے گھر والوں کو بھی اسی لیے چُنا تھا کہ وہ اس مشن کی تکمیل میں آپؐ کا ہاتھ بٹائیں۔ جس طرح نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے اُونچا بنایا تاکہ سب لوگ ہادی و مرشد اور پیغمبر و امام کی حیثیّت سے آپؐ کی پیروی کریں، اسی طرح آپؐ کی ازواج کا درجہ بھی

Marfat.com

تمام اُمّت کے مردوں اور عورتوں کے لیے اُمّہات کا رکھا تاکہ سب لوگ ان کو اپنے لیے نمونہ مان کر ان سے زندگی کے وہ طریقے سیکھیں، جو اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے معلوم ہوئے ہیں۔

جس طرح ان تعلیمات پر سب سے زیادہ اہتمام سے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلّم عمل فرماتے تھے، جو آپؐ دوسروں کو دیتے تھے۔ اسی طرح ازواجِ مطہّرات اور اہلِ بیتِ نبوّت پر یہ ذمّہ داری ڈالی گئی تھی کہ وہ اپنے گھر سے پھیلنے والے چشمۂ نور سے خود پہلے اچھی طرح منوّر ہوں۔ پھر اس روشنی سے دوسروں کو منوّر کریں، جس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر کے لیے یہ پسند نہیں فرمایا کہ دُنیا کے آرام و راحت ان کو اپنی طرف متوجّہ کریں، اسی طرح آپؐ کے اہلِ بیت کے لیے بھی یہ بات پسند نہیں کی گئی کہ آلائشِ دُنیا کی چھینٹوں سے ان کے دامن آلُودہ ہوں۔ اندر اور باہر دونوں جگہ کامل یکسانی اور کامل مشابہت تھی۔ جس اعلیٰ مقصد کے لیے حضورؐ نے اپنے دن رات ایک کر رکھے تھے اسی اعلیٰ مقصد میں آپؐ کی ازواج بھی دل وجان سے منہمک تھیں۔

شریر اور دُنیا پرست لوگ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی یکسوئی کو درہم برہم کرنے کے لیے طرح طرح کے فتنے اٹھاتے رہتے تھے، لیکن اللہ کی تائید اور رہنمائی سے آپؐ ہمیشہ ان فتنوں سے محفوظ رہ کر اپنے کام میں لگے رہے۔ اسی طرح منافقین اور منافقات نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج کی یکسوئی میں بھی خلل انداز ہونے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھا اور دُنیا کی دلفریبیاں ان کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

ازواجِ مطہّرات کی پسند:

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواجِ مطہّرات نے دُنیا طلبی کی تمام رغبتوں اور سرگرمیوں

Marfat.com

سے الگ تھلگ رہ کر محض اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت، اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت اور کتاب وسُنّت کی تعلیم و دعوت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ یہ ان کی کوئی مجبوری کا سودا نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے مقدّس شوہر چونکہ ایک خاص طرح کی زندگی اور ایک خاص قسم کے مشن پر مامور کر دیے گئے تھے، اس وجہ سے ان کے لیے اب اس کے سوا کوئی راہ باقی ہی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ چار و ناچار اسی کام میں اپنے آپ کو بھی لگائیں اور طوعاً و کرہاً دُنیا کی لذّتوں اور راحتوں کے ارمانوں سے اپنے دل خالی کریں، بلکہ یہ پاکیزہ زندگی اُنہوں نے آزادانہ انتخاب سے اختیار کی تھی۔ ان کے سامنے دُنیا پیش کی گئی، لیکن انہوں نے اس کو ٹھکرا دیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُنہیں پوری آزادی دی کہ وہ اپنے لیے جو زندگی پسند کریں، اس کا انتخاب کر لیں۔ اُنہوں نے ہر قیمت پر آپؐ کی رفاقت کو منتخب کیا۔

شریروں اور منافقوں نے ان کو طرح طرح سے غیر مطمئن کرنے کی کوشش کی، لیکن ان کے اس اطمینان اور اس سکون خاطر میں، جو نبی کی محبّت میں حاصل تھا کوئی فرق نہ آیا۔ جس زمانہ میں منافقین کی ریشہ دوانیاں ازواجِ مطہّرات کو غیر مطمئن کرنے کے لیے اور فتنہ انگیزی کے لیے غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں۔ آپؐ نے حجّت تمام کرنے کے لیے اپنی ازواج کو اس بات کا پورا پورا اختیار دے دیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور راحتِ دُنیا میں سے کسی ایک چیز کا پوری یکسوئی اور دلجمعی سے انتخاب کر لیں۔ اگر انہیں دُنیا اور دُنیا کی راحتوں اور لذّتوں کی خواہش ہے تو اللہ کا رسولؐ اس بات کے لیے تیار ہے کہ بڑی خوب صورتی کے ساتھ ان کو ان کے حقوق دے دلا کر رخصت کر دے اور اگر وہ دُنیا پر لات مار کر رسولؐ کی محبّت و معیّت اور اقامتِ دین کے اس جہاد کے لیے اپنے آپ کو وقف کرتی ہیں، تو پھر اس زُہد و قناعت کی زندگی پر ان کو قانع ہونا پڑے گا، فرمایا:

Marfat.com

" اے نبیؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دُنیا کی زندگی اور اس کی زینتوں کی طالب ہو تو آؤ تمھیں تمھارے حقوق دے دلا دوں اور خوبصورتی کے ساتھ تم کو رُخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کی طالب ہو تو اطمینان رکھو کہ اللہ نے تم میں سے خوبی طلب کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیّار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب، ۲۳ : ۳۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بیویوں کو یہ اختیار دے کر ایک طرف تو ان کے لیے اس بات کا موقع بہم پہنچایا کہ وہ اگر اقامتِ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے اس جہاد اور زُہد و نفس کُشی کی اس ریاضت میں آپؐ کی شریکِ سفر رہنا چاہتی ہیں تو اپنے آپ آزادانہ انتخاب و اختیار سے رہیں تاکہ اس جہاد و ریاضت کا جو اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ملنے والا ہے، اس میں پوری پوری حصّہ دار بن سکیں۔

دوسری طرف آپؐ نے ان منافقین کے لیے بھی ان کی کوششوں کا نتیجہ دیکھ لینے کا ایک موقعہ بہم پہنچایا، جو ایک عرصہ سے اس مہم میں لگے ہوئے تھے کہ آپؐ کی گھریلو زندگی میں کوئی بے اطمینانی اور انتشار پیدا کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس اعلان کے بعد قدرتی طور پر ان کو دلی خوشی ہوئی ہوگی کہ ایک لمبے عرصے تک فساد کی جو فصل بوتے اور سینچتے رہے ہیں اب اس کے بار آور ہونے کا وقت آیا ہے۔ وہ متوقع ہوئے ہوں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے اہلِ بیت کو اُکسانے اور ان کی موجودہ زندگی سے ان کو بیزار کرنے کی جو جدّ و جہد کرتے رہے ہیں اب اس کے نتائج کچھ نہ کچھ ضرور نکلیں گے۔ آپؐ کی ازواج میں سے سب نہیں تو بعض تو ضرور ہی اس اختیار کے بعد آپؐ کی رفاقت سے انکار کر دیں گی، اور اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے اور آپؐ کو ایذا پہنچانے کا نیا مواد ان کو ہاتھ آئے گا۔ لیکن ان کے چھکّے چھوٹ گئے ہوں گے جب اُنھوں نے دیکھا ہوگا کہ اختیار کے پانے کے بعد آپؐ کی ازواج کا جذبۂ اطاعت اور جوشِ محبت و

Marfat.com

وفاداری اور بڑھ گیا اور ان میں سے ایک ایک نے صاف صاف الفاظ میں اس امر کا اظہار کیا کہ:

"آپؐ کی غلامی کے آگے تمام دُنیا کی سلطنت اور سارے کون و مکان کی سروری و سرداری بھی ہیچ ہے۔"

اس طرح یہ حقیقت مخالفین اور موافقین دونوں پر واضح ہوگئی کہ حضورؐ کی ازواج کی زندگیاں اس مقدس مشن کے ساتھ صرف اس لیے نہیں بندھی تھیں کہ وہ حضورؐ کے رشتۂ ازدواج میں منسلک تھیں، بلکہ ان میں سے خود ہر ایک کا مطلوبِ حقیقی بھی یہی مشن بن گیا تھا۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ جب مذکورہ آیت اُتری تو حضورؐ نے اپنی ازواج میں سے ایک ایک کے سامنے اس مسئلہ کو رکھا اور اس کا آغاز مجھ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہہ رہا ہوں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کے جواب کے لیے جلدی کرو، اس کا جواب تم اپنے والدین سے مشورہ کے بعد مجھے دو۔ اس کے بعد آپؐ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں ایسی کیا بات ہے جس کے بارے میں مجھے اپنے والدین سے مشورہ کی ضرورت ہو، میں دُنیا اور اس کی زینتوں کے مقابل میں اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کی زندگی کو اختیار کرتی ہوں۔

پھر یہی سوال حضورؐ نے پیچھے بعد دیگرے اپنی تمام ازواج کے سامنے رکھا اور سب کا جواب وہی تھا جو حضرت عائشہ صدیقہ کا تھا، اور اس کے سوا جواب اور ہو بھی کیا سکتا تھا! سن و سال کے لحاظ سے اگر دُنیا کی زندگی اور اس کی زینتوں کا ارمان ہوسکتا تھا تو حضرت عائشہ کے دل میں ہوسکتا تھا، لیکن جب عشقِ حق نے ان کو اس قدر دُنیا سے بے نیاز اور آخرت کا طالب بنادیا تھا کہ اللہ کی محبّت اور رسولؐ کی اطاعت پر سب کچھ قربان کر دینے میں زندگی کی حقیقی لذّت محسوس کر رہی تھیں تو دوسروں کا جواب ان

Marfat.com

کے جواب سے کس طرح مختلف ہو سکتا تھا۔

محبّت واعتماد کی فضا :

گمان کسی کو نہ ہونا چاہیے کہ اگر حضورؐ اور حضورؐ کے اہلِ بیت نے دُنیا کی جگہ آخرت، ثروت وامارت کی جگہ فقر اور خدمتِ نفس کی جگہ خدمتِ انسانیت کے اس نصب العین کو اپنے لیے پسند فرمایا تھا، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی گھریلو زندگی میں کوئی لذّت وکیفیّت، کوئی چہل پہل، سرگرمی اور اتار چڑھاؤ کی کوئی نرمی وگرمی سرے سے باقی ہی نہیں رہ گئی تھی۔ ایک ہموار زندگی تھی، ہر قسم کے نشیب وفراز سے خالی ایک پُرسکون ماحول تھا۔ ہر قسم کے جذبات کی مداخلت سے پاک اور محفوظ، ایک بہتا ہوا دریا تھا، ہر قسم کے تلاطم اور تموّج سے یکسر ناآشنا، حضورؐ کی گھریلو زندگی کے متعلق جن لوگوں کا تصوّر یہ ہے، اُن کا تصوّر نہایت غلط ہے۔ آپؐ کی باہر کی زندگی کی طرح آپؐ کی گھر کی زندگی بھی ان تمام کیفیّات سے معمور اور پُررونق تھی، جس سے انسانی زندگی کو معمور اور پُررونق ہونا چاہیے۔ البتّہ ان میں افراط وتفریط کی بے اعتدالیاں یا عیشِ دُنیا کی خود فراموشیاں نہیں تھیں۔ آپؐ سوتے بھی تھے، جاگتے بھی تھے۔ آپؐ کھاتے بھی تھے اور بھوکے بھی رہتے تھے۔ آپؐ خوش بھی رہتے تھے اور ناخوش بھی ہوتے تھے۔ آپؐ پیار بھی کرتے تھے اور سرزنش بھی فرماتے تھے۔ غرض زندگی کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں، آپؐ کی گھریلو زندگی میں بھی وہ سارے پہلو پائے جاتے تھے۔

آپ اپنی ازواج پر حد درجہ شفقت فرماتے تھے، یہاں تک کہ بعض اوقات آپؐ ان کی دلداری کے خیال سے کوئی ایسی چیز کھانی چھوڑ دیتے جو خود آپؐ کو مرغوب ہوتی لیکن آپ کی ازواج میں سے کسی کے مذاق کے خلاف ہوتی۔ آپؐ کی یہ شفقت ودلداری اللہ تعالےٰ نے پسند فرمائی، لیکن ساتھ ہی اس امر سے آگاہ فرمایا کہ یہ چیز اس حد تک نہیں بڑھنی چاہیے کہ

Marfat.com

اس کے سبب سے کوئی جائز چیز ناجائز بن جائے۔ آپؐ اپنی ازواج مطہرات پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ ان کو اپنے رازوں میں شریک کرتے تھے۔ اس لیے کہ اگر بیوی محرم راز نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے، لیکن اگر بیویوں کی طرف سے ان رازوں کی حفاظت میں کوئی کوتاہی ہوتی تو اس پر آپؐ ان کو سرزنش بھی فرماتے کیونکہ جس طرح شوہر کے لیے یہ بات پسندیدہ ہے کہ وہ اپنی بیوی پر اعتماد کرے، اسی طرح بیوی کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے شوہر کے رازوں کی امین بنے اور اس میں کوئی خیانت نہ کرے۔

آپؐ اپنے بیوی بچوں کو سرزنش بھی فرماتے تھے لیکن سرزنش کرنے کے معاملہ میں بھی حضورؐ کا ایک خاص انداز تھا۔ آپؐ اگر کسی بات پر سرزنش فرماتے تو اس طرح نہیں کہ جس کو سرزنش کی، اس کے لتے لے ڈالے، بلکہ اس طرح کہ مخاطب بات سمجھ جائے اور اس پر کچھ زیادہ گراں بھی نہ گزرے۔ آپؐ کی ازواج کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے، یہاں تک کہ وہ اپنے راز کی باتیں بھی ایک دوسرے پر ظاہر کر دیا کرتی تھیں۔ اس چیز پر بھی حضورؐ نگاہ رکھتے تھے کہ نہ تو غیر معمولی اعتماد کسی بے راہ روی میں مبتلا کرے اور نہ بلا وجہ سے بے اعتمادی کسی خرابی کا باعث بنے۔

زندگی کے یہ سارے نشیب و فراز جو حضورؐ کی گھریلو زندگی میں موجود تھے، ایک ایسی زندگی کا نقشہ پیش کرتے ہیں جس کو انسانی زندگی کا بہترین مظہر کہا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی شگفتہ مزاجی

رسول اکرمؐ کی گفتگو میں شگفتہ مزاجی اور مزاح کا حسین امتزاج بھی موجود تھا۔ زندگی کے کسی مرحلے پر بھی آپؐ نے ترش روئی یا یبوست کو پسند نہیں فرمایا۔

آپؐ نے مزاح میں بھی متانت کا پہلو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور کبھی کھلکھلا کر یا قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے بلکہ آپؐ کی ہنسی ہمیشہ تبسّم تک محدود رہتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آیا رسولِ اکرمؐ کبھی مزاح بھی فرماتے تھے تو آپؐ نے فرمایا: ہاں! لیکن ہر کہہ و مہ کے ساتھ نہیں بلکہ مخاطب کے محل و مقام اور استعداد کے مطابق ایسا فرماتے تھے۔

ضعیفہ اور جنّت:

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ایک روز کوئی ضعیفہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا رسولؐ اللہ! دُعا کیجیے مَیں جنّت میں جاؤں، جس پر آنحضورؐ نے فرمایا: بوڑھی عورتیں جنّت میں نہیں جائیں گی۔ وہ بڑی پریشان ہوئی اور رونے لگی، جس پر آپؐ نے فرمایا کہ جنّت میں بوڑھی عورتیں نہیں جائیں گی بلکہ اللہ تعالیٰ جوان کر کے داخل کریں گے۔ اس پر وہ بُڑھیا خوش ہوگئی۔

اونٹنی کا بچّہ:

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے رسولِ اکرمؐ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ اسے کوئی سواری کا جانور عطا فرمائیں۔ آپؐ

Marfat.com

نے فرمایا، ہم تجھے اُونٹنی کا بچّہ دیں گے۔ اُس نے کہا یا رسول اللہؐ میں اُونٹنی کے بچّہ کو کیا کروں گا؟ (کیونکہ سواری کے لیے بچہ تو کام نہیں دے سکتا) آپؐ نے فرمایا۔ اُونٹ کو ناقہ یعنی اُونٹنی ہی تو جنتی ہے۔ مزاح کا یہ لطیف پیرایہ نہ صرف زیرِلب تبسّم کا عکاس ہے بلکہ اس میں صداقت کا پہلو بھی پُوری آب وتاب سے نمایاں ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپؐ مزاح فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا"یقیناً مگر اس میں صرف سچی بات کہتا ہوں۔" لطیف ترین اور صداقت پر مبنی مزاح کی ایک اور درخشاں مثال یوُں ہے کہ ایک عورت حضوُرؐ کی خدمت میں پہنچی۔ آپؐ نے اس کے شوہر کی بابت پوچھا تو اس نے نام بتایا، جس پر آپؐ نے فرمایا: وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ جونہی وہ عورت گھر پہنچی، اپنے شوہر کی آنکھوں کو غور سے دیکھنے لگی۔ اس کے خاوند نے کہا۔ تجھے کیا ہوگیا ہے؟ عورت نے جواب دیا۔ رسول اکرمؐ نے مجھے آپ کے بارے میں پوچھا، میں نے بتایا تو فرمایا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ یہ سُن کر اس نے کہا کہ کیا میری آنکھوں میں سفیدی سیاہی سے زیادہ نہیں ہے؟

جنگل اور شہر:

حضور اکرمؐ کی شگفتہ مزاجی کی ایک اور مثال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زاہر نامی ایک دیہاتی اکثر آپؐ کے لیے گاؤں کی چیزیں تحفہ کے طور پر لایا کرتا تھا۔ آپؐ کو بھی اس سے بے حد انس تھا اور آپؐ بھی اُسے شہر کی کوئی نہ کوئی سوغات ضرور عنایت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ" زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔" زاہر کی شکل وصورت بھی اچھی نہ تھی۔ ایک دن وہ اپنا سودا بیچ رہا تھا کہ حضوُرؐ پیچھے سے آئے اور بے خبری سے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس نے کہا کون ہے مجھے چھوڑ دے مگر جب مُڑ کر دیکھا تو رسولِ خداؐ تھے جس پر

Marfat.com

وہ اپنی کمر حضورؐ کے سینۂ مبارک سے ملنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ غلام کون خریدتا ہے؟ زاہر کہنے لگا: یارسولؐ اللہ! آپؐ مجھے کھوٹا سکہ پائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا، مگر اللہ کے نزدیک تو تُو بہت قیمتی ہے۔

رسول اکرمؐ کے اندر شائستہ مزاح موجود ہونا تبلیغی اور دینی ضرورت بھی تھی کہ حضورؐ کی ذات اگر ایسا نہ کرتی تو ان کے قدرتی رُعب وجلال کی بنا پر حاضرین کا ان کے قرب میں رہنا بھی مشکل ہو جاتا۔ مزید برآں سُنّتِ نبوی کی پیروی کرتے ہوئے آنے والے اکابر عمداً مزاح سے اجتناب کرتے۔ یہی سبب ہے کہ حضورؐ بعض اوقات صحابہ کرامؓ کو مزاحاً ان کے حسب حال القابات سے بھی نوازتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ایک روز تفنّن کے طور پر فرمایا۔ "یا ذالاذنین" یعنی اے دو کانوں والے۔ بادی النظر میں کان تو ہر شخص کے دو ہی ہوتے ہیں۔ اُنہیں جو خصوصیت سے یہ لقب عطا کیا تو ان کے کان بڑے ہوں گے یا ان کی قوّتِ سامع کافی تیز ہوگی۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کو یہ لقب (بلّی کا باپ) اس لیے دیا کہ عربی میں ہربرہ بلّی کو کہتے ہیں اور آپؓ نے ایک بلّی پالی ہوئی تھی۔

مٹی کا باپ:

حضرت علیؓ کو ابوتراب (مٹی کا باپ) کا لقب اس بنا پر مرحمت ہوا کہ ایک دن خاک پر سوتے میں اُن کے رُخساروں پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ نیز حضورؐ نے حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی کی کنیت بھی رکھی اور اُسے ابوعمیر کہہ کر پکارا۔ ابوعمیر کے پاس نغیر نامی پرندہ تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اتفاق سے وہ پرندہ مرگیا، جس سے بچّہ بہت رنجیدہ تھا۔ چنانچہ یہ دیکھتے ہوئے آپؐ نے اسے مزاحاً کہا: "اے عمیر، نغیر کو کیا ہوا؟"

Marfat.com

سرورِ کائنات جہاں خود شستہ مذاق کرتے تھے وہاں اگر صحابہ کرامؓ بھی اس نوع کا مذاق کرتے تو اس سے محظوظ ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرمؐ غزوۂ تبوک کے دوران ایک بالکل چھوٹے سے خیمہ میں بیٹھے تھے کہ میں نے باہر سے سلام عرض کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اندر آجاؤ۔ میں نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کیا پورا آجاؤں۔" فرمایا: "ہاں پورے آجاؤ۔"

اسی طرح حضرت اُمّ سلمیٰؓ راوی ہیں کہ نبی کریمؐ کی وفات سے تقریباً ایک سال قبل حضرت ابوبکرؓ تجارت کے لیے بصرہ گئے۔ ان کے ہمراہ حضرت نعمانؓ اور حضرت سویبطؓ بھی تھے۔ ان میں سے حضرت سویبطؓ ظریف الطبع تھے۔ دورانِ سفر ایک روز حضرت سویبطؓ نے حضرت نعمانؓ سے کھانا مانگا۔ حضرت ابوبکرؓ وہاں موجود نہ تھے۔ نعمانؓ نے کہا۔ حضرت ابوبکرؓ کے آنے پر دوں گا۔ حضرت سویبطؓ نے کہا کہ اچھا میں تم سے دیکھ لوں گا۔ کچھ دیر چلتے رہنے کے بعد ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے تو سویبطؓ نے وہاں کچھ لوگوں سے کہا کہ میرے پاس ایک غلام ہے اگر تم خریدنا چاہو تو لے لو مگر اس میں ایک بات ہے کہ وہ خود کو آزاد کہتا رہے گا، لیکن تم اُسے چھوڑنا نہیں۔ چنانچہ دس اُونٹوں پر معاملہ طے ہوگیا اور ان لوگوں نے نعمانؓ کے گلے میں چادر ڈال لی۔ یہ بیچارے چیختے ہی رہے کہ میں آزاد ہوں مگر انہوں نے کہا کہ ہمیں تمہاری اس بات کا علم ہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ آگئے تو انہوں نے ان کی جان چھڑائی اور مال واپس کر دیا۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ آئے تو یہ قصّہ حضورؐ کو سُنایا۔ آپؐ سُن کر خوب مسکرائے گویا خود بھی شگفتہ مزاج تھے اور شگفتگیٔ کلام کو پسند بھی فرماتے تھے۔

Marfat.com

ماموں کی بہن :

ایک دن ایک شخص سے آپؐ نے دریافت فرمایا کہ بتاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی۔ اس سادہ دل نے سر جھکا لیا اور سوچنے لگا۔ آپؐ مسکرا دیے اور فرمایا کہ ہوش کر، تجھے تیری ماں یاد نہیں رہی۔

رسول مقبولؐ ایک روز صحابہ کرامؓ کے جلو میں کھجوریں کھا رہے تھے۔ شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ اور دیگر حاضرین کھجوریں کھا کھا کر گٹھلیوں کو حضرت علیؓ کے آگے رکھتے جا رہے تھے۔ حضورؐ نے مزاحاً فرمایا: "گٹھلیاں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ کھجوریں علیؓ نے کھائی ہیں۔" حضرت علیؓ بھی رسول اکرمؐ ہی کی آغوشِ تربیت کے پروردہ تھے۔ انہوں نے برجستہ کہا کہ دیکھنے والا یہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ میں نے گٹھلیاں چھوڑ دی ہیں جن کے سامنے گٹھلیاں نہیں ہیں وہ شاید مع گٹھلیوں کے کھا گئے ہیں۔

آپؐ اور دیگر صحابہ کرامؓ اس حاضر جوابی سے بہت لطف اندوز ہوئے۔ اسی طرح حضرت صہیبؓ مشہور صحابیٔ رسولؐ تھے، نبی اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے۔ آپؐ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھجوریں کھانے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ "آنکھ آئی ہوئی ہے اور کھجوریں کھا رہے ہو۔" جس پر حضرت صہیبؓ نے کہا "یا رسول اللہؐ! میں اچھی آنکھ سے کھا رہا ہوں۔ ایک آنکھ تو درست ہے۔"

اس بدیہہ گوئی پر آپؐ مسکرا دیے۔

جنت اور ہم دونوں :

ایک مرتبہ ایک اعرابی مدینہ منورہ میں آیا۔ اُونٹنی کا زانو باندھا اور مسجد نبویؐ میں جا کر سرکارِ دو عالمؐ کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا اور اونٹنی پر سوار ہو کر بلند آواز سے کہا۔

Marfat.com

"اے ربِّ ذوالجلال! مجھ پر رحم فرما اور سرورِ کائنات پر اور ہم دو کے سوا اور کسی کو اس میں شریک نہ کرنا۔"

یہ کلمات سُن کر آنحضورؐ نے مسکراتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:
"تم اس (دہقانی) اور اُونٹ میں سے کسے زیادہ ناسمجھ کہو گے۔ تم نے سُنا اس نے کیا کہا ہے۔"

صحابہ کرامؓ بھی مسکرائے اور عرض کیا۔ "جی ہاں سُنا۔"

ایک دفعہ بارگاہِ رسالت میں ایک صحابی نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! مجھے میرے بُت نے بہت نفع دیا۔"

صحابہ کرامؓ نے حیرانی کے عالم میں صحابی کے منہ کی جانب دیکھا کہ بُت بھلا کیسے کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے۔ یہ صورتِ حال بھانپتے ہوئے صحابی نے کہا۔ "یا حبیبِ کبریا! میں سفر پر روانہ ہوا۔ دورانِ سفر میں نے ستوؤں کا بُت بنایا۔ دورانِ سفر کھانا ختم ہوا تو میں نے بُت کو توڑ کر کھایا۔ مجھے تو بُت نے بے حد نفع دیا۔" یہ جملہ سُن کر جملہ صحابہ کرامؓ ہنسنے لگے اور آنحضورؐ بھی مسکرا دیے۔

امام عالی مقام حضرت امام حسینؓ نے سواریِ شُتر کی خواہش کی تو حضورؐ نے فرمایا۔ "میں ہی تمھارا اُونٹ بننے کو تیار ہوں جس پر حضور اکرمؐ نے اُنہیں کاندھوں پر اٹھالیا اور حجرے کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک لے گئے۔ اسی دوران امام عالی مقامؓ نے فرمایا کہ اونٹ کی تو مہار ہوتی ہے، جبکہ میرے اونٹ کی مہار کوئی نہیں۔ اس پر حضورؐ نے اپنے گیسو اُن کے ہاتھ میں دے دیے کہ یہ مہار ہے۔ اس حالت میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور حضرت امام حسینؓ سے کہا "بھئی تمھیں سواری خوب ملی ہے۔" حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ "سوار بھی تو خوب ہے۔"

ایک دفعہ حضرت ابوذرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، سُنا ہے کہ جب

Marfat.com

دجّال ظاہر ہو گا تو دُنیا قحط کا شکار ہو گی۔ اس عام قحط میں دجال لوگوں کی ضیافت کرے گا جس میں انواع واقسام کے کھانے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ اگر مَیں اس دَور میں ہوا تو پہلے اس کے کھانوں سے خوب پیٹ بھروں گا اور پھر اس سے منحرف ہو جاؤں گا۔ یہ سُن کر حضورؐ نے تبسّم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس دَور میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ تمھیں اس کی نعمتوں سے بے نیاز کر دے گا۔

کبھی کبھی بوقتِ تبسّم آپؐ کے دندان مبارک نظر آجاتے تھے۔ اس وقت دندانِ مبارک یُوں چمکتے تھے جیسے بادلوں کی اوٹ میں سے بجلی چمکی ہو۔ عامر بن سعد راوی ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ آپؐ نے غزوۂ خندق کے موقع پر تبسّم فرمایا اور آپؐ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔ عامر نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ حضورؐ کا تبسّم کس نوع کا تھا۔ اس پر سعد کہنے لگے کہ غزوۂ خندق میں ایک آدمی نے تیروں سے بچنے کے لیے لوہے کی ڈھال کا سہارا لیا ہوا تھا۔ مَیں تیر پھینکتا جارہا تھا اور وہ شخص اپنا چہرہ ڈھال سے بچارہا تھا۔ اسی دوران میں نے ایک تیر چلانے کے لیے نکالا۔ اس نے اچانک سر اُونچا کیا، مَیں نے فوراً تیر چلا دیا جو اس کی پیشانی میں دھنس گیا اور وہ بل کھا کر گر پڑا۔ اس کی یہ کیفیّت دیکھ کر رسولِ خدا بے ساختہ مسکرا پڑے۔ اس وقت ہم نے آپؐ کے دندان مبارک دیکھے۔

غزوۂ بنی مصطلق میں مشہور منافق عبداللہ بن ابی نے حضورؐ کے خلاف سازش کی اور ایک مجلس میں کہا کہ مدینہ جا کر ہم میں سے جو عزّت والا ہے وہ ذلیل کو نکال دے گا۔ اس مجلس میں حضرت زیدؓ بن ارقم موجود تھے۔ وہ اس وقت بالکل بچے تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ حضورؐ تک پہنچا دیا۔ جب عبداللہ بن ابی سے دریافت کیا گیا تو اس نے انکار کیا۔ زیدؓ پر لوگوں نے شک کیا کہ انہوں نے غلط اطلاع پہنچائی ہے مگر سورۂ منافقون کی آیت نمبر ۸ میں اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی تو حضورؐ نے زیدؓ بن ارقم کو بُلایا اور مسکرا کر ان کا کان پکڑا اور فرمایا "لڑکے کا کان سچّا تھا"۔ حضورؐ کا یہ فرمان اپنے اندر جہان شگفتگی اور واقعیت کی ایک

Marfat.com

دُنیا لیے ہوئے ہے وہاں علم بیان کی بلاغتوں کو بھی سمیٹے ہوئے ہے۔

آپؐ کا مزاح شگفتگی، شائستگی اور پاکیزگی کا حامل ہوتا تھا۔ آپؐ کے مزاح سے کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی تھی۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ خصومت نہ کرو اور ایسا مذاق نہ کرو جس سے اُسے ایذا پہنچے اور ایسا وعدہ نہ کرو جو وفا نہ کر سکو۔"

مزاح کے اپنے حدُود ہیں جب مزاح ان سے گزر جائے تو وہ مزاح نہیں رہتا۔ گویا مزاح کا مقصد تعمیر ہے، تخریب نہیں، طمانیت ہے دل آزاری نہیں، تبسّم ہے قہقہہ نہیں۔ حضورؐ کی شگفتہ طبعی کے جو پاکیزہ نمونے تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں، اُنہیں پڑھ کر لبوں سے زیادہ دل مسکراتا ہے۔ غرض یہ کہ حضورؐ کے مزاح میں شگفتگی تو بدرجۂ اُتم موجود تھی مگر دل آزاری کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کے روزانہ معمولات

رسولِ اکرمؐ نے ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا فرمایا جس کے لیے آپؐ کو ۸۲ جنگوں میں سے گزرنا پڑا لیکن امن کے حالات میں آپؐ کے معمولات بھی ہمارے لیے بہترین اسوۂ حسنہ ہیں ۔ ان کا مختصر تذکرہ ضروری ہے ۔

بعد فجر:

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا معمول تھا کہ نمازِ فجر کے بعد تسبیحاتِ ذکر کرتے ، پھر مسجد ہی میں جانماز پر آلتی پالتی مار کر چار زانو تشریف فرما ہوتے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروانہ وار پاس آکر بیٹھ جاتے ۔ یہی دربارِ نبوّت تھا ، یہی حلقۂ توجّہ تھا ۔ یہی درسگاہ بنتی ۔ یہی محفلِ احباب ٹھہرتی ۔ یہیں آپؐ نازل شدہ وحی سے صحابہؓ کو مطلع فرماتے ۔ یہیں بارگاہِ رسالتؐ سے ان پر فیوضِ باطنی اور برکاتِ رُوحانی کی بارش ہوتی ۔ یہیں آپؐ دین کے مسائل ، معاشرت کے طریقے ، معاملات کے ضابطے اور اخلاق کی باریکیاں اُن کو تعلیم فرماتے ۔ لوگوں کے باہمی جھگڑے اور مقدمات فیصل فرماتے ۔

اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ، صحابہ کرامؓ سے دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے ۔ آپؐ خواب سُنتے اور اُس کی تعبیر ارشاد فرماتے ۔ کبھی آپؐ خود ہی فرماتے کہ آج مَیں نے یہ خواب دیکھا ، پھر خود ہی اس کی تعبیر بیان فرما دیتے ۔ بعد میں آپؐ نے یہ معمول ترک کر دیا تھا ۔

(مدارج النبوّۃ)

Marfat.com

کبھی صحابہ کرامؓ اثنائے گفتگو میں ادب کے ساتھ جاہلیت کے قصّے بیان کرتے۔ قصیدے اور اشعار سُناتے یا مزاح کی باتیں کرتے۔ آپؐ سُنتے رہتے۔ کبھی اُن پر مُسکرا بھی دیتے۔ اس کے بعد آپؐ اشراق کی نوافل پڑھتے۔

اکثر اسی وقت مالِ غنیمت یا لوگوں کے وظیفے تقسیم فرماتے۔ جب آفتاب نکل کر دن خوب چڑھ جاتا تو آپؐ صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت) کی نفلیں کبھی چار رکعت اور کبھی آٹھ رکعت پڑھ کر مجلس برخاست فرماتے اور جن بی بی کی باری اُس دن ہوتی، اُس کے گھر تشریف لے جاتے۔ وہاں گھر کے دھندوں میں لگے رہتے۔ اکثر گھر کے مختلف کام خود ہی انجام دیتے۔ دن میں صرف ایک بار کھانا تناول فرماتے۔ دوپہر کے وقت آرام فرماتے۔ (سیرۃ النبیؐ)

بعدِ ظہر:

نمازِ ظہر باجماعت پڑھ کر مدینہ کے بازاروں میں گشت لگاتے۔ دُکان داروں کا معائنہ اور احتساب فرماتے۔ اُن کا مال ملاحظہ فرماتے۔ اُن کے مال کی اچھائی بُرائی جانچتے۔ اُن کے ناپ تول کی نگرانی فرماتے کہ کہیں کم تو نہیں تولتے۔ بستی اور بازار میں کوئی حاجت مند ہوتا تو اُس کی حاجت پوری فرماتے۔

بعدِ عصر:

نمازِ عصر باجماعت پڑھ کر ازواجِ مطہّرات میں سے ایک ایک کے گھر تشریف لے جاتے، حال پوچھتے اور ذرا ذرا دیر ہر ایک کے ہاں ٹھہرتے۔ یہ کام اتنی پابندی سے کرتے کہ ہر ایک کے ہاں مقرّرہ وقت پر پہنچتے اور سب کو معلوم تھا کہ آپؐ وقت کے بہت قدر شناس اور پابند ہیں۔

بعدِ مغرب:

نمازِ مغرب باجماعت پڑھ کر اور نوافل اوّابین سے فارغ ہو کر جن بی بی کی باری

Marfat.com

ہوتی، آپ شب گزارنے کے لیے وہیں ٹھہر جاتے۔ اکثر تمام ازواجِ مطہرّات اسی گھر میں آکر جمع ہو جاتیں۔ مدینے کی عورتیں بھی اکثر جمع ہوتیں، اس لیے کہ اس وقت آپؐ عورتوں کو دینی مسائل کی تعلیم دیتے تھے۔ گویا یہ مدرسۂ شبینہ اور مدرسۂ نسواں قائم ہوتا جس میں انتہائی ادب اور پردے کے ساتھ عورتیں علمِ دین، حُسنِ معاشرت، اور حُسنِ اخلاق کی باتیں اس معلّمِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے سیکھتیں۔

اللہ کے رسولؐ عورتوں کو، جن کی گود میں بچوں کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے، علمِ دین سے محروم اور تہذیبِ اسلامی سے ناآشنا نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ یہیں عورتیں اپنے مقدّمات پیش کرتیں، آپؐ اُن کا فیصلہ سُناتے۔ وہ اپنی پریشانیاں، شکائتیں اور مجبوریاں بیان کرتیں، آپؐ اُن کا حل فرماتے۔ اگر کوئی بیعت ہونا چاہتیں، تو یہیں آپؐ ان کو بیعت فرماتے ـــــ ان اُمور پر کہ وہ اللہ کا شریک نہ بنائیں گی، چوری نہ کریں گی، بدکاری نہ کریں گی، اپنے بچّوں کو قتل نہ کریں گی اور کسی پر بہتان نہ لگائیں گی اور نیک کاموں میں رسولؐ کے طریقے کی خلاف ورزی نہ کریں گی۔ بیعت کے وقت اُن کے لیے استغفار فرماتے۔

یہ مدرسہ نمازِ عشاء تک قائم رہتا۔ پھر آپؐ نمازِ عشا کے لیے مسجد جاتے اور عورتیں اپنے اپنے گھر واپس چلی آتیں۔

بعدِ عشا:

نمازِ عشا با جماعت پڑھ کر آپؐ اُس شب کی قیام گاہ پر جا کر سو رہتے۔ عشا کے بعد بات چیت کرنا پسند نہ فرماتے۔ آپؐ ہمیشہ داہنی کروٹ سوتے۔ اکثر داہنا ہاتھ رُخسارِ مُبارک کے نیچے رکھ لیتے۔ چہرۂ انور قبلے کی طرف ہوتا۔ مسواک اپنے سرہانے ضرور رکھ لیتے۔

سوتے وقت سورۂ جمعہ، سورۂ تغابن اور سورۂ صف کی تلاوت فرماتے۔ پھر جب

Marfat.com

بیدار ہوتے، مسواک سے دانت مانجھتے۔ وضو کر کے پھر تہجّد کی نفلیں پڑھتے۔ کبھی نفل نماز کے سجدے میں دیر تک دُعا مانگتے۔ پھر آرام فرماتے۔ جب فجر کی اذان ہوتی تو اُٹھتے۔ حجرہ شریف ہی میں دو رکعت سُنّت پڑھ کر وہیں داہنی کروٹ ذرا لیٹ رہتے۔ پھر مسجد میں تشریف لاتے اور باجماعت نمازِ فجر ادا فرماتے۔

یہ ہیں حضورؐ کے معمولات جو ہم سب کے لیے نمونہ ہیں اور انہیں معمولات میں ایک اسلامی زندگی کا نقشہ موجود ہے۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کے پسندیدہ ماکولات و مشروبات

رسُول اکرمؐ کو بعض غذائیں بطورِ خاص پسند تھیں اور آپؐ کی تعلیمات پر عمل کرنا مسلمانوں کے لیے ذریعۂ عظمت و نجات ہے۔

شہد:

رسولِ اکرمؐ کو شہد بے حد پسند تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

علیکم بالشفائین العسل والقرآن۔ — دو چیزوں سے صحت حاصل کرو شہد اور قرآن کریم سے۔

اس حدیث میں شہد کو صحت بخش ہونے کے ساتھ قرآن کریم کو بھی ذریعۂ صحت فرمایا گیا کیونکہ شہد تو جسمانی امراض کو ختم کرنے اور جسم کو صحت یاب کرنے والی ایک غذا ہے اور قرآنِ کریم رُوحانی امراض کو ختم کرنے اور رُوح کو جلا بخشنے والی کتاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ (۱۷ : ۸۲) — ہم اُتارتے ہیں قرآن میں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور صحت و رحمۃ المومنین ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریمؐ سے عرض کیا کہ میرے بھائی کے پیٹ میں درد ہے یا اس نے کہا کہ میرے بھائی کو اسہال (دستوں) کی شکایت ہے تو حضورؐ نے فرمایا:

Marfat.com

اَسۡقِہٖ عَسَلًا ۔ اسے شہد پلا دو۔

وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آکر عرض کرنے لگا کہ میں نے شہد پلایا لیکن کوئی آفاقہ نہیں ہوا۔ نبی کریمؐ نے پھر شہد ہی پلانے کا حکم دیا۔ دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ جب وہ چوتھی مرتبہ خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

صدق اللّٰہ و کذب بطنِ اخیک اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔

اس ارشاد کو سن کر وہ شخص گیا اور پھر شہد پلایا اور وہ صحت یاب ہو گیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریمؐ کو ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق شہد کی افادیت پر کس قدر یقین تھا مریض گھبرایا مگر آپؐ شہد ہی پلواتے رہے اور آخر کار اللہ کا ارشاد سچ ہوا اور مرض ختم ہو گیا۔

شہد کی یہ تاثیر آج بھی باقی ہے شرط یہ ہے کہ شہد بھی اصلی ہو اور مسلمان بھی اصلی۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

من یلعق العسل ثلث غدواتٍ فی کل شھر لم یصبہ عظیم من البلاء جو شخص ہر مہینے تین دن شہد چاٹ لے تو اسے کوئی بڑی تکلیف نہیں ہو گی۔

گویا شہد کا استعمال صحت کا ایک مستقل ذریعہ ہے۔ اس حقیقت کو طبی تحقیق نے بھی ثابت کیا اور اطبائ نے تسلیم کیا کہ شہد بہت سی بیماریوں کی دوا ہے مثلاً جسم اور خاص طور پر پھیپھڑوں کے لیے قوت بخش ہے۔ قلب کے لیے فرحت بخش ہے۔ کھانسی دمہ اور ٹھنڈ سے ہونے والی بیماریوں کے لیے مفید ہے۔ لقوہ اور فالج کے لیے بھی بہت مفید ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے اگر سرمہ کی طرح آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھوں کو بیماری سے بچاتا اور نظر کی حفاظت کرتا ہے۔ غرض بے شمار امراض کا علاج ہے۔

Marfat.com

کھجور :

دوسری چیز کھجور رسول اکرمؐ کو بیحد پسند تھی۔ کھجور ایک بہترین میوہ بھی ہے اور غذا بھی۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا :

"جو شخص روزانہ صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھا لیا کرے اُسے اس دن زہر اور جادو سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

کھجور عجوہ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا :

۲۔ والعجوة من الجنة وهي شفاء من السم

"عجوہ جنّت کا پھل ہے۔ اس میں زہر سے شفاء دینے کی تاثیر ہے۔"

۳۔ حضرت سعدؓ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا تو نبی کریمؐ میری عیادت کو تشریف لائے۔ آپؐ نے میرے سینے پر اپنا نورانی ہاتھ رکھا۔ مجھے اس کی ٹھنڈک دل تک محسوس ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا :

"تمھیں دل کی تکلیف ہے، تم حارث بن کلیدہ ثقفی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ طبیب ہے۔"

فليأخذ سبع تمرات من	اسے چاہیے کہ مدینہ کی عجوہ کھجور کے
عجوة المدينة فليجاهن	سات دانے لے کر انہیں گٹھلیوں سمیت
بنواتهن ثم ليلدك	کوٹ لے اور تمھارے منہ میں ڈال دے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ آپ یاکل الرطب بالقثاء "تازہ کھجوریں اور ککڑی ایک ساتھ تناول فرماتے تھے۔" نبی کریمؐ نے اپنے اس عمل سے کھجور کی گرم تاثیر اور ککڑی کی سرد تاثیر کو ختم کرنے کا طریقہ سکھایا۔

Marfat.com

كان يأكل البطيخ بالرطب يقول۔

تربوز:

آپ تربوز تازہ کھجور کے ساتھ بھی کھاتے تھے اور فرماتے:

يدفع حرّ هٰذا برد هذا۔

"یہ تربوز گرمی کو ختم کرتا ہے اور کھجور سردی کو دور کرتی ہے۔"

نبی کریمؐ کا یہ عمل اسی بات کو سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ آپؐ صحت کا کس قدر خیال فرماتے تھے اور مفید غذاؤں کے استعمال کا کس طرح طریقہ تعلیم فرماتے تھے۔

مکھن:

بسلمی کی بیٹی عطیہ اور بیٹے عبداللہ نے بیان کیا کہ ہم نے نبی کریمؐ کی خدمت میں مکھن اور تازہ کھجوریں پیش کیں اور آپؐ مکھن و کھجور کو پسند فرماتے تھے۔

تمر خشک کھجور کو کہا جاتا ہے جو مکھن کے ساتھ واقعی بہت لذیذ بھی ہو جاتی ہے اور مکھن اس کی گرم و خشک تاثیر کو ختم کر دیتا ہے غرض کھجور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ غذا تھی۔ اب اُمت کے لیے اس کا استعمال فائدے کے علاوہ ذریعۂ ثواب بھی ہے۔

گوشت:

رسول اکرمؐ کو گوشت بہت مرغوب تھا، جو صحت و قوت کے لیے ایک نہایت ہی مفید غذا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا:

سيد طعام اهل الدنيا واهل الجنة۔

"دنیا والوں اور جنت والوں دونوں کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔"

مزید فرمایا:

خير الادام في الدنيا والاخرة اللحم

"دنیا اور آخرت میں بہترین سالن گوشت ہے۔"

Marfat.com

سب حصّوں کا گوشت مزے میں برابر نہیں ہوتا بلکہ سر، پائے، سینہ، ران وغیرہ ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ مزا ہوتا ہے۔ جو جس کو پسند ہوتا ہے، وہ اسی حصہ کو استعمال کرتا ہے۔ نبی کریمؐ کو بھی بعض حصّوں کا گوشت خاص طور پر پسند تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ حضورؐ کی خدمت میں گوشت لایا گیا۔ اس میں سے دست آپؐ کو دیا گیا کیونکہ آپؐ دست کو پسند فرماتے تھے۔ لہٰذا آپ نے اُسے دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا۔

حضرت ضباعہ بنت زبیرؓ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم نے اپنے گھر میں بکری ذبح کی تو حضورؐ نے پیغام بھیجا کہ اس میں سے ہمارا حصہ بھیج دیں۔ میں نے عرض کیا صرف گردن کا گوشت بچا ہے جو آپؐ کے لیے بھیجتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ حضورؐ نے کہلا بھیجا، یہی بھیج دو کیونکہ گردن کا گوشت بکری کا عمدہ حصہ ہے۔ گردن کا گوشت خیر سے قریب تر اور نقصان سے بعید تر ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا:

كانت الذراع احب اللحم الى رسول الله ۔

"کاندھے کا گوشت حضورؐ کو سب سے زیادہ پسند تھا۔"

حضرت ابنِ مسعودؓ نے بیان کیا:

كان النبى صلى الله عليه وسلم يعجبه الذراع ۔

"حضورؐ کاندھے کا گوشت پسند فرماتے تھے۔"

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے۔

"پاکیزہ ترین گوشت پیٹھ کا ہے۔"

حضرت اُمّ سلمہؓ نے بیان کیا کہ وہ حضورؐ کے پاس بھنی ہوئی ران لے گئیں۔

Marfat.com

آپؐ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابنِ حارثؓ نے بیان کیا کہ ہم نے حضورؐ کے ساتھ بُھنا ہوا گوشت کھایا۔

حضرت مغیرہ بن شیبہؓ نے بیان کیا کہ ایک رات نبی کریمؐ کے ساتھ ایک شخص کے یہاں مہمان ہوا۔ گھر والے نے بکری ذبح کی تو آپؐ نے دست بھوننے کی فرمائش کی، جو آپؐ کے سامنے لایا گیا پھر آپؐ نے چھری لی اور اس سے میرے لیے دست میں سے کاٹنے لگے۔

ان احادیث سے واضح ہے کہ نبی کریمؐ کو گوشت بہت پسند تھا اور خاص طور سے ران، دست، گردن، پیٹھ، کاندھے کا گوشت وہ بھی بھنا ہوا پسندیدہ تھا۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کو اگر روکھی سوکھی روٹی ملے تو بھی خدا کا شکر ادا کر کے کھائے اور خوش رہے، اور اگر بہترین غذائیں میسّر ہوں تو ان کو بھی استعمال کر کے خدا کا شکر ادا کرے جیسا کہ نبی کریمؐ کا عمل تھا کہ آپؐ کئی کئی دن بھوکے بھی رہتے تھے۔ معمولی کھانا ملتا تو بھی خوش ہو کر کھا لیتے اور جب عُمدہ کھانے میسّر ہوتے تو اُن کو بھی خوش ہو کر استعمال کرتے۔

آپؐ سے پرندوں کا گوشت استعمال کرنا بھی ثابت ہے۔

حضرت زید الجرمیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا:

رایت رسول اللہ یاکل لحم دجاج۔

"مَیں نے اللہ کے رسولؐ کو مرغ کا گوشت کھاتے دیکھا۔"

حضرت ابراہیم ابنِ عمرؓ نے بیان کیا کہ ان کے دادا حضرت سفینہؓ نے فرمایا:

اکلت مع رسول اللہ لحم حباری۔

"مَیں نے نبی کریمؐ کے ساتھ سُرخاب کا گوشت کھایا۔"

Marfat.com

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ہم نے بمقام مرالظہران ایک خرگوش کو اس کے بِل سے نکالا۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑتے دوڑتے تھک گئے۔ مگر میں نے اسے پکڑ لیا اور اسے ابوطلحہؓ کے پاس لائے۔ انہوں نے اسے ذبح کر کے اس کے دست نبی کریمؐ کے پاس بھیج دیے، آپؐ نے اُسے قبول کر لیا اور بھنوانے کے بعد اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا:

کدّو:

نبی کریمؐ کو سبزیوں میں سب سے زیادہ کدّو (لوکی) پسند تھا۔ حضرت انسؓ نے بیان فرمایا کہ ایک درزی نے حضورؐ کی دعوت کی۔ کھانے میں جَو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا۔ شوربہ میں کدّو اور گوشت تھا۔ میں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پیالے کے کناروں سے کدّو کے ٹکڑے نکال لیتے اور تناول فرماتے تھے۔ اس دن سے ہی میں کدّو کے بغیر کھانا نہیں کھاتا۔

ثرید و حلوہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو ثرید و حلوہ بھی پسند تھا۔ ثرید ایک تو اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو شوربے یا پتلی دال میں روٹی بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نرم اور جلد ہضم ہونے والا کھانا ہے۔ اس کو اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پسند فرماتے تھے۔ ثرید کی ایک دوسری قسم بھی ہے جو میٹھی ہوتی ہے۔ اس کو حلوہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ستّو میں کھجور خشک، دودھ اور گھی ملا کر مالیدے کی طرح بنایا جاتا ہے۔

حضورؐ کو دونوں ہی قسم کا ثرید پسند تھا، روٹی سے تیار کیا ہوا اور ستّو سے تیار کیا ہوا۔ خاص طور پر حلوہ کی پسندیدگی کا ذکر بھی موجود ہے۔ جیسا کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا،

Marfat.com

"حضور علیہ السلام حلوے اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔"

سالن روٹی:

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریمؐ نے ایک مرتبہ اپنے اہلِ خاندان سے دریافت فرمایا کہ کوئی سالن ہے، تو عرض کیا گیا گھر میں سرکہ کے سوا کچھ نہیں، تو آپؐ نے اسی سے کھانا تناول فرمانا شروع کر دیا۔ آپؐ کھاتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:

"سرکہ کتنا اچھا سالن ہے، سرکہ کتنا اچھا سالن ہے۔"

حضرت یوسف ابنِ عبداللہؓ نے فرمایا، مَیں نے نبی کریمؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھ کر فرمایا:

"یہ ہے سالن، یہ ہے سالن۔"

حضرت انسؓ نے بیان فرمایا:

"حضورؐ ہانڈی کی کھرچن کو پسند فرماتے تھے۔"

ان احادیث سے واضح ہے کہ جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھُنے ہوئے گوشت، لوکی، شہد اور حلوہ جیسی نفیس غذائیں پسند فرمائیں اس کی شان یہ بھی تھی کہ جب انہیں سالن کی جگہ سرکہ، حلوے کی جگہ کھجور اور جَو کی روٹی کا ٹکڑا اور ہانڈی کی کھرچن میسّر ہوتی تو وہ اس کو بھی پسند فرما کر رازقِ حقیقی کا شکر ادا کرتے اور اس پر بھی خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ درحقیقت رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس طرح انسانیت کے دونوں طبقوں، دولتمندوں اور غریبوں کو سہارا عطا فرمایا کہ اگر گوشت والے سُنّتِ رسولؐ ادا کرنے کا ثواب پائیں تو سرکہ، چٹنی اور روٹی پر زندگی بسر کرنے والے بھی یہ سوچ کر اپنے دل کو تسلّی دیں کہ یہ معمولی کھانے صرف انہیں کی تقدیر میں نہیں، بلکہ اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی پسند

Marfat.com

فرمائے اور خوش ہو کر استعمال فرمائے ہیں بلکہ ان کا تو اگر مزید حال معلوم کرنا ہے تو حضرت مالک بن دینارؒ کے اس بیان سے اندازہ کیجیے۔

"نبی کریمؐ نے سوائے اجتماع کے کبھی نہ روٹی سیر ہو کر کھائی اور نہ کبھی گوشت پیٹ بھر کر کھایا۔"

یعنی جب کوئی اجتماع ہوتا دعوت وغیرہ ہوتی تب تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم سیر ہو کر کھانا تناول فرما لیا کرتے تھے، ورنہ حال یہ تھا کہ حضرت مسروقؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایک مرتبہ حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا اور کہنے لگیں، میں جب کبھی کھانا سیر ہو کر کھاتی ہوں تو مجھے رونا آجاتا ہے۔ حضرت مسروقؓ نے عرض کیا، ایسا کیوں ہوتا ہے تو فرمایا، مجھے وہ زمانہ یاد آجاتا ہے جب خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے کسی دن دو مرتبہ روٹی اور گوشت پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔

دُودھ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو دُودھ بھی بہت پسند تھا۔ آپؐ نے اکثر بکری کا دُودھ استعمال کیا اور گائے کا دُودھ بھی استعمال کیا۔ گائے کے دُودھ کے متعلق آپؐ کا ایک ارشاد بھی موجود ہے، جس کو حضرت صہیبؓ نے بیان فرمایا۔ آپؐ فرماتے ہیں:

"تم گائے کا دُودھ استعمال کرو کیونکہ اس میں شفا ہے اور اس کے گھی میں دوا کی تاثیر ہے اور اس کے گوشت میں بیماری ہے۔"

یعنی گائے کا دُودھ اور مکھن نہایت ہی مفید اور مقوی ہیں لیکن حضور علیہ السلام نے اس کا گوشت پسند نہیں فرمایا، اس لیے کہ اس میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں۔

Marfat.com

گویا جس طرح بکری کا گوشت کھانا سنّت ہے اسی طرح گائے کے گوشت سے بچنے کی کوشش کرنا بھی جائز ہے۔ بہرحال حدیث میں گائے کے گوشت کی حرمت نہیں، بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے لیے گائے ذبح فرمائی اور دوسری حدیث میں ہے کہ ازواجِ مطہّرات کی طرف سے حج میں گائے ذبح فرمائی۔

غرض جہاں ہمیں رسول اکرمؐ کی پسندیدہ غذاؤں کا پتہ چلتا ہے، وہاں کھانے کے بارے میں آپؐ کی تعلیمات کا بھی علم ہوتا ہے۔[1]

---

[1] استفادہ از نقوش رسول نمبر

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی احادیث وارشادات

رسولِ اکرمؐ کے ارشاداتِ گرامی جو احادیث کہلاتے ہیں، راہِ ہدایت میں روشنی کے مینار ہیں۔ کتاب وسنّت اسلامی زندگی کا لائحۂ عمل ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی چالیس احادیث جمع کرنا باعثِ فوزِ عظیم سمجھا جاتا ہے۔ مولانا جامیؒ نے اسی خیال کو پیشِ نظر رکھ کر چالیس احادیث کا منظوم ترجمہ اربعینِ جامیؒ کے نام سے فارسی میں کیا تھا۔ مولانا ظفر علی خاںؒ نے انہی احادیث کا ترجمہ اُردو نظم میں کیا[۱] اسے تبرکاً یہاں پیش کیا جاتا ہے

۱۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔

مسلمانو اُسی صورت میں تم ہو اہلِ ایماں سے ۔۔۔ کہ جو الفت ہے اپنے نفس سے ہو اپنے اخواں سے

۲۔ مَنْ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ وَاَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ اِیْمَانَہٗ۔

عطا و منع و حُبّ و کیں میں جو اللہ والے ہیں ۔۔۔ وہی ایمان میں کامل اور سیدھی راہ والے ہیں

۳۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔

بزا قول اور فعل ایذا نہ دیتا ہو جو مسلم کو ۔۔۔ تو اُسے مسلم! پہنچ جاتا ہے تُو اسلام کی لم کو

۴۔ خَصْلَتَانِ لَا یَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ۔

سرشتِ اسلام کی ہے مانعِ بُخل و بد اخلاقی ۔۔۔ تو اقض میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے ناچاقی

---

[۱] روزنامہ "زمیندار" مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۷ء از مولانا ظفر علی خاں

Marfat.com

۵۔ یَشِیبُ ابنُ آدمَ وَتَشِبُّ فِیہِ خَصلَتَانِ اَلحِرصُ وَ طُولُ الاَمَلِ۔

ہوا و حرص ہے وسمہ تمہاری زندگانی کا بڑھاپے پر اسی سے رنگ چڑھتا ہے جوانی کا

۶۔ مَن لَّم یَشکُرِ النَّاسَ لَم یَشکُرِ اللّٰہَ۔

وہ انساں جو نہیں منت پذیر انساں کے احساں کا ادا حق اُس سے ہو سکتا نہیں ہے شکرِ یزداں کا

۷۔ مَن لَّا یَرحَمُ النَّاسَ لَا یَرحَمُہُ اللّٰہَ۔

نہ آیا رحم جس کو بے کسوں اور ناتوانوں پر لگائی مُہر اس نے حق کی رحمت کے خزانوں پر

۸۔ اَلدُّنیَا مَلعُونَۃٌ وَّمَلعُونٌ مَّافِیھَا اِلَّا ذِکرُ اللّٰہِ تَعَالٰی

یہ دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے لعنت کے قابل ہے مگر جس کو خدا یاد آئے وہ رحمت کے قابل ہے

۹۔ دُم عَلَی الطَّھَارَۃِ یُوسَعُ عَلَیکَ الرِّزقُ

اگر آلودہ داماں کو طہارت سے گرائش ہو تو دن تنگی کے سب کٹ جائیں روزی میں کشائش ہو

۱۰۔ لَا یُلدَغُ المُؤمِنُ مِن جُحرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَینِ۔

مکرر نیش عقرب کا مزہ عاقل نہیں چکھتا اُسی سوراخ پر انگلی مسلماں پھر نہیں رکھتا

۱۱۔ اَلوَعدَۃُ دَینٌ

کسی سے وعدہ کرتے ہو تو لازم ہے وفا کرنا کہ یہ اک قرض ہے اور فرض ہے اس کا ادا کرنا

۱۲۔ اَلمَجَالِسُ بِالاَمَانَۃِ۔

کسی محفل میں شامل ہو تو اس نکتہ پر عامل ہو کہ راز اس کی امانت ہے بنے تم جس کے حامل ہو

۱۳۔ اَلمُستَشَارُ مُؤتَمَنٌ

کسی کو مشورہ دے کر وہی کچھ راز دیں سمجھے جو اپنے آپ کو اس کے مصالح کا امیں سمجھے

۱۴۔ اَلسَّمَاحُ رِبَاحٌ

یقینی نفع ہے جس میں سخاوت وہ تجارت ہے خدا کی راہ میں دینا نہیں جاتا اکارت ہے۔

Marfat.com

۱۵- اَلدَّيْنُ شَيْنُ الدِّيْنِ -

نہ ڈالو اے مسلمانو! گلے میں قرض کا پھندا — مہاجن کی کرے کیوں بندگی اللہ کا بندہ

۱۶- اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَّا يَنْفَدُ -

گھٹانے سے نہیں گھٹتا قناعت مال ہے ایسا — ہے رونق اس سے گودڑ کی چھپا یہ لال ہے ایسا

۱۷- نَوْمُ الصُّبْحَةِ تَمْنَعُ الرِّزْقَ -

چڑھے دن تک پڑے لیتے ہیں خرّاٹے جو بستر پر — نہیں رہتا کوئی حق ان کی روزی کا مقدّر پر

۱۸- اٰفَةُ السَّمَاحِ الْمَنُّ -

کسی پر گر کرو احساں نہ لو بھولے سے نام اُس کا — سخاوت کا یہ ہے سودا اور لینا ہے حرام اس کا

۱۹- اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ -

سعادت اس نے کی ہے ایزدِ متعال سے حاصل — ہوئی ہے جس کو عبرت دوسروں کے حال سے حاصل

۲۰- كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

زباں سے کان کی گر پردہ داری ہو نہیں سکتی — بڑی اس سے کوئی لغزش تمہاری ہو نہیں سکتی

۲۱- كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا -

اجل سے بڑھ کے واعظ کیا کریں گے نکتہ آموزی — جو کرنی ہے تو کر لو موت ہی سے عبرت اندوزی

۲۲- خَيْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ -

کوئی انساں اُس انساں کے درجہ کو نہیں پہنچا — کہ اس کی ذات سے لوگوں کو نفع بہتریں پہنچا

۲۳- اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ السَّهْلَ الطَّلْقَ -

خدا رکھتا ہے اُس کو دوست جو ہنس مکھ ہو خوشخو ہو — شگفتہ جس کی فطرت ہو کشادہ جس کا ابرو ہو

۲۴- تَهَادَوْا تَحَابُّوْا -

محبّت ہدیہ و سوغات دے کر بڑھ ہی جاتی ہے — جو سیلاب آئے ندی میں تو آخر چڑھ ہی جاتی ہے

Marfat.com

۲۵۔ اُطْلُبُوا الْخَیْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْہِ۔

ہے جس کی صورت اچھی اُس سے کرنا ہے سوال اچھا ۔ کہ حال اچھا ہے جس کا غالباً اس کا ہے قال اچھا

۲۶۔ زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔

ملاقاتوں میں لطف آتا ہے کچھ مدّت کی دُوری سے ۔ گھٹا تے کیوں ہو اس کو رات اور دن کی حضوری سے

۲۷۔ طُوْبٰی لِمَنْ شَغَلَہٗ عَیْبُہٗ عَنْ عُیُوْبِ النَّاسِ۔

مبارک وہ ہیں جو عیب اپنے رکھتے ہیں نگاہوں میں ۔ نظر جن کی نہیں اُلجھی ہے غیروں کے گناہوں میں

۲۸۔ اَلْغِنٰی اَلْیَاسُ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ۔

اگر کرنا ہے نکتہ بے نیازی کا تجھے ازبر ۔ تو جو کچھ دُوسروں کا ہے نہ رکھ ہرگز نظر اُس پر

۲۹۔ مَنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ۔

عیاں ہو جائے گا اسلام کی خوبی کا راز اس سے ۔ کہ جو کچھ بے ضرورت ہو بجا ہے احتراز اُس سے

۳۰۔ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

صفوں کو تم نے اُلٹا، پہلوانوں کو پچھاڑا بھی ۔ مگر غصّہ میں دیو نفس کا لنگر اکھاڑا بھی؟

۳۱۔ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ اِنَّمَا الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ۔

غنی اس کو نہ سمجھو جس کے گھر میں نقرہ و زر ہو ۔ غنی اس شخص کو کہتے ہیں جو دل کا تونگر ہو

۳۲۔ اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ۔

اگر ~~ہو~~ یہی محتاط ہونے کی نشانی ہو ۔ کہ اپنے اُوپر انساں کو ہمیشہ بدگمانی ہو

۳۳۔ اَلْعِلْمُ لَا یُحَدُّ عَنْہُ صَدٌّ۔

ہر اک انساں کو حق ہے علم کی دولت سے ہو فائز ۔ کسی کو روکنا اس سے نہیں اسلام میں جائز

۳۴۔ اَلْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ لِلسَّائِلِ صَدَقَۃٌ۔

اگر خالی ہو جیب اور مرتبہ سائل کا پہچانو ۔ تو میٹھی بات کو خیرات کا نعم البدل جانو

Marfat.com

۳۵۔ کَثْرَۃُ الضِّحْکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ ۔

ہنسو لیکن نہ اتنا جس سے دل پژمردہ ہو جائے — طبیعت ہو منغّض اور مذاق افسردہ ہو جائے

۳۶۔ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ ۔

زمیں پھیلی ہوئی ہے جس طرح افلاک کے نیچے — یونہی جنت بھی ہے ماں کے قدم کی خاک کے نیچے

۳۷۔ اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ ۔

زباں اس کو نہ سمجھو ہے یہ اک آفت کا پرکالا — نہ رکھو گے جو قابو میں تو کر دے گی تہ و بالا

۳۸۔ اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مَّسْمُوْمٌ مِّنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ ۔

نظر کا تیر نامحرم پہ جب تم نے چلایا ہے — اُسے ابلیس نے زہر ہلاہل میں بجھایا ہے

۳۹۔ لَا یَشْبَعُ الْمُؤْمِنُ دُوْنَ جَارِہٖ ۔

نہیں ہے شائبہ تک اس میں اے مسلم تری خُو کا — کہ خود تو پیٹ بھر کر کھائیں ہمسایہ رہے بھوکا

۴۰۔ لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْھَمِ ۔

جہاں میں جس قدر ہیں درہم و دینار کے بندے — ہیں اُن کے واسطے پھیلے ہوئے پھٹکار کے پھندے

ان منظوم احادیث کے ساتھ ہم رسولِ اکرمؐ کے جوامع الکلم میں سے بعض ایسے انتہائی جامع ارشادات پیش کرتے ہیں جو علم و عرفان کا ایسا خزانہ ہیں کہ ایک جملے میں زندگی اور مقصدیت کا بحرِ ذخّار بند ہے اور انسان علم و ادب کے اس خزانے سے عمر بھر کی روشنی حاصل کر سکتا ہے ۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا : آپؐ کی سُنّت یا طریقۂ زندگی کیا ہے ؟ تو آپؐ نے فرمایا :

- المعرفۃ راس المالی = معرفت و عرفان میرا راس المال یا سرمایۂ حیات ہے ۔
- والعقل اصل دینی = عقل میرے دین کی اصل ہے ۔

Marfat.com

○ والحبُّ اساسی	=	محبّت میری (زندگی کی) اساس یا بُنیاد ہے۔
○ والشوق مرکبی	=	شوق میرا راہوار یا سواری ہے۔
○ وذکرالله انیسی	=	ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے۔
○ والثقۃ کنزی	=	اعتماد میرا خزانہ ہے۔
○ والحزن رفیقی	=	غمِ (عشقِ الٰہی) میرا رفیق ہے۔
○ والعلم سلاحی	=	علم میرا ہتھیار ہے۔
○ والصبر ردائی	=	صبر میرا لباس ہے۔
○ والرضا غنیمتی	=	رضا میرا مالِ غنیمت ہے۔
○ والعجز فخری	=	تواضع وانکساری میرا فخر ہے۔
○ والزھد حرفتی	=	زُہد میرا پیشہ ہے۔
○ والیقین قوّتی	=	یقین میری طاقت و توانائی ہے۔
○ والصّدق شفیعی	=	صدق میرا حامی و شفیع ہے۔
○ والطاعت حسبی	=	طاعتِ الٰہی میری کفایت کرنے والی ہے۔
○ والجھاد خُلقی	=	جہاد میرا خُلق ہے۔
○ وقُرّۃ عینی فی الصلوٰۃ۔	=	نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔[1]

[1] کتاب الشفاء، قاضی عیاض

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی دُعائیں

آدابِ دُعا :

دُعا عبادت کا مغز ہے ۔عربی زبان میں دُعا کا لفظ ندا اور پکار کے معنی میں آتا ہے۔ انسان دُنیاوی خوشحالی اور مادی ترقی کی بنا پر خواہ اپنے ربّ سے کتنا ہی دُور ہو جائے اور غفلت و نسیان کے کتنے ہی دبیز پردے اس پر پڑ جائیں مگر مصائب کے ہجوم میں بے ساختہ فریاد اور دُعا کے لیے اس کے ہاتھ اللہ تعالےٰ کے سامنے اُٹھ جاتے ہیں۔

کسی نے خوب کہا ہے کہ انسان کے سامنے اپنی ضرورت کے لیے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ اس سے مانگو جس کے فضل وکرم کے دروازے ہر وقت کُھلے رہتے ہیں ۔اگر بندہ اپنے ربّ سے مانگنا چھوڑ دے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے ، لیکن انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہے ۔جب کوئی اس سے مانگتا ہے تو وہ غضبناک ہوتا ہے ۔

انسان کو جس چیز کی ضرورت ہو خواہ وہ دُنیا کا کام ہو یا دین کا اور خواہ اس میں اپنی کوشش کرنا پڑے یا کوشش اور قابو سے باہر ہو، سب کچھ خدا سے مانگنا چاہیے۔ لیکن اتنا ضرور خیال رہے کہ وہ گناہ کی بات نہ ہو ۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں ہر شخص کو اپنے ربّ سے حاجتیں مانگنا چاہئیں اور حضرت ثابتؓ کی روایت میں یہاں تک ہے کہ اس سے نمک بھی مانگے اور جُوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اس سے مانگے ۔تدبیر و دعا کا ساتھ ساتھ ہونا ضروری ہے ۔سب تدبیروں کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے عاجزی اور توجہ کے ساتھ

Marfat.com

ساتھ عرض بھی کرتا رہے۔

دُعا فقط اس کا نام نہیں کہ دو چار باتیں یاد کرلیں اور نمازوں کے بعد اس کو صرف زبان سے آموختہ کی طرح پڑھ دیا، یہ دُعا نہیں ہے، محض دُعا کی نقل ہے۔ دُعا کی حقیقت اللہ تعالےٰ کے دربار میں درخواست پیش کرنا ہے۔ جس طرح حاکم کے یہاں درخواست دیتے ہیں کم سے کم دعا اس طرح تو کرنا چاہیے کہ درخواست دینے کے وقت آنکھیں بھی اسی طرف لگی ہوتی ہیں۔ دل بھی ہمہ تن ادھر ہی ہوتا ہے۔ صورت بھی عاجزوں کی سی بناتے ہیں۔ اگر زبانی کچھ عرض کرنا ہوتا ہے تو کیسے ادب سے گفتگو کرتے ہیں اور اپنی عرض کے منظور ہونے کے لیے پورا زور لگاتے ہیں اور اس کا یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم کو آپ سے پوری اُمیّد ہے کہ ہماری درخواست پر پوری توجہ فرمائی جائے گی۔

دُعا مانگنے کے لیے آداب و شرائطِ دُعا کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس کی مثال ظاہری جسمانی علاج کی طرح ہے۔ بیمار دوا کے ذریعہ شفایاب اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ ان شرائط و ہدایات کو ملحوظ رکھے جو معالج نے بتائی ہیں اور ان چیزوں سے پرہیز کرے جن سے بچنے کا اس نے حکم دیا ہے، محض دوا کا استعمال ہی کافی نہیں۔ یہی حال اس رُوحانی علاج کا ہے۔ قرآن و حدیث کی دُعائیں باطن اور ظاہری امراض کے لیے اس وقت مفید ہوں گی جب کہ اُن کے اثر کو قبول کرنے کی صلاحیّت و استعداد بھی مریض میں موجود ہو اور پرہیز و احتیاط کے ان تمام تقاضوں کو بھی پورا کرے، جو اس راہ میں ناگزیر ہیں۔

قبولیّتِ دعا :

۱۔ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات پر ایمانِ کامل۔

Marfat.com

۲۔ داعی کا دل اخلاص، انابت، حضورِ قلب اور سوزِ یقین سے معمور ہو۔
۳۔ کبائر سے پرہیز کرے مثلاً مکر و فریب، غیبت، چغلی، حسد، تکبّر وغیرہ۔
۴۔ تضرع، خشوع، خضوع، عاجزی و انکساری ہر ہر حرکت سے نمایاں ہو، دل اپنے ربّ کی عظمت و جلال سے بھرا ہو۔
۵۔ اللہ کے فضل و کرم کی توقّع اور عذاب کے اندیشہ سے ملے جلے جذبات (بیم و رجا) موجود ہوں۔
۶۔ دُعا کے وقت اپنی حاجت اور ضرورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر درُود بھیجنا بھی ضروری ہے۔ دُعا سے قبل دو رکعت کی ادائیگی بھی مسنون ہے۔
۷۔ خدا کی رحمت و نعمت خاص اپنے ہی لیے نہ کی جائے۔ اگر کوئی شخص امام ہے اور وہ دُعا کرتے وقت مقتدیوں کو نظر انداز کر کے محض اپنا ہی خیال رکھتا ہے تو یہ طرزِ عمل خیانت کے ہم معنی ہے۔
۸۔ دُعا میں اپنی ضرورت پیش کرنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اعتراف ضروری ہے۔
۹۔ دُعا کرتے وقت ہاتھ اُٹھانا بھی مسنون ہے اور دُعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر پھیر لینا بھی مسنوُن ہے۔
۱۰۔ دُعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اُٹھانے سے منع کیا ہے۔
۱۱۔ دُعائیہ کلمات کو بار بار دُہرانا چاہیے۔
۱۲۔ دُعا کے خاتمہ پر آمین کہنا بھی مسنون ہے۔

اوقاتِ دُعا:

یُوں تو اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر آن اپنے بندوں کی فریاد سُنتا ہے اور اُن کی

Marfat.com

دُعا قبول کرتا ہے، لیکن کچھ خاص اوقات ایسے ہیں جن میں دُعائیں بہت جلد مقبول ہوتی ہیں اور اپنا اثر دکھاتی ہیں۔

۱۔ سب سے زیادہ اعلیٰ اور مقبول ترین وقت رات کا پچھلا حصّہ ہے۔

۲۔ جمعہ کے دن میں ایک ساعت۔

۳۔ شبِ قدر ۴۔ اذان کے بعد ۵۔ اقامت کے وقت۔

۶۔ اذان و اقامت کے درمیان۔

۷۔ جہاد کی صف بندی کے وقت۔

۸۔ فرض نمازوں کے بعد ۹۔ سجدے کی حالت میں۔

۱۰۔ تلاوتِ قرآن یا ختمِ قرآن مجید کے موقع پر۔

۱۱۔ عرفہ کے دن ۱۲۔ ماہِ رمضان میں خصوصاً افطار کے وقت۔

۱۳۔ بارش کے وقت بارش میں کھڑے ہو کر۔

۱۴۔ ذکرِ الٰہی کے لیے مسلمان جمع ہوں تو یہ وقت قبولیت کے لیے سازگار ہے۔

مقاماتِ دُعا :

۱۔ بیت اللہ شریف ۲۔ مسجدِ نبوی ۳۔ بیت المقدس ۴۔ رُکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ملتزم پر ۵۔ صفا و مروہ پر ۶۔ مقامِ سعی۔

۷۔ میدانِ عرفات ۸۔ مزدلفہ ۹۔ تینوں جمرات کے پاس ۱۰۔ منیٰ۔

۱۱۔ میزابِ رحمت کے نیچے ۱۲۔ مقامِ ابراہیم کے پیچھے۔

۱۔ مظلوم و مضطر ۲۔ باپ کی دُعا بیٹے کے بارے میں ۳۔ مسافر

۴۔ نیک اولاد کی دُعا ماں باپ کے حق میں۔ ۵۔ روزہ دار ۶۔ انصاف پسند حاکم کی دُعا ۷۔ مسلمان کی دعا اپنے غیر حاضر مسلمان کے لیے ۸۔ گناہ سے توبہ

Marfat.com

کرنے والے کی دُعا ۹ ۔ آیت کریمہ پڑھنے کے بعد کی دُعا ۱۰ ۔ حاجی جب تک سفر میں ہوتا ہے ۱۱ ۔ رات کو جاگنے والا اگر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك له، له الملك وله الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر پڑھ کر دُعا کرے تو اس کی دُعا قبول ہوتی ہے ۔

فلسفۂ دعا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی میں جو کمالات جمع تھے ان کو دو شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ (۱) عبدیّت کاملہ اور (۲) نبوّتِ جامعہ
عبدیّت کا ظہور اور نتیجہ دعا ہے اور نبوّت کا مظہر دعوت ہے ۔ دُعا کے لیے اس ہستی کے یقین کی ضرورت ہے ۔ جس سے دعا کی جائے ۔ پھر اس یقین کی کہ اس کو ہر طرح کی قدرت ہے اور دینے کے لیے اس کے پاس سب کچھ ہے ۔ پھر اس یقین کی کہ اس کے سوا کوئی اور در نہیں ۔ پھر اس یقین کی کہ وہ خود بھی دینا چاہتا ہے اور کوئی لے کر اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا وہ دے کر خوش ہوتا ہے ۔ پھر اس یقین کی کہ مخلوق محتاج محض اور سرتاپا کشکول گدائی ہے ۔ پھر اس یقین کی کہ وہ معبود اپنی ہر مخلوق سے دنیا کی ہر چیز سے یہاں تک کہ اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ۔ وہ ہر ایک کی سُنتا ہے اور ہر ایک کی ہر حال میں مدد کر سکتا ہے ۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے محروم و محجوب انسانیت کو دوبارہ دعا کی دولت عطا فرمائی اور بندوں کو خدا سے ہمکلام کر دیا ۔

حضورؐ کی دُعائیں :

(۱) لا الٰہ الا اللہ العظیم الحکیم لا الٰہ الا اللہ ربّ

Marfat.com

العرش العظیم لا الٰہ الا اللہ رب السمٰوٰت ورب الارض ورب العرش الکریم۔ (بخاری ومسلم عن ابن عباسؓ)

ترجمہ: "کوئی معبود نہیں مگر اللہ جو بزرگ اور بردبار ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ پروردگار ہے عرشِ عظیم کا، کوئی معبود اس کے سوا نہیں پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا اور پروردگار ہے عرشِ کریم کا۔"

(۲) اللّٰھم انّی اعوذبک من الھم و الحزن واعوذبک من العجز و الکسل و اعوذبک من البخل و الجبن واعوذبک من غلبۃ الدین وقھر الرجال۔ (ابوداؤد عن ابوسعید خدری)

ترجمہ: "اے اللہ میں تیرے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں فکر اور غم سے اور پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے اور پناہ مانگتا ہوں بخل اور نامُرادی سے اور پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ سے اور آدمیوں کے غلبہ سے۔"

(۳) اللّٰھم انی اعوذبک من الاربع من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع و من نفس لا تشبع ومن دعاء لا یسمع۔

(ابوداؤد، احمد، ابنِ ماجہ، ترمذی عن ابوہریرہؓ)

ترجمہ: "اے اللہ میں تیرے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں، چار چیزوں سے اس علم سے جو نفع نہ دے اس دل سے جو عاجزی نہ کرے اس نفس سے جو سیر نہ ہو اس دعا سے جو سُنی نہ جائے۔"

(۴) اللّٰھم انی اعوذبک من الفقر و القلّۃ و اعوذبک من ان اظلم او اُظلم۔ (ابوداؤد، نسائی عن ابوہریرہؓ)

ترجمہ: "اے اللہ میں تیرے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں۔ افلاس سے،

Marfat.com

نیکیوں کی کمی سے یا مال کی کمی سے اور ذلّت سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔"

(۵) اللّٰھم اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ۔ (بخاری، مسلم عن انسؓ)

ترجمہ: "اے اللہ عطا فرما ہم کو دنیا میں نیکی اور آخرت میں نیکی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔"

(۶) اللّٰھم اجعلنی اعظم شکرک ذکرک و اتبع نصحک و احفظ وصیتک ۔ (ترمذی عن ابوہریرہؓ)

ترجمہ: "اے اللہ! مجھ کو ایسا بنا دے کہ میں کروں بڑا شکر تیرا اور بہت کروں ذکر تیرا اور پیروی کروں تیری نصیحت کی اور یاد رکھوں میں وصیّت تیری۔"

(۷) اللّٰھم انی اعوذبک من الجوع فانہ بئس الضجیع و اعوذبک من الخیانۃ فانھا بئست البطانیہ ۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ عن ابوہریرہؓ)

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیرے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں، بھوک اور فاقہ سے کہ وہ بدترین خواب ہے اور پناہ مانگتا ہوں خیانت سے کہ وہ بدترین اندرونی عادت ہے۔"

(۸) اللّٰھم انی اعوذبک من زوال نعمتک و تحول عافیتک و فجاءۃ نعمتک و جمیع سخطک ۔ (مسلم عن عبداللہ بن عمرؓ)

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیرے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے زوال سے تیری عافیت کی تبدیلی سے اور تیرے ناگہانی عذاب سے اور

Marfat.com

تیرے تمام غضب سے۔"

(۹) اللّٰھم انی اسألك فعل الخیرات وترك المنکرات وحب المساکین۔ (مستدرک عن عامر بن یاسر)

ترجمہ: "اے اللہ میں تجھ سے توفیق چاہتا ہوں نیکیوں کے کرنے کی اور برائیوں کے چھوڑنے کی اور غریبوں کے ساتھ محبت کی۔"

(۱۰) اللّٰھم اجعلنی صبوراً واجعلنی شکوراً واجعلنی فی عینی صغیراً وفی اعین الناس کبیراً۔ (کنز العمال عن بریدۃؓ)

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے بڑا صبر کرنے والا بنا دے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا بنا دے اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا دے۔"

(۱۱) اللّٰھم اجعل اوسع رزقك علی عند کبر سنی و انقطاع عمری۔ (مستدرک عن عائشہؓ)

ترجمہ: "اے اللہ! میری سب سے زیادہ کشادہ روزی میرے بڑھاپے اور میرے خاتمہ کے وقت کر۔"

(۱۲) اللّٰھم اغفرلی ذنبی ووسع فی داری وبارك لی فی رزقی۔ (نسائی عن ابو موسیٰ اشعریؓ)

ترجمہ: "اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے گھر میں وسعت دے اور میرے رزق میں برکت دے۔"

(۱۳) اللّٰھم قنی شر نفسی واعظم لی علی رشد امری۔ (ابوداؤد عن ابن عمرؓ)

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے میرے نفس کی برائی سے محفوظ رکھ اور مجھے میرے امور کی اصلاح کی ہمت دے۔

(۱۴) لا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا غایۃ

Marfat.com

رغبتنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا ۔ (ترمذی ونسائی عن ابن عمرؓ)

ترجمہ: "دُنیا کو ہمارا مقصودِ اعظم نہ بنا اور نہ ہمارے معلومات کی انتہا اور نہ ہماری رغبت کی منزلِ مقصود اور ہم پر اس کو حاکم نہ کر جو ہم پر نامہربان ہو۔"

(۱۵) اللّٰھم انی اسألك صحۃ فی ایمانٍ وّ ایماناً فی حُسنِ خُلقٍ ونجاحاً تُتبعُہٗ فلاحاً وّرحمۃ مِّنكَ وعافیۃً ومغفرۃ منكَ ورضوانا ۔ (نسائی وحاکم عن انسؓ)

ترجمہ: " اے اللہ! میں مانگتا ہوں تجھ سے تندرستی ایمان کیساتھ اور ایمان حُسنِ خلق کے ساتھ اور کامیابی جس کے پیچھے فلاح بھی دے تو مجھے اور رحمت تیری طرف سے اور امن اور بخشش تیری طرف سے اور خوشنودی۔"

(۱۶) اللّٰھم اجعل خیر عمری آخرہ وخیر عملی خواتیمہ وخیر ایامی یوم القاك فیہ (طبرانی عن انسؓ)

ترجمہ: " اے اللہ! میری عمر کا بہترین اس کا آخری حصّہ کرنا اور میرا بہترین عمل میرا آخرترین عمل کرنا اور میرا بہترین دن وہ کرنا جس میں تجھ سے ملوں۔"

(۱۷) اللّٰھم زدنا ولا تنقصنا وکرمنا ولا تھنا واعطنا ولا تحرمنا واثرنا ولا تؤثر علینا وارضنا وارض عنا ۔ (احمد، ترمذی عن عمرؓ بن خطاب)

ترجمہ: " اے اللہ زیادہ کر (دُنیا اور آخرت کی نعمتیں) اور (ان میں) کمی نہ کر اور عزّت سے رکھ ہم کو (دنیا و آخرت میں) اور نہ ذلیل کر ہم کو اور عطا کر ہم کو (دُنیا اور آخرت کی بھلائی) اور نہ محروم رکھ (اس سے) اور مخصوص کر ہم کو (اپنی رحمت وعنایت کے ساتھ) اور نہ مخصوص کر ہمارے مقابلہ میں غیر کو اور راضی کر ہم کو اور راضی ہو ہم سے۔"

Marfat.com

(۱۸) اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی ۔ (مسلم عن ابومالک اشجعیؓ)

ترجمہ: " اے اللہ مجھ کو بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھ کو ہدایت دے، مجھ کو عافیت سے رکھ اور مجھ کو رزق عطا فرما۔"

(۱۹) اللھم قنی عذابك یوم تجمع عبادك او تبعث عبادك ۔ (ترمذی، احمد عن حذیفہؓ)

ترجمہ: " اے اللہ بچا تو مجھ کو عذاب سے اس روز جب کہ تو اپنے بندوں کو جمع کرے ۔ یعنی قیامت کے دن یا اس دن کہ تو بندوں کو قبر سے اٹھالے۔"

(۲۰) اللھم اٰتِ نفسی تقوٰھا و زکّھا و انت خیر من زکّٰھا انت ولیّھا و مولاھا ۔ (بخاری ومسلم، ترمذی ونسائی وابن ابی شیبہ عن زیدؓ بن ارقم)

ترجمہ: " یا اللہ میرے نفس کو پرہیز گاری عطا فرما اور اسے تو پاک کر دے ۔ تو ہی سب سے بہتر اس کو پاک کرنیوالا ہے، تو ہی اس کا مالک اور اس کا آقا ہے۔"

(۲۱) اَسئَلُکَ عِلماً نافِعاً ۔ (ابنِ حبان عن جابرؓ)

ترجمہ: " میں تجھ سے ایسا علم مانگتا ہوں جو کار آمد ہو۔"

(۲۲) اللھم اغفرلی ذنوبی وخطئی و عَمَدِی ۔ (طبرانی عن ابنِ عباسؓ)

ترجمہ: " اے اللہ بخش دے میرے گناہ نادانستہ یا دانستہ ۔"

(۲۳) اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتك ۔ (مسلم ونسائی عن عبداللہ بن عمروؓ)

ترجمہ: " اے اللہ پھیرنے والے دلوں کے پھیر دے ہمارے دل اپنی اطاعت کی طرف ۔

(۲۴) اللھم انی اسألك رزقاً طیباً وّعلماً نافعاً وّعملاً متقبلاً ۔ (طبرانی وابن السنی عن امّ سلمہؓ)

ترجمہ: " اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے پاکیزہ رزق، کار آمد علم اور عملِ مقبول۔"

یہ ہیں چند دعائیں جو رسولِ اکرمؐ کے معمولات میں شامل تھیں ۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کے انسانیت کے نام پیغامات

یوں تو رسولِ اکرمؐ کی تمام سیرت انسانیت کے نام ہدایت و رہنمائی کا پیغام ہے، لیکن گہرائی میں دیکھیں تو فی الحقیقت حقیقی پیغام کا سرچشمہ رسولِ اکرمؐ کی نبوّت و رسالت ہے۔

پیغامِ سیرت سے مراد پیغامِ نبوّت و رسالت [1] ہے۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پیغام ہے جو آپؐ اپنی زندگی کے آخری تئیس سالوں میں لوگوں کے سامنے مسلسل پیش فرماتے رہے۔ اس پیغام کے دو حصّے ہیں اور یہ دونوں ہی اپنی جگہ بڑے اہم اور لازم و ملزوم ہیں۔ پہلے حصّے کا نام "کتاب اللہ" ہے، جسے "قرآن حکیم" بھی کہا جاتا ہے اور دوسرے حصّے کا نام "سُنّت" ہے جو "اسوۂ حسنہ" بھی کہلاتا ہے۔

کتابُ اللہ:

یہ پیغامِ سیرت کا وہ حصہ ہے جسے وحیِ جلی کہا جاتا ہے۔ لوگوں تک اس کا پہنچانا اور اس کی دعوت و تبلیغ کرنا حضورؐ پر فرض تھا۔

۱۔ "یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔" (البقرہ۔ ۲)

۲۔ "اے پیغمبر! جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو

---

[1] استفادہ از اسوۂ حسنہ از قاضی محمد شریف گجراتی۔

Marfat.com

لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔" (المائدہ - ۶۷)

سُنّتِ رسولؐ :

یہ پیغامِ سیرت کا وہ حصّہ ہے جسے وحیِ خفی بھی کہا جاتا ہے اور اسے حدیث بھی کہتے ہیں کیونکہ آپؐ نے خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق پیغام کے پہلے حصّے کی پیروی میں اپنی زندگی کے آخری تیئس سال بسر کیے تھے۔ آپؐ نے اپنی بعثت کی زندگی میں ایک طرف قرآن کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ دوسری طرف اس کے مطابق خود بھی اپنی عملی زندگی گزاری۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کتاب وسُنّت ہر دو پر عمل کرنے کو لازمی قرار دیا ہے کیونکہ یہ دونوں ہی ہدایت و رہنمائی کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ نبی کے بغیر کتابُ اللہ انسانی سمجھ کے لیے مشکل ہے۔ اگر کوئی فرد بشر نبی کے بغیر کتاب اللہ کو سمجھنے کی کوشش کرے گا تو وہ لازماً جادۂ حق سے بھٹک جائے گا۔ جیسا کہ منکرینِ حدیث کا گروہ سُنّتِ رسولؐ سے محروم ہو کر ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے۔

اور اگر کتابُ اللہ کے بغیر نبی کو لے لیا جائے تو اس کے پیروکار اس کے انتقال کے بعد اس کی عقیدت و محبّت میں غلو کرکے اُسے بشر اور بندہ سمجھنے کے بجائے خدا کی ذات و صفات میں شریک کرنے لگتے ہیں یا پھر اسے خدا ہی بنا بیٹھے ہیں، جیسا کہ سابقہ اُمتّوں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ کیا تھا، چنانچہ بعض نے حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا لیا اور بعض نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو خُدا بنا لیا۔

Marfat.com

اسلام :

پیغامِ سیرت سے مراد اسلام بھی ہے جس کا مفہوم اطاعت وفرمانبرداری ہونا ہے اور امن وسلامتی بھی۔ اللہ کا ہر پیغمبر لوگوں کو اس کی دعوت دیتا رہا ہے تاکہ لوگ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے امن وسلامتی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وہ اصل پسندیدہ طریقہ ہے جسے اس نے تمام نوعِ انسانی کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ (۱) دین اور شریعت۔

دین سے مراد وہ اصول وکلیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لیے لازمی قرار دیے ہیں، جن کی دعوت وتبلیغ اللہ کا ہر پیغمبر اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کو کرتا رہا ہے۔ ان میں کوئی فردِ بشر خواہ وہ اللہ کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو کسی قسم کا ردّوبدل نہیں کرسکتا، بلکہ وہ خود بھی خدا کے اس نازل کردہ دین کا پابند ہوتا ہے۔

شریعت سے مراد پیغمبرِ خدا کا وہ عملی طریقہ ہوتا ہے جسے وہ اپنے زمانے کے حالات وضروریات کے پیشِ نظر خدا کی رہنمائی اور اس کے نازل کردہ دین کی روشنی میں اختیار کرتا ہے۔ اس لحاظ سے شریعت میں تھوڑا بہت فرق اور ردّوبدل ہر دَور میں ہوتا رہا ہے۔

عالمگیر شریعت :

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی نبی نے مبعوث ہو کر نہیں آنا ہے، اس لیے اب آپؐ کی شریعت اور طریقۂ زندگی کو تاقیامت تمام نوعِ انسانی کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے، گویا آپؐ کے پیغام کے دو حصے ہیں:

پہلا حصہ تو غیر متبدّل اور دائمی ہے اور اس میں اسلام کے اصُول وکلّیات شامل ہیں۔

۲حصہ شارئع کا طرزِ زندگی ہے جسے شریعت بھی کہتے ہیں۔ اس میں اسلام

Marfat.com

کی جزئیات اور تفصیلات شامل ہیں۔

تمام پیغمبروں کی شریعتیں صرف ان کے اپنے دورِ نبوت تک ہی محدود تھیں۔ اس کے برعکس چونکہ حضورؐ خاتم النّبیین ہیں اور آپؐ کا دورِ نبوت تا قیامت باقی رہنے والا ہے، اس لیے آپؐ کی شریعت بھی پہلے حصّہ کی طرح عالمگیر اور دائمی قرار پا گئی ہے۔ اب آپؐ کے پیغام کے اِن دونوں حصّوں کو معلوم کرنا پھر ان پر ایمان لانا اور ان کے مطابق اپنی زندگی بنانا ہی انسان کی حقیقی فوز و فلاح ہے۔ یہاں اس پیغام کو اچھّی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے چار چیزوں کی وضاحت کی جاتی ہے:

کلمۂ توحید، نشانِ قیادتِ عالم:

پیغامِ سیرت کی ایک بہت بڑی خصوصیّت یہ ہے کہ اس میں ایک ایسے کلمہ کی دعوت دی گئی ہے جسے کلمۂ واحدہ، کلمہ طیّبہ اور کلمۂ توحید (لاالٰہ الااللہ) کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا انقلابی کلمہ ہے جسے اگر لوگ پورے خلوص اور تہِ دل سے قبول کر لیں تو یہ انہیں دُنیا کا امام و قائد اور عرب و عجم کا پیشوا بنا دے، جیسا کہ سیرتِ ابنِ ہشام میں بیان کیا گیا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ:

ا۔ كَلِمَةٌ وَّاحِدَةٌ تُعْطُوْنِيْهَا تَمْلِكُوْنَ بِهَا الْعَرَبَ وَتَدِيْنُ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ۔

"بس وہ ایک ایسا کلمہ ہے جسے اگر تم مجھ سے قبول کر لو تو اس کے ذریعہ سے تم سارے عرب کو زیرِ نگین کر لوگے اور عجم تمہارے پیچھے چلے گا۔"

ب۔ احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد اس طرح کا بھی آتا ہے:

اُرِيْدُهُمْ عَلٰى كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ يَّقُوْلُوْنَهَا تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّيْ بِهَا الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ۔ (ابنِ اسحاق)

"میں تو ان کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں کہ جسے اگر یہ مان

Marfat.com

پس تو عرب ان کا تابع فرمان اور عجم ان کا باجگذار ہو جائے۔"

دینِ خالص:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا وہ دینِ خالص ہے جسے تمام نوعِ انسانی کے لیے اُس نے پسند فرمایا ہے۔ یہ خالص دین صرف آپؐ کے پیغام ہی میں پایا جاتا ہے۔ اسے ملک میں قائم کرنا اور اس کے مطابق زندگی گزارنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا آپؐ کی بعثت کا اصل مقصد تھا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ؕ ۲
اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۳ (الزمر)

"اے نبیؐ! یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے۔ لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو، دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! دینِ خالص صرف اللہ کے لیے ہے۔"

یہاں دینِ خالص سے مراد حکومتِ الٰہیہ اور اسلامی نظامِ زندگی ہے۔ قرآن مجید میں یہ حکم اللہ، دینِ حق، دینِ قیّم اور دینِ اسلام کے ناموں کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ انسانی زندگی کے جس دائرے میں انسان کو اختیار حاصل ہے، اس میں وہ برضا و رغبت اسی طرح اللہ کی تشریعی حکومت تسلیم کرے۔ جس طرح دائرۂ جبر میں کائنات کا ذرّہ ذرّہ چار و ناچار اس کی تکوینی حکومت تسلیم کرتا ہے۔ اللہ کی اس تشریعی حکومت کے آگے سر جھکانے سے جو طریقِ زندگی رُونما ہوتا ہے اسی کا نام نظامِ اسلامی ہے اور سیرت کا پیغام یہی ہے کہ اس نظامِ زندگی کو غالب اور نافذ کیا جائے۔

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کے اس دعوتی اور اجتماعی پیغام کے ساتھ ساتھ جو حضورؐ نے ایک مکمل دینِ اسلام کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور اسے دُنیا میں غالب کر کے اس دُنیا کو دینی اور دُنیوی رہنمائی فراہم کرنا رسول اکرمؐ کا فرضِ منصبی تھا۔ آپؐ کے ایک خصوصی پیغام بنام انسانیت کا تذکرہ کرنا انتہائی ضروری ہے جو آپؐ نے آخری حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں جبلِ رحمت پر کھڑے ہو کر قیامت تک آنے والی تمام اُمّتِ مسلمہ اور اس کے واسطے سے تمام انسانیت کو دیا۔ وہی پیغام یہاں درج کیا جا رہا ہے تاکہ اس ہدایت سے دُنیا رہنمائی حاصل کرے۔ آپؐ نے فرمایا:

"سب تعریف خدا کے لیے ہے۔ ہم اُس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اس سے مدد اور مغفرت چاہتے ہیں۔ اُس کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ اُس کے دامن میں اپنے نفس کی خرابیوں اور بُرے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں۔ جسے خدا ہدایت دے، اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کا بندہ اور رسول ہے۔

- اے لوگو! میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی وصیّت کرتا ہوں اور اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اور اپنے خطبے کا آغاز نیک بات سے کرتا ہوں۔ لوگو، سنو! میں تمھیں وضاحت کے ساتھ بتاتا ہوں، شاید اس برس کے بعد میں کبھی تم سے اس جگہ نہ مل سکوں۔

- لوگو! تمھارا ربّ ایک ہے، تمھارا باپ ایک ہے۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو، اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں۔ ہاں، جاہلیّت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں اور جاہلیّت کے تمام آثار و

Marfat.com

مفاخر ختم کیے جاتے ہیں۔ صرف کعبے کی نگرانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کے عہدے باقی رہیں گے۔ قتلِ عمد کا بدلہ قصاص ہے اور قتلِ خطا جو لاٹھی یا پتھر سے وقوع میں آئے، اس کی دیت سو اونٹ مقرر ہے، جو زیادہ چاہے گا وہ اہلِ جاہلیت میں سے ہو گا۔

- اے اہلِ قریش، ایسا نہ ہو کہ خدا کے حضور تم اس حالت میں آؤ کہ تمھاری گردنوں پر دنیا کا بوجھ لدا ہو جبکہ دوسرے لوگ سامانِ آخرت لے کر پہنچیں۔ اور اگر ایسا ہوا تو میں خدا کے سامنے تمھارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اہلِ قریش! خدا نے تمھاری جھوٹی نخوت خاک میں ملا دی ہے اور باپ دادا کے کارناموں پر تمھارے لیے تفاخر کی کوئی گنجائش نہیں رکھی۔
- لوگو! تمھارا خون اور تمھارا مال تمھارے لیے قیامت تک حرام و محترم ہیں۔ جس طرح اس دن اور اس مہینے کی حرمت تمھارے نزدیک مسلم ہے اور عنقریب تم سب خدا کے سامنے پیش ہو گے، پس وہ تم سے تمھارے اعمال کی بازپرس فرمائے گا۔ دیکھو! میرے بعد کہیں گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس ہی میں گردنیں مارنے لگو۔ دیکھو! میں نے حق پہنچا دیا ہے، پس اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچا دے۔
- تمام سودی کاروبار آج سے ممنوع قرار پاتا ہے؛ البتہ تمھیں اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان ہے اور نہ تمھارا۔ اللہ نے یہ بات طے کر دی ہے کہ سود کی کوئی گنجائش نہیں اور جہاں تک عباسؓ (ابنِ عبدالمطلب) کے سود کا تعلق ہے، میں وہ سارے کا سارا منسوخ کرتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں اور پہلا انتقام جسے میں معاف کرتا ہوں، ربیعہ بن الحارث کے دودھ پیتے بچے کا ہے جسے بنو ہذیل نے

Marfat.com

قتل کر دیا تھا۔

- لوگو! خدا نے میراث میں سے ہر وارث کا جُداگانہ حصّہ مقرر کیا ہے، اس لیے اب وارث کے حق میں (ایک تہائی سے زائد میں) کوئی وصیّت جائز نہیں۔ جان لو کہ بچّہ اُسی کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہو، اور جس پر حرام کاری ثابت ہو، اُس کی سزا سنگساری ہے۔ خبردار! جو شخص اپنا نسب بدلے گا یا جو غلام اپنے آقا کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ اپنی نسبت قائم کرے گا، اُس پر خدا کی، اُس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور قیامت کے دن اُس سے کوئی بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔
- قرض قابلِ ادائیگی ہے۔ مستعار لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہیے۔ تحفے کا بدلہ دینا چاہیے اور جو کوئی کسی کا ضامن بنے، اُسے تاوان ادا کرنا چاہیے۔ دیکھو! اب ایک مجرم اپنے جرم کا خود ہی ذمّہ دار ہے۔ اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔
- لوگو! شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ زمین میں اس کی پرستش کی جائے گی لیکن اس بات پر خوش ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُس کے اشاروں کی تعمیل کی جائے، اس لیے تم اُس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرو۔
- لوگو! نسئی (مہینے کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا) کُفر میں اضافہ ہے۔ کافر اس سے گمراہی میں پڑ جاتے ہیں کہ ایک سال تو (اپنی نفسانی غرض سے) اُسے حلال ٹھہراتے ہیں۔ پھر دوسرے سال (جب کوئی ذاتی غرض نہ ہو) اُسے حرام تاکہ اللہ نے جو گنتی (حرام مہینوں کی) مقرّر کر رکھی ہے، اُسے پُورا کر لیں۔ اس طرح وہ اللہ تعالےٰ کے حرام کیے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور اس کے حلال کیے ہوئے

Marfat.com

مہینے کو حرام۔ اور زمانہ گھوم پھر کر اُسی جگہ آ گیا ہے جہاں سے کائنات کی پیدائش کے دن شروع ہوا تھا۔ مہینوں کی گنتی خدا کے ہاں بارہ ہے۔ ان میں سے چار محترم ہیں۔ تین (ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) تو متواتر ہیں اور ایک الگ آتا ہے یعنی رجب جو جمادی الاُخریٰ اور شعبان کے بیچ میں ہے۔

○ لوگو! جس طرح تم پر تمہاری عورتوں کے حقوق واجب ہیں، اُسی طرح ان پر تمہارے کچھ حقوق ہیں۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ سُلائیں جسے تم پسند نہیں کرتے اور وہ کوئی کام کُھلی بے حیائی کا نہ کریں۔ پس اگر وہ ایسا کریں تو خدا کی جانب سے اس کی اجازت ہے کہ تم انہیں بستروں پر اکیلی چھوڑ دو اور ایسی مار مارو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو (حسبِ حیثیت) اُن کا کھانا کپڑا تمہارے ذمے ہے۔ پس عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور ان سے بہتر سلوک کرو کیونکہ وہ تمہاری پابند ہیں اور خود اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتیں۔ تم نے اُنہیں خدا کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اس کے نام پر وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں۔ اور کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اُس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

○ لوگو! میری بات سمجھ لو۔ میں نے حقِ تبلیغ ادا کر دیا اور تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس پر قائم رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبیؐ کی سُنّت۔ اور تم سے پہلے لوگ غلو کے باعث ہلاک ہو گئے۔

○ لوگو! میری بات سُنو اور سمجھو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے کچھ لے، سوائے اُس کے جسے اس کا بھائی رضا و رغبت سے عطا کر دے۔ اپنے نفس پر اور دوسروں

Marfat.com

پر زیادتی نہ کرو اور ہاں تمہارے غلام! اُن کا خیال رکھو۔ جو تم کھاؤ، ویسا ہی انہیں کھلاؤ۔ جو تم پہنو، ویسا ہی انہیں پہناؤ۔ اگر وہ کوئی ایسی خطا کریں جسے تم معاف نہ کر سکو تو اللہ کے بندو! اُنہیں آزاد کردو اور سزا نہ دو۔

- لوگو! میرے بعد کوئی پیغمبر یا نبی نہیں آئے گا اور نہ تمہارے بعد کوئی اُمّت ہو گی۔ خوب سُن لو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ نماز پنجگانہ ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ خوشی خوشی دیا کرو۔ بیتُ اللہ کا حج ادا کرو۔ اپنے حکّام کی اطاعت کرو۔ اس طرح تم اپنے ربّ کی جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔

- لوگو! سنو، اور اطاعت کرو خواہ تم پر کوئی نکٹا حبشی غلام ہی امیر کیوں نہ بنا دیا جائے جو تم پر کتاب اللہ نافذ کردے۔ لوگو! مجھ سے حج کے مسائل سیکھ لو۔ شاید میں اگلے سال حج ادا نہ کر سکوں۔ اچھّی طرح سُن لو! تم میں سے جو لوگ حاضر ہیں، اُنہیں چاہیے کہ یہ باتیں اُن تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔ شاید وہ لوگ نسبتاً بہتر طور پر انہیں یاد رکھ سکیں ــــــ ہاں، بتاؤ کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔"

لوگ کہتے گئے:

"ہاں، بے شک۔"

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"اے اللہ! گواہ رہنا ــــــ اور ہاں، قیامت کے دن تم سے میرے متعلّق بھی پوچھا جائے گا۔ تم کیا جواب دو گے؟"

سب نے کہا:

"ہم شہادت دیں گے کہ آپؐ نے امانت پہنچا دی۔ اللہ کے احکام

Marfat.com

ہم تک پہنچا دیے، نیز رسالت و نبوت اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔"
تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ شہادت تین بار آسمان کی طرف اُٹھائی اور لوگوں کی طرف جھکائی، پھر فرمایا:
"اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔"

Marfat.com

رسولِؐ اکرم کے تاریخی واقعات

رسولِ اکرمؐ کی حیاتِ طیّبہ گوناگوں تاریخی واقعات سے پُر ہے اور کتب سیرت نے یوم بہ یوم حالات کو یوں ریکارڈ میں رکھا ہے کہ حضور اکرمؐ کی پوری دُنیوی زندگی کی ایک فلم آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ ہم یہاں حضورؐ کی حیاتِ طیّبہ کو پہلے ماہ وسال کی میزان میں اور پھر ہجرت کے بعد ہجری سن اور ایّام کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

سیرتِ طیّبہ ماہ وسال کی میزان میں :

رسولؐ اکرم کی زندگی کے ماہ وسال کو واقعات کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس مضمون کے لیے ہم نے مشہور مصنف ابنِ جوزی سے استفادہ کیا ہے۔

۲۲ اپریل ۵۷۱ء —— ولادت (۹ ربیع الاوّل ۱ھ) عام الفیل (مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی) بعد از صبح صادق۔ قبل از طلوع۔

تقریباً ایک ہفتہ بعد —— حلیمہ سعدیہ کی آغوشِ رضاعت میں

پانچ سال کی عمر میں —— پھر آغوشِ مادر میں

چھ سال کی عمر میں —— والدہ ماجدہ کا انتقال

---

[1] استفادہ از ابنِ جوزی۔

Marfat.com

آٹھ سال کی عمر میں ——— دادا (عبدالمطلب) کی وفات

بارہ سال کی عمر میں ——— شام کا پہلا تجارتی سفر

۲۵ سال کی عمر میں ——— حضرت خدیجہؓ سے نکاح

۳۰ سال کی عمر میں ——— قوم کی طرف سے الامین کا خطاب

۳۵ سال کی عمر میں ——— تمام قبائل کی طرف سے حکم (ثالث) دیوارِ کعبہ میں حجرِ اسود نصب کرنے کے وقت۔

۳۷ سال کی عمر میں ——— غارِ حرا میں خلوت اور عبادت و تفکر حضرت علیؓ کی کفالت

۴۰ سال کی عمر میں ——— نزولِ وحی

۳ سنہ نبوی ۴۳ سال کی عمر میں ——— چالیس زن و مرد کا اسلام قبول کرنا

۵ سنہ نبوی ۴۵ سال کی عمر میں ——— حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے صحابہؓ کو حکم۔

۶ سنہ نبوی ۴۶ سال کی عمر میں ——— حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا

۷ سنہ نبوی ۴۷ سال کی عمر میں ——— کفارِ قریش کی جانب سے بائیکاٹ اور شعبِ ابی طالب میں محصور ہونا

۱۰ سنہ نبوی ۵۰ سال کی عمر میں ——— معاشرتی مقاطعہ (بائیکاٹ) کا خاتمہ چچا ابوطالب کا انتقال، حضرت خدیجہؓ کی وفات، تبلیغِ اسلام کے لیے طائف کا سفر، حضرت عائشہؓ سے نکاح، رخصتی چار سال کے بعد ہوئی تھی، معراج کا واقعہ

۱۱ سنہ نبوی ۵۱ سال کی عمر میں ——— یثرب (مدینے) کے چھ آدمیوں کا قبولِ اسلام

۱۲ سنہ نبوی ۵۲ سال کی عمر میں ——— یثرب (مدینے) کے بارہ آدمیوں کا قبولِ اسلام

Marfat.com

۱۳ نبوی ۵۳ سال کی عمر میں ـــــ یثرب (مدینے) کے ۷۲ آدمیوں کا قبولِ اسلام

۱ ہجری ۵۴ سال کی عمر میں ـــــ مدینے کے شہری نظم و نسق کی دیکھ بھال۔
ہجرتِ مدینہ۔

۲ ہجری ۵۵ سال کی عمر میں ـــــ کفار کا پہلا حملہ (واقعۂ بدر) کفار کی تعداد
تقریباً ایک ہزار اور مسلمان ۳۱۳ تھے۔

۳ ہجری ۵۶ سال کی عمر میں ـــــ کفار کا دوسرا حملہ (واقعۂ اُحد)

۴ ہجری ۵۷ سال کی عمر میں ـــــ بنی عامر کی چالبازی اور قاری مبلغ صحابہؓ کی شہادت

۵ ہجری ۵۸ سال کی عمر میں ـــــ کفار کا تیسرا حملہ (واقعۂ خندق) حملہ آوروں
کی تعداد ۱۲ اور ۱۵ ہزار کے درمیان تھی۔

۶ ہجری ۵۹ سال کی عمر میں ـــــ صلح حدیبیہ حضورؐ کے ہمراہ ۱۸۰۰ صحابہ تھے۔

۷ ہجری ۶۰ سال کی عمر میں ـــــ فتح خیبر بادشاہوں کو دعوت نامے

۸ ہجری ۶۱ سال کی عمر میں ـــــ موتہ کا واقعہ، فتح مکہ اور حنین کا واقعہ

۹ ہجری ۶۲ سال کی عمر میں ـــــ واقعۂ تبوک مسلمانوں کا حج ادا کرنا۔ وفود کی آمد

۱۰ ہجری ۶۳ سال کی عمر میں ـــــ حج الوداع اور مشہور آخری خطبہ

۱۱ ہجری ۶۳ سال کی عمر میں ـــــ علالت و رحلت

حیاتِ طیبہ، ہجرت کے بعد واقعات کی روشنی میں:

ہجرتِ مدینہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی دعوت دس سال کی جانگسل جدوجہد پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس مدت میں جنگی معرکے پیش آئے ہیں اور مزاحمتوں میں سے گزر کر اسلامی دعوت نے بتدریج زور پکڑا ہے۔ دعوت آزمائشوں

Marfat.com

ہیں سے گزری ہے اور پھر شدید جانگسل حالات میں سے گزر کر کامیابی کی منزل تک پہنچی ہے۔ ہم یہاں ان واقعات کو تاریخ اور زمانے کی ترتیب سے درج کرتے ہیں :

۱۔ وسط سنہ ۱ھ ہجرت : فوجی نگرانی کے لیے پے در پے تین دستے روانہ کیے گئے۔

۲۔ شوال سنہ ۱ھ : حضورؐ کے حرم میں حضرت عائشہؓ کی تشریف آوری۔

۳۔ سنہ ۱ھ : دو اکابر کا قبولِ اسلام۔ (۱) عبداللہؓ بن سلام (سابق یہودی)
(۲) ابو قیس صرمہؓ بن ابی انس (سابق عیسائی راہب)

۴۔ ۱۲ صفر سنہ ۲ھ : فرمانِ جہاد (عملی کارروائی کرنے کی اجازت)

۵۔ صفر سنہ ۲ھ، ہجرت کے بارہویں ماہ : حضورؐ کا اوّلین فوجی و سیاسی سفر غزوۂ ودّان۔

۶۔ صفر تا جمادی الاُخریٰ سنہ ۲ھ : بیرونی قبائل سے معاہدانہ تعلقات۔

۷۔ ربیع الاوّل سنہ ۲ھ : کرز بن جابر فہری کی ڈاکہ زنی۔ دشمن کی اوّلین دراز دستی۔

۸۔ اواخر رجب سنہ ۲ھ : واقعۂ نخلہ (اسلامی فوجی دستے کی پہلی سرحدی جھڑپ)

۹۔ سنہ ۲ھ : سلمان فارسیؓ کا اسلام۔

۱۰۔ سنہ ۲ھ : اذان کا آغاز۔

۱۱۔ سنہ ۲ھ : فرضیتِ زکوٰۃ۔

۱۲۔ ۱۵ شعبان سنہ ۲ھ بروز شنبہ : تحویلِ کعبہ۔

۱۳۔ یکم رمضان سنہ ۲ھ چہارشنبہ : فرضیتِ صوم ماہِ رمضان۔

۱۴۔ یکم شوال سنہ ۲ھ : عید الفطر کی نماز باجماعت کی ادائیگی و صدقۂ فطر کے حکم کا نفاذ۔

۱۵۔ ۸ رمضان سنہ ۲ھ بروز چہارشنبہ یا ۱۲ رمضان : معرکۂ بدر (پہلی باقاعدہ جنگ)
سنہ ۲ھ بروز یک شنبہ : مدینہ سے روانگی۔

Marfat.com

۱۷ رمضان ۲ھ بروز جمعہ : معرکۂ کارزار ۔

۲۰ رمضان ۲ھ بروز دوشنبہ : مدینے میں فاتحانہ داخلہ ۔

۱۶۔ ۲ھ (جنگِ بدر کے بعد) : ازدواجِ حضرت علیؓ و فاطمہؓ ۔

۱۷۔ وسطِ شوال تا اوائلِ ذی قعدہ ۲ھ : محاصرۂ بنو قینقاع ۔

۱۸۔ ۳ھ : حضورؐ کا نکاح حضرت حفصہؓ بنتِ عمرؓ سے ۔

۱۹۔ ۳ھ : ازدواجِ حضرت عثمانؓ و اُمِّ کلثوم بنتِ محمدؐ ۔

۲۰۔ ۳ھ : امتناعِ شراب کا ابتدائی حکم ۔

۲۱۔ ۳ھ : کعب بن اشرف کا خاتمہ ۔

۲۲۔ ۱۵ رمضان ۳ھ : ولادتِ جناب امام حسنؓ ۔

۲۳۔ غزوۂ اُحد

۵ شوال ۳ھ بعد نمازِ جمعہ : مدینہ سے روانگی ۔

۶ شوال ۳ھ بروز شنبہ : معرکۂ کارزار

۷ شوال بروز یک شنبہ : حمراء الاسد تک لشکرِ ابوسفیان کا تعاقب ۔

۲۴۔ غزوۂ اُحد کے متصلاً بعد : سُود خواری کے ترک کے لیے ابتدائی نصیحت ۔

۲۵۔ ۳ھ : یتامیٰ کے بارے میں احکام ۔

۲۶۔ ۳ھ، معرکۂ اُحد کے بعد : وراثت کے مفصّل قانون کا اجراء ۔

۲۷۔ ۳ھ : قانونِ ازدواج حقوق الزوجین و مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت ۔

۲۸۔ اواخر ۳ھ : حضورؐ کا نکاح زینبؓ بنتِ خزیمہ اُمّ المساکین سے ۔

۲۹۔ صفر ۴ھ : حادثۂ رجیع (دس ارکان کے تبلیغی و تعلیمی وفد کا قتل ۔)

۳۰۔ ربیع الاوّل ۴ھ : غزوۂ بنو نضیر ۔

۳۱۔ ۴ھ اوائل : اُمّ المومنین زینبؓ بنتِ خزیمہ کا انتقال ۔

Marfat.com

۳۲۔ یکم ذی قعدہ ۴ھ بروز جمعہ : حکمِ حجاب کا نفاذ ۔

۳۳۔ ۴ھ : حرمتِ شراب کا قطعی قانون نافذ ہوا ۔

۳۴۔ ذی قعدہ ۴ھ : غزوۂ بدر الاُخریٰ ۔

۳۵۔ ربیع الاوّل ۵ھ : غزوۂ دومۃ الجندل ۔

۳۶۔ ۳ شعبان ۵ھ : غزوۂ بنو مصطلق ۔

۳۷۔ ۵ھ : حکمِ تیمّم کا نزول ۔

۳۸۔ شعبان ۵ھ : حضورؐ کا ازدواج حضرت جویریہؓ سے ۔

۳۹۔ شعبان ۵ھ : واقعۂ افک ۔

۴۰۔ ۵ھ (واقعۂ افک کے بعد) : زنا، قذف اور لعان کے فوجداری قوانین۔ نیز پردے کے تفصیلی احکام ۔

۴۱۔ شوال یا ذی قعدہ ۵ھ : غزوۂ احزاب ۔

۴۲۔ ۵ھ : وفد دوس کی مدینہ میں آمد ۔

۴۳۔ ذوالحجہ ۵ھ : بنو قریظہ کی سرکوبی ۔

۴۴۔ ۶ھ : ثمامہؓ بن اُثال حنفی رئیسِ نجد کا اسلام ۔

۴۵۔ ذی قعدہ ۶ھ : معاہدۂ حدیبیہ ۔

۴۶۔ ذی الحجہ ۶ھ : حدیبیہ سے مدینہ میں واپسی ۔

۴۷۔ 〃 ۶ھ : خالدؓ بن ولید اور عمروؓ بن العاص کا اسلام ۔

۴۸۔ یکم محرّم ۷ھ بروز چہارشنبہ : بین الاقوامی دعوت کا آغاز (سلاطین کے نام خطوط ۔)

۴۹۔ محرم ۷ھ : غزوۂ خیبر ۔

۵۰۔ محرم ۷ھ : حضورؐ کا نکاح حضرت صفیہؓ سے ۔

Marfat.com

۵۱ ۔ ۷ھ (فتح خیبر کے موقع پر) : مراجعت مہاجرین حبشہ ۔

۵۲ ۔ ۷ھ کے آغاز میں : آزاد مسلم کیمپ کا قیام (بمقام سیف البحر) ۔ مکہّ میں جو مسلم نوجوان ستائے جا رہے تھے ، معاہدہ حدیبیہ کے مطابق ان کو حضورؐ مدینہ میں جگہ نہیں دے سکتے تھے ۔ چنانچہ یہ لوگ بھاگ کر سیف البحر کے مقام پر جا پہنچے اور وہاں آزاد مسلم کیمپ قائم کیا ۔

۵۳ ۔ صفر ۷ھ : سیف البحر کا قریشی قافلے پر چھاپہ ۔

۵۴ ۔ ذی قعدہ ۷ھ : عمرۃ القضاء

۵۵ ۔ ۷ھ : نکاح و طلاق کے تفصیلی قوانین کا نفاذ ۔

۵۶ ۔ ۷ھ : حضورؐ کا نکاح حضرت میمونہؓ سے (مکہّ میں) ۔

۵۷ ۔ ۷ھ : جبلہ غسانی کا اسلام ۔

۵۸ ۔ جمادی الاولیٰ ۸ھ : غزوۂ مؤتہ ۔

۵۹ ۔ رجب ۸ھ : مشرکینِ مکہّ کی طرف سے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی ۔

۶۰ ۔ ۱۰ ر رمضان ۸ھ بروز چہارشنبہ : غزوۂ فتح مکہّ ، مدینہ سے روانگی ۔
۲۰ ر رمضان : مکہّ میں فاتحانہ داخلہ ۔

۶۱ ۔ اغلباً ۲۵ ر رمضان ۸ھ : ہدم بُت خانۂ عُزّیٰ ۔

۶۲ ۔ رمضان ۸ھ : ہدم بُت خانۂ سواع ۔

۶۳ ۔ رمضان ۸ھ : ہدم بُت خانۂ مناۃ ۔

۶۴ ۔ بہ ماہِ شوال ۸ھ : غزوۂ حنین ۔

۶۵ ۔ اواخر شوال تک : محاصرۂ طائف ۔

۶۶ ۔ ذی قعدہ ۸ھ : جعرانہ میں تقسیم غنائم کے بعد عمرۂ جعرانہ ۔

۶۷ ۔ ۸ھ : سُود کے قطعی انسداد کا قانون ۔

Marfat.com

۶۸۔ ۸ھ: حضرت زینبؓ بنتِ حضورؐ کا انتقال اور جناب ابراہیمؑ فرزندِ حضورؐ کا انتقال۔

۶۹۔ ابتدائے محرم ۹ھ: تنظیمِ زکوٰۃ۔ محصلینِ صدقہ کا اوّلین تقرر۔

۷۰۔ رجب ۹ھ مطابق نومبر ۶۳۵ء: غزوۂ تبوک۔

۷۱۔ ۹ھ: اکیدر والیٔ دومۃ الجندل کا اسلام۔

۷۲۔ ۹ھ: کعب بن زہیر کی عفو طلبی اور قبولِ اسلام۔

۷۳۔ صفر ۹ھ: وفدِ عذرہ۔

۷۴۔ ربیع الاوّل ۹ھ: وفدِ بلّی، وفدِ خولان، وفدِ ثقیف۔

۷۵۔ ۹ ذی الحجہ ۹ھ دوشنبہ یا سہ شنبہ: فرضیّتِ حج۔ اوّلین حج (بامارت حضرت ابوبکر صدّیقؓ۔)

۷۶۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۰ھ: اعلان برارت بذریعہ حضرت علیؓ۔ کفّار سے غیر موقت معاہدات کا خاتمہ۔

۷۷۔ ۱۰ھ: وفدِ محارب، وفدِ محامد، وفدِ غولان، وفدِ نیسان، وفدِ بنی حارث بن کعب، وفدِ سلامان۔

۷۸۔ رمضان ۱۰ھ: حضورؐ کا آخری رمضان میں ۲۰ روزہ اعتکاف۔

۷۹۔ ۱۰ھ: حضورؐ سے مسیلمہ کذّاب کی مراسلت۔

۸۰۔ حجۃ الوداع۔

۲۶ ذی قعدہ ۱۰ھ بروز شنبہ مابین ظہر و عصر: مدینہ سے روانگی۔

شنبہ و یک شنبہ کی درمیانی شب: ذوالحلیفہ میں قیام۔

یک شنبہ (بوقتِ ظہر): احرام بندی۔

شب یک شنبہ ۴ ذی الحجہ ۱۰ھ: ذی طویٰ میں نزول و قیام۔

Marfat.com

۵ رذی الحجہ، نمازِ فجر کے بعد : ذی طویٰ سے مکہّ کو روانگی ۔

۵ رذی الحجہ بوقتِ ضحیٰ : مسجدِ حرام میں داخلہ ۔

۸ رذی الحجہ تک : مکہّ سے باہر قیام ۔

۸ رذی الحجہ بروز جمعرات بوقتِ ضحیٰ : منیٰ کو روانگی ۔

۹ رذی الحجہ بروز جمعہ، طلوعِ آفتاب کے بعد : منیٰ سے عُرفہ کو روانگی ۔

۹ رذی الحجہ بروز جمعہ بعد زوالِ آفتاب : خطبۂ حج (عُرفہ) ۔

۹ رذی الحجہ بروز جمعہ بعد نمازِ ظہر وعصر : وقوفِ عُرفہ ۔

۹ رذی الحجہ بروز جمعہ بعد غروبِ آفتاب : عُرفہ سے روانگی بجانبِ مُزدلفہ ۔

۱۰ رذی الحجہ بروز شنبہ نمازِ فجر کے بعد : مُزدلفہ سے مشعرِ حرام ۔

۱۰ رذی الحجہ قبل طلوعِ آفتاب : مشعرِ حرام سے منیٰ کو روانگی ۔

۱۰ رذی الحجہ بعد طلوعِ آفتاب تا بہ ضحیٰ : رمی جمار ۔

۱۰ رذی الحجہ بوقتِ ضحیٰ : خطبۂ منیٰ (یوم النحر) ۔

بعدِ خطبہ : قربانی ۔

۱۰ رذی الحجہ بعد حلق راس : منیٰ سے مکہ کو روانگی ۔

آخرِ یوم : مکہّ سے منیٰ کو واپسی ۔

یوم الرُّؤس (۱۱ رذی الحجہ) : دوسرا خطبۂ منیٰ ۔

۱۳ رذی الحجہ بروز سہ شنبہ : منیٰ سے محصّب یا اَبْطح کو روانگی ۔

۱۳ ر ۱۴ کی درمیانی شب : مکہّ سے واپسی ۔

۸۱ ۔ وسطِ محرم سنہ ۱۱ھ : وفدِ نخع ۔ (یہ آخری وفد تھا جو حضورؐ کی زندگی میں آیا ۔)

۸۲ ۔ ۲۶ رصفر سنہ ۱۱ھ : جیش اسامہ کی ترسیل کا حکم ۔

۸۳ ۔ اواخر صفر سنہ ۱۱ھ (اغلباً ۲۹ رصفر کو) : حضورؐ کے مرضِ وفات کا آغاز ۔

Marfat.com

۸۴۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ دوشنبہ بوقتِ چاشت : وصال ۔ (پیر کا دن متفق علیہ ہے، مگر تاریخوں میں اختلاف ہے۔ یکم و دو بھی مروی ہیں، اور ایک حساب سے ۱۳ بھی نکلتی ہے۔

۸۵۔ ۱۳ ربیع الاوّل بروز سہ شنبہ و ۱۴ ربیع الاوّل بروز چہارشنبہ کی درمیانی شب : تدفین ۔ (حضرت عائشہ رضؓ کے حجرہ میں قبر مبارک بنی ۔)

"علم میرا ہتھیار ہے۔"

(رسول اکرمؐ)

Marfat.com

رسولِ اکرمؐ کی اوّلیات

- پہلا حکمِ نبوّت : "مورخہ ۹ ربیع الاوّل سنہ ۴۱ سالِ میلاد۔"
- اوّلین نزولِ قرآن : "سورۂ علق مورخہ ۱۸ رمضان سنہ ۱ سالِ بعثت کو نازل ہوئی۔"
- سب سے پہلی خاتون جو اسلامی تحریک کے دائرہ میں داخل ہوئیں : "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ"
- اوّلین بیعتِ اسلام کرنے والے صحابی : "عاقل بن بکیر رضؓ۔"
- اوّلین مرکزِ دعوت : "دارِ ارقم واقع بہ کوہِ صفا۔"
- رسولِ اکرمؐ کا سب سے پہلا خطابِ عام : "کوہِ صفا پر (سنہ ۳ سالِ بعثت)۔"
- سب سے پہلا اسلامی گھرانا : "خانۂ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔"
- اسلام کی حمیّت کے تحت پہلا اتفاقی قتل : "حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں ہوا۔"
- اسلامی تحریک کی تاریخ میں اوّلین جھنڈا لہرایا گیا : بریدہ رضؓ اسلمی کے ہاتھوں، سفرِ ہجرت میں۔
- بیت اللہ میں سب سے پہلے کلمۂ اسلام کو بآوازِ بلند پکار کر مار کھانے والے صحابی : حضرت ابوذر غفاری رضؓ۔
- جس نے پہلی بار اپنے اسلام کا پُرزور طریق سے اعلان کیا : حضرت عمر رضؓ
- پہلی بار کعبۃ اللہ میں ادائے نماز کا آغاز ہوا : حضرت عمر رضؓ کے قبولِ اسلام سے۔

Marfat.com

- جس کے قبولِ اسلام پر کفار نے پہلی بار محسوس کیا کہ تحریکِ اسلامی زور پکڑ گئی ہے : حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ۔
- پہلا مسلم انصاری جس نے مکّہ والوں کے ہاتھوں مار کھائی : حضرت سعدؓ بن معاذ
- اوّلین جان جو حرم میں راہِ حق میں قربان ہوگئی : حارثؓ بن ابی ہالہ ۔
- اوّلین خاتون جو انتہائی مظلومیّت سے اسلام پر قربان ہوئی : حضرت سمیّہؓ
- قریش کے معاہدۂ مقاطعہ کو ختم کرانے کی تحریک کرنیوالا : ہشام بن عمرو بن ربیعہ۔
- سب سے پہلا مہاجرِ مدینہ : حضرت ابو سلمہؓ
- اوّلین حادثۂ ارتداد : عبید اللہ بن جحش حبشہ میں ہجرت کر کے جانے کے بعد عیسائی ہوگیا ۔
- اسلام کے لیے سب سے پہلا تیر چلانے والے : حضرت سعدؓ بن ابی وقاص۔
- اسلام کی حمایت میں سب سے پہلے تلوار اٹھانے والے : حضرت زبیرؓ بن العوام۔
- ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں اولین مہاجر : حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ۔
- مدینہ کا پہلا نوجوان جو حضورؐ کی دعوت سے متاثر ہوا : سویدؓ بن صامت ۔
- سب سے پہلے مہاجر جن کا مدینہ میں انتقال ہوا : حضرت عثمانؓ بن مظعون ۔
- مدینہ میں اوّلین معلّمِ اسلام کی ماموریّت : حضرت مصعبؓ بن عمیر ۔
- بیعتِ عقبہ ثانیہ میں سب سے پہلے بیعت کرنے والے انصاری صحابی: براءؓ بن معرور ۔
- مدینہ میں پہلا اجتماعی درسِ قرآن : مسجد بنی زُریق میں دیا گیا ۔
- سب سے پہلی باقاعدہ مسجد کی تعمیر : مسجدِ قبا جو مورخہ ۸ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۳ سنہ سالِ بعثت ۱ھ میں تعمیر ہوئی ۔
- اوّلین جمعہ جو حضورؐ کی امامت میں ہوا : مورخہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱ھ کو بنی سالم

Marfat.com

کی آبادی میں پہلا جمعہ پڑھا گیا۔

- مدینہ کا قبیلہ جو پورے کا پورا یکدم اسلام میں داخل ہوا : بنی عبدالاشہل ۔
- سب سے پہلا فوجی دستہ جو نگرانی کے لیے نکلا : حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی کمان ۔
- حضورؐ کا بہ نفسِ نفیس پہلا فوجی و سیاسی اقدام : غزوۂ ودّان ۔
- مدینہ میں حضورؐ کا مقرر کردہ پہلا قائم مقام حاکم : حضرت سعدؓ بن عبادہ ۔
- حضورؐ کی رکاب میں اوّلین شرفِ علمبرداری : حضرت حمزہؓ
- پہلی سرحدی جھڑپ جس میں اسلامی فوجی دستے کے ہاتھوں ایک دشمن فرد ہلاک ہوا : سریۂ نخلہ ۔
- پہلا موقع جبکہ مالِ غنیمت اور قیدی مدینہ میں لائے گئے : سریۂ نخلہ ۔
- طریقِ اذان کا آغاز : ۲ھ
- کعبۃ اللہ میں سب سے پہلی اذان : فتح مکہ (۸ھ) کے موقع پر حضرت بلالؓ نے کہی۔
- سب سے پہلا کذّاب جس نے حضورؐ کے مقابلے پر جھوٹی نبوّت کا علم بلند کیا : مسیلمہ کذّاب ۔
- اوّلین تحریری امان نامہ جو حضورؐ کی طرف سے جاری ہوا : سراقہ بن جعشم کے لیے۔
- دُنیا کا پہلا باقاعدہ تحریری وفاقی دستور : ۱ھ مدینہ میں حضورؐ کی قیادت میں مرتّب و نافذ ہوا ۔
- اوّلین صلیب جو قبولِ اسلام کے مقدس جرم میں دی گئی : حضرت خبیبؓ بن عدی و زید بن دثنہ کو ۔
- مدینہ میں یہود کی پہلی باغیانہ و غدّارانہ کارروائی : بنو قینقاع نے کی ۔
- پہلا آزاد اسلامی کیمپ : سیف البحر میں حضرت ابو بصیرؓ و ابو جندلؓ نے قائم کیا۔

Marfat.com

- فتح مکہ کے موقع پر اوّلین شخص جو اسلام میں داخل ہوا: ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔
- پہلا باقاعدہ جنگی معرکہ: غزوۂ بدر (رمضان ۲ھ)
- معرکۂ بدر کا سب سے پہلا دشمن مقتول: اسود بن عبدالاسد۔
- معرکہ بدر کا سب سے پہلا مسلم شہید: مُہجَعْ مولا عمر بن الخطاب۔
- مدینہ میں فتح بدر کا مژدہ پہنچانے والا اوّلین قاصد: زیدؓ بن حارثہ۔
- پہلی بار دوگانہ عیدالفطر پڑھا گیا: یکم شوال ۲ھ۔
- بہادری کا اوّلین خطاب جو حضورؐ کی طرف سے دیا گیا: حضرت خالدؓ بن ولید کو "سیف اللہ" کا خطاب دیا گیا۔
- سرکاری مکاتیب اور دستاویزوں پر مہر کے استعمال کی ابتدا: یکم محرّم ۷ھ
- اسلامی نظام کے تحت پہلا سیاسی واقعۂ تحکیم: اسلامی ریاست اور بنو قریظہ کے درمیان (۵ھ)
- اسلامی دَور میں پہلے صحابی جو حَکَم بنائے گئے: سعدؓ بن معاذ
- پہلا سابق غلام جسے سالارِ لشکر بنایا گیا: زیدؓ بن حارثہ۔
- پہلا غزوہ جس میں بیت المال کا خمس نکالا گیا: غزوۂ بنو قینقاع یا غزوۂ بنو قریظہ
- حضورؐ کے ہاتھوں پہلا زخمی و مقتول: حارث بن الصّمہ (غزوۂ اُحد)
- پہلا شہید راہِ حق جس نے موت سے قبل نماز ادا کرنے کی سُنّت کا آغاز کیا: حضرت خبیبؓ۔
- سب سے پہلی صلوٰۃِ خوف پڑھی گئی: غزوۂ عسفان یا غزوۂ ذات الرقاع۔
- پہلی بار دشمن کا جاسوس گرفتار کر کے قتل کیا گیا: غزوۂ بنی مصطلق میں۔
- معرکہ جس میں پہلی بار متعدّد نمازیں پے در پے قضا ہوئیں: غزوۂ خندق۔

Marfat.com

○ پہلا تیر انداز جس نے تن تنہا ڈاکوؤں کی جماعت کو بے بس کر دیا: سلمہؓ بن الاکوع۔

○ پہلا موقع جب کہ حضورؐ نے بے ساختہ طور سے رجز الاپا: غزوۂ حنین میں لشکر میں سراسیمگی پھیلی اور حضورؐ تنہا رہ گئے تو سفید خچر کی پشت پر سے آپؐ نے پکارا:

"انا النبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب"

○ پہلی بار مستقل عاملینِ صدقہ کا تقرر: محرم ۹ھ میں۔

○ پہلا حکمران جو حلقۂ بگوشِ اسلام ہوا: اصحم بن ابجر شاہِ حبش۔

○ معرکۂ احد میں مبارزت کا چیلنج قبول کرنے والا پہلا مجاہد: حضرت علی رضی اللہ عنہ

○ احد کا پہلا دشمن مقتول: طلحہ

○ اسلام میں پہلا حج: ۹ھ بامارت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

○ پہلی غیر ملکی جنگ: جنگِ موتہ۔ جمادی الاخریٰ ۸ھ

اس کے بعد اسلام عالمی توسیع کے دائرے میں داخل ہو گیا۔[1]

---

[1] استفادہ از محسنِ انسانیت از نعیم صدیقی۔

Marfat.com

کتابیات

سیرت النبیؐ جلد اوّل تا ہفتم ــــ سید سلیمان ندوی

سیرت سرورِ عالمؐ ــــــــ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

رسولِ اکرمؐ کی حکمتِ انقلاب ــــ سیّد اسعد گیلانی

محسنِ انسانیتؐ ــــــــ نعیم صدیقی

اُسوۂ حسنہ ــــــــ قاضی محمد شریف

رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی ــــ ڈاکٹر حمید اللہ

بخاری شریف ــــــــ امام بخاری

موطا امام مالک ــــــــ امام مالک

طبقات ابنِ سعد ــــــــ ابن سعد

تاریخ طبری ــــــــ امام طبری

زاد المعاد (جلد اوّل تا چہارم) ــــ علامہ حافظ ابنِ قیم

اسلام کا نظامِ عفت و عصمت ــــ مولانا محمد ظفیر الدین

اُسوۂ حسنہ (حصہ اول تا سوم) ــــ بنت الاسلام

رحمت اللعالمین (جلد اول تا سوم) ــــ قاضی محمد سلیمان منصورپوری

معارف الحدیث (جلد اول تا پنجم) ــــ مولانا محمد منظور نعمانی

نقوش (جلد اول تا تیرہ) ــــ مرتبہ: محمد طفیل

تین عورتیں ــــــــ اسعد گیلانی

کتاب الشفاء ــــــــ قاضی عیاض

عدالتِ نبوی کے فیصلے ــــ علامہ عبد اللہ قرطبی

Marfat.com

حرفِ آخر

"رسولِ اکرمؐ" کی سیرتِ پاک کے موضوع پر آپ نے یہ کتاب دیکھ لی ہے۔ میں نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں اس امر کا خصوصی لحاظ رکھا ہے کہ حضورؐ کی زندگی کے اجتماعی اور انفرادی پہلوؤں کو خصوصیت کے ساتھ اجاگر کیا جائے، اس لیے کہ ان دونوں پہلوؤں کو یکجا کرنے سے ہی مکمّل زندگی وجود میں آتی ہے۔

بعض لوگ انفرادی اوصاف و عادات و تعلیمات پر بہت زور دیتے ہیں۔ بلاشبہ انفرادی زندگی بھی اُسوۂ حسنہ کا ایک اہم حصّہ ہے، لیکن اس سے مکمّل اور کامل زندگی نمایاں نہیں ہوتی نہ زندگی کا اجتماعی مقصد نمایاں ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص انفرادی زندگی پر ہی اپنی ساری توجہ مرکوز کر دے تو درحقیقت وہ رسولِ پاکؐ کے اُسوۂ حسنہ کا کامل اتّباع کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ انفرادی زندگی کا جتنا بھی اتّباع کر لیا جائے، بہرحال وہ پوری زندگی کا ایک رُخ ہی ہے۔ بعض لوگ تعلیماتِ نبویؐ میں اجتماعی تعلیمات و ہدایات کو بہت اہمیّت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اسلام اجتماعی زندگی کے لیے بے شمار ہدایات رکھتا ہے لیکن اسلام اپنے نظام کی تیاری کے لیے فرد کی اصلاح سے کام کا آغاز کرتا ہے اور جو لوگ اسلام کی اجتماعی زندگی کی ہدایات اور رسولِ اکرمؐ کے اُسوۂ مبارک کے اجتماعی پہلوؤں کو اجاگر کرنے پر زور دیتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ایک اہم خدمت سرانجام دیتے ہیں، لیکن اجتماعی زندگی کا بنیادی پوائنٹ تو فرد ہی ہے اور اسی کی اصلاح پر ہی معاشرے، ملّت اور مملکت کی اصلاح کا دارومدار ہے۔ اجتماعیّت کے کمال میں ہم انفرادیت کے حسن و جمال کو گم نہیں کر سکتے۔ فی الحقیقت دونوں پہلوؤں سے ہی رسولِ اکرمؐ کی نبوّت کی کاملیّت نمایاں ہوتی ہے۔

میں نے اس کتاب میں رسولِ پاکؐ کے اُسوۂ مبارک کی ان دونوں خصوصیات کو جمع

Marfat.com

کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں رسول اکرمؐ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اوصاف و ہدایات و تعلیمات کا مرقع ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کے بعد اس کتاب کی دوسری خصوصیت جس کا میں نے بطورِ خاص اہتمام کیا ہے وہ رسول اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ کا "خاتونِ خانہ کے زاویۂ نگاہ سے مطالعہ" ہے۔ میرے علم کی حد تک اردو زبان میں یہ نقطۂ نظر میں نے سب سے پہلے اس اہمیت کے ساتھ اپنایا ہے کہ رسولؐ اکرم کی حیاتِ پاک کو ایک خاتون کی نظر سے دیکھا جائے۔ چنانچہ آپ کی گھریلو زندگی، ازواجِ مطہرات سے تعلقات، خورد و نوش کا ذوق، گھر والوں سے معاملات، سماجی ہدایات، خوش طبعی اور خوش مزاجی غرض حضورؐ کی زندگی میں عورت اور خانہ داری کا جو حصہ بھی مجھے سیرت کی کتابوں سے میسّر آیا ہے اسے میں نے اس کتاب میں سمیٹنے کی بھرپور کوشش کی ہے تاکہ رسول اکرمؐ کے اسوۂ پاک میں جو جو کچھ ہدایات مسلم خواتین کے لیے مل سکتی ہیں انہیں یکجا کر کے پیش کر دیا جائے تاکہ مسلم خواتین اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں اور حضورؐ کی گھریلو زندگی کا مشاہدہ کر کے اس کی روشنی میں اپنی گھریلو زندگی کو ڈھال سکیں۔ وہی پاکیزگی، وہی شگفتگی، وہی سادگی، وہی رحم دلی، وہی صبر و توکّل و قناعت، باہمی اخوّت و محبّت و یگانگت، وہی ہمدردی اور دلنوازی، غرض حضور پاکؐ کی پاکیزہ گھریلو زندگی کی ایک کرن بھی اگر ہمارے گھروں میں داخل ہو جائے تو ہمارے سینے روشن ہو جائیں۔ ہمارے گھر پُر رونق ہو جائیں۔ ہمارے تعلقات سنور جائیں۔ ہمارا معاشرہ پُر نور ہو جائے اور ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی پاکیزہ و پاکباز ہو جائے۔

اس کتاب کی ترتیب میں بس یہی پہلو میرے پیشِ نظر رہے ہیں۔ میں اس میں کس حد تک کامیاب ہوئی ہوں، یہ فیصلہ تو اس کتاب کے قاری اور مستقبل دونوں کریں گے۔ میں تو آپ سے اپنے لیے دعائے خیر، دعائے نجات اور دعائے خاتمہ بالخیر کی متمنّی ہوں۔

اسلام آباد
یکم رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

اُمِّ فاروق

Marfat.com